لال گھوڑا

مؤلفہ

ظفر عمر بی اے (علیگ)

[مصنف] چتری ، بہرام کی گرفتاری ، چوروں کا کلب وغیرہ

سپرنٹنڈنٹ پولیس صوبہ متحدہ

باہتمام قطب الدین احمد پروپرائٹر

نامی پریس لکھنؤ میں چھپا

۱۹۲۹ء

قیمت عہ

جلد

نیلی چھتری اور بہرام کی گرفتاری کے ناظرین بہرام کی زندگی کے صرف ایک
سے واقف ہیں، وہ یہ کہ بہرام کبھی حیدر خاں کے لباس میں محکمہ خفیہ پولیس کا افسر
بنکر اپنی ستم ظریفی کے کارنامے اہل دہلی کے سامنے پیش کرتا ہے۔ کبھی حیثیت دار
کے بھیس میں دہلی کے شاہی خزانے کو تلاش کر کے اُس پر قابض ہو جاتا ہے یا را
ہمت سنگھ جیسے مالداروں کے جواہرات کو اپنی طرف منتقل کر لیتا ہے۔ لیکن سخ
ناانصافی ہوگی اگر ہم اس عجیب و غریب شخصیت کے ساتھ صرف اُس کی ڈ
اور چوری کے سلسلہ میں روشناس ہوں۔

بہرام کی پراسرار زندگی میں ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے جب اُس نے خ
کی حفاظت اور نفع رسانی کے خیال سے ایسی ہستیوں کو بے نقاب کیا
پولیس اور حکام کی نظر سے بچکر اور بعض اوقات نالائق اور بے ایمان عمال کی ا
اغوا سے بڑے بڑے جرائم کے مرتکب ہوتے تھے۔

اس کتاب میں ہم بہرام کو نئے لباس میں پیش کرتے ہیں اور اُمید ہے
ناظرین بہرام کی ابتدائی فروگذاشتوں اور لغزشوں سے چشم پوشی کر کے اُ
تازہ کارناموں کو تحسین اور آفریں کا مستحق دینگے۔

ظفر عمر

لکھنؤ قیصر باغ

۲ مارچ ۱۹۲۵ء

باب اوّل

خدائی فوجدار

یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب سہراب جنگ محلہ بلی ماران دہلی میں اپنے دوست مسعود اور رلوک بہادر کے ساتھ رہتا تھا۔ مکان دو منزلہ اور مختصر مگر آرام دہ اور زمانہ موجودہ کی تمام ضروریات سے آراستہ تھا۔ پشت پر چھوٹا سا صحن تھا جسمیں باورچی خانہ اور ملازمین کے رہنے کے لئے کوٹھریاں تھیں۔ مگر رات کے وقت کوئی ملازم یہاں نہ رہتا تھا۔ صحن کے ایک جانب پرانے اصطبل کو ترمیم کر کے موٹر خانہ بنا لیا گیا تھا جس میں دو موٹریں مقفل رہتی تھیں۔ موٹر چلانے کے لئے کوئی ملازم نہ تھا۔ عموماً مسعود چلاتا تھا۔

سوائے حکیم صاحب کے جنکے دولت خانہ پر سہراب جنگ کبھی کبھی شام کی صحبتوں میں شریک ہوتا، اہل محلہ کے ساتھ ان لوگوں کو کوئی سروکار نہ تھا۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ سہراب جنگ نیپالی شہزادہ ہے جو اپنے ملک سیاسی حالت کی وجہ سے جلاوطن کر دیا گیا ہے۔ مسعود اور رلوک

متمول اور تعلیم یافتہ آدمی تھے جو دہلی تفریح کی غرض سے آئے تھے انکے ملاقاتیوں میں بہت کم لوگ تھے۔ وقار حسین انسپکٹر خفیہ پولیس یا ڈاکٹر رحمٰن کبھی کبھی ملنے آتے تھے۔

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ لوک بہادر جو عموماً خدمتگاروں کا لباس پہنے رہتا تھا زینہ اُتر کر نیچے آیا اور دروازہ کھولا۔ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی جو لباس اور وضع قطع سے مرہٹہ معلوم ہوتا تھا باہر کھڑا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی دریافت کیا۔

"کیا کنور مہراب جنگ اسی مکان میں رہتے ہیں اور اسوقت موجود ہیں؟"

"جی ہاں۔ لیکن جب تک پہلے سے وقت مقرر نہ ہو وہ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے"

"لیکن میں بڑی دور سے اُنکا نام سُنکر آیا ہوں، مجھے فوراً اُن سے ملنے کی ضرورت ہے۔ جاؤ اطلاع کردو!"

ملازم پر اس اصرار کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اجنبی کو غور سے دیکھتا رہا۔

"تم بڑے بدتمیز ملازم معلوم ہوتے ہو۔ جاکر اطلاع کیوں نہیں کرتے"؟ جیب سے ایک پرانا اخبار ساںج ورتمان نکالا۔ اور اشتہار کیطرف اشارہ کرکے کہا۔

"یہ اشتہار تمھارے ہی آقا نے دیا ہے، کیا کنور صاحب ایسے لوگوں کو سُراغرسانی کے معاملات میں مدد نہیں دیتے جو پولیس سے نااُمید ہوگئے ہوں یا کسی وجہ سے پولیس سے رجوع نہ کرنا چاہتے ہوں؟ جس معاملہ کی نسبت میں کنور صاحب کی مدد چاہتا ہوں نہایت اہم ہے۔ اُن کو میرے وہلی

آنے کی خبر ہو گئی تو سب کام خراب ہو جائیگا"

"لیکن آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟" ملازم نے ہمدردی کے ساتھ دریافت کیا۔

"وہ لوگ بڑے عیار اور ظالم ہیں...... میری طرح تمہیں بھی اُن سے سابقہ پڑتا تو میری پریشانی پر تعجب نہ کرتے" آستین اوپر چڑھائی اور بازو پر سیاہ اور نیلگوں نشان دکھا کر کہا۔

"یہ دیکھو۔ پہلے مجھے میرا راز معلوم کرنے کے لئے طرح طرح کی ترغیب دی۔ پھر دھمکایا اور جب میں اُنکے جال میں نہ پھنسا تو سُرخ انگارہ سلاخوں سے مجھے ایذا پہونچائی۔ اُف! کیسے ظالم اور سنگ دل آدمی ہیں! میرا بس چلے تو دل کھول کے بدلہ لوں"

اجنبی کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا۔

"مجھے آپ کے ساتھ بہت ہمدردی ہے لیکن آپ بتائیں تو سہی کہ یہ کون لوگ ہیں"

"بدمعاش، ظالم، ڈاکو، لٹیرے ......ان کا سرغنہ مہابیر شیطان کی اولاد معلوم ہوتا ہے۔ ایک رحم دل شکاری وہاں نہ آجاتا تو معلوم نہیں میرا کیا حشر ہوتا۔ بکرم سنگھ نے مجھے ان ظالموں کے پنجہ سے چھوڑایا، ورنہ میرا خاتمہ ہی ہو گیا تھا"

لیکن یہ انگریزی راج کا زمانہ ہے۔ ہر جگہ پولیس انتظام کرتی ہے ایسا تشدد آپ کے ساتھ ہوا تھا تو آپ نے پولیس میں اطلاع کیوں نہ کی"؟

"تم کیسی باتیں کرتے ہو؟ جہاں میں تھا وہاں پولیس کا کہیں پتہ تھا۔ جنگل بیابان تھا۔ علاوہ اسکے پولیس کرتی ہی کیا ہے؟ مجھے پولیس کا بڑا تلخ تجربہ ہے۔ اور پھر ایسے نازک معاملہ میں۔ میرا راز پولیس کو معلوم ہو جاتا تو شاید میرے ساتھ اس سے بھی زیادہ بُرا سلوک کیا جاتا اور میں آج کسی جیل خانہ میں پڑا سڑتا ہوتا"

"یہ تو کہئے معاملہ کیا ہے؟"

اجنبی نے لوک بہادر کو مشتبہ نظر سے دیکھا اور کہا "تمھیں اس سے کیا غرض؟ تم ملازم ہو جاؤ فوراً اپنے مالک سے اطلاع کردو۔ چاہے رات بھر مجھے یہاں بیٹھنا پڑے، ملے بغیر نہ جاؤنگا۔"

یہ کہکر اجنبی ایک مونڈھے پر بیٹھ گیا اور جیب سے سگرٹ نکالا۔ دوسرے ہاتھ سے دیا سلائی جیب میں ٹٹول رہا تھا کہ ملازم نے فوراً اپنی دیا سلائی جلائی اور اجنبی کا سگرٹ سلگانے کے لئے جھکا۔ لوک بہادر نے یہ زحمت اجنبی کی خوشامد یا خاطر داری کے خیال سے نہیں اُٹھائی تھی بلکہ یہ اطمینان کرنے کو کہ وہ شرابی تو نہیں ہے۔ سگرٹ سلگانے کے لئے دیا سلائی پیش کرتے وقت اسکی ناک اجنبی کے منہ کے اسقدر قریب تھی کہ اُسے یقین ہو گیا کہ اُسکے مُنہ سے شراب کی نہیں بلکہ تمباکو کی بُو آتی ہے۔ پھر اجنبی سے دریافت کیا۔

"آپ کو اسوقت کنور صاحب سے ملاقات کرنے پر ایسا ہی اصرار ہے تو اپنا نام اور پتہ بتا دیجئے"

"میرا نام بانکے راؤ گوکھلے ہے۔ بہت ضروری کام ہے جس لڑکی کی

مجھے تلاش ہے اُسکا فوراً پتہ چلنا چاہیئے۔ ورنہ سب کام خراب ہو جائیگا، بدمعاش بڑے لاگو ہیں۔ اُنکے سردار کو جو اس شہر میں کہیں رہتا ہے میرے یہاں آ نیکی خبر ہوگئی تو معلوم نہیں کیا ہوگا۔ اُف! شاگرد ایسے ہیں تو سردار کیسا ہوگا جاؤ جلدی کرو۔"

لوک بہادر زینہ چڑھکر اوپر گیا اور چند لمحے کے بعد واپس آیا اور اجنبی کو اوپر آنے کا اشارہ کیا۔ ایک کمرہ کا پٹ کھولا اور اجنبی اندر داخل ہوا۔ یہ کمرہ بہت بڑا نہ تھا۔ دو کھڑکیاں سڑک کے جانب کھلی تھیں جنپر نفیس پردے پڑے ہوئے تھے۔ ایک گوشہ میں بڑی سی میز تھی جسکے قریب مہراب جنگ کھڑا ہوا سگرٹ پی رہا تھا۔

"حضور، بانکے راؤ گوکھلے حاضر ہیں" کہہ کر لوک بہادر باہر گیا اور دروازہ بند کیا۔ مہراب جنگ اجنبی کی طرف متوجہ ہوا اور نہایت تپاک سے کہا۔

"آیئے مسٹر گوکھلے۔ اِس کرسی پر بیٹھیئے۔ مجھے خدمتگار کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ کسی اہم معاملہ میں مجھ سے مشورہ کرنے آئے ہیں"

سگرٹ کا ڈبہ گوکھلے کے سامنے بڑھایا۔ خود ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ جب تک اجنبی نے سگرٹ سلگایا اُسے بغور دیکھتا رہا۔ پھر دریافت کیا۔

"کیا آپ پونہ سے آئے ہیں؟ میں خود وہاں نہیں گیا لیکن سنتا ہوں کہ بڑا خوبصورت شہر ہے۔ کہیئے معاملہ کیا ہے؟"

اجنبی نے قدرے پس و پیش کیا۔

"کیا آپ کنور مہرآب جنگ ہیں؟ اور اخبار سانج ورتمان میں یہ اشتہار آپ ہی نے دیا ہو؟ اور کیا آپ ایک نہایت اہم اور نازک معاملہ میں میری مدد کر سکتے ہیں؟"

"معاملہ کی تفصیل بتائیے تو کچھ کہہ سکوں"

"جی نہیں معاف کیجئے۔ میں اپنے راز کی تفصیل ہرگز نہ بتاؤں گا۔ بکرم سنگھ جسنے میری جان بچائی اُس سے تو میں نے کہا ہی نہیں۔ آپ کو کس طرح بتا سکتا ہوں"

اس بات پر جنگ بہادر نے تعجب یا ناراضی کا اظہار نہیں کیا۔ اُسے اپنے کاروبار میں ایسے آدمیوں سے اکثر سابقہ پڑا تھا جو پہلی ہی ملاقات میں اپنے راز کی باتیں یکایک بیان نہیں کر دیتے۔ تجربہ نے اُسے یہ بھی بتایا تھا کہ ایسے معاملات میں راز کے معلوم کرنے پر اصرار کرنا بے سُود ہوتا ہے اور لوگوں کو ضدی اور مشکوک بنا دیتا ہے۔

قدرے سکوت کیا اور بکس سے دوسرا سگرٹ لیکر پینے لگا۔ اجنبی نے اپنی کرسی آگے بڑھائی کمرے کی طرف دیکھ کر اطمینان کیا کہ کوئی تیسرا شخص تو وہاں نہیں ہے۔ پھر سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"کنور صاحب واقعہ یہ ہے کہ جس معاملہ کی نسبت میں آپ کی مدد چاہتا ہوں ایک راز ہے جو میرا اپنا نہیں ہے۔ اِسلئے مجھے اور بھی زیادہ احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

"معاملہ کوئی قتل یا جعلسازی کا مقدمہ نہیں ہے بلکہ ایک بڑی دولت سے

تعلق رکھتا ہے۔ بکرم سنگھ نے میرے ساتھ بڑا سلوک کیا اور میری جان بچائی۔ وہ نہ آجاتے تو بدمعاش میرا کام تمام کر دیتے۔ لیکن باوجود اسکے اُنسے بھی سینے اِس راز کا انکشاف نہ کیا۔ اگرچہ انھوں نے اسکے معلوم کرنے کی بہت کوشش کی پنجابیوں کے گروہ نے خدا انھیں غارت کرے مجھے بہت کچھ ایذا پہونچائی۔ گرم سلاخوں سے مجھے داغا مگر اُن کو بھی میں نے نہ بتایا۔ آپ سے صرف اسقدر امداد چاہتا ہوں کہ آپ جسقدر جلد ہوسکے ایک لڑکی کو جسکا نام ہیرا بائی ہے تلاش کردیں۔ وقت کم ہے صرف چند روز باقی ہیں۔ اس عرصہ میں یہ لڑکی دستیاب نہ ہوئی تو ایک بڑی دولت یا تو ایسے لوگوں کے قبضہ میں پہونچ جائیگی جنھیں اسکے پانے کا کوئی حق نہیں یا ہمیشہ کے لئے زیر زمین دفن رہے گی۔،،

مہراب جنگ مُسکرایا۔ کرسی پر کمر لگا کر دو چار بار سگرٹ کا دھواں چھت کی طرف پھینکا۔ پھر ہمدردانہ لہجہ میں دریافت کیا۔

،، لیکن یہ بتائیے کہ اِس لڑکی ہیرا بائی کے ملنے کی کہاں اُمید ہوسکتی ہے صرف نام سے پتہ چلنا آسان نہیں ہے،،

،، مجھے یہ معلوم ہوتا تو آپ کے پاس کیوں آتا۔ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ وہ کہاں رہتی ہے۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ ایک پارسی انجینیر فریدوں جی کی بیٹی ہے، جو ایک زمانہ میں ریاست بھوپال میں ملازم تھا اور عرصہ ہوا مرگیا۔ اُسوقت لڑکی کمسن تھی اور کسی رشتہ دار عورت کے ساتھ رہتی تھی جو شمالی ہندوستان میں ڈاکٹری یا معلمی کا کام کرتی ہیں،،

،، اس لڑکی کی تلاش میں کوشش کی جائیگی،،

"آپ کوشش کرینگے تو مل ضرور جائیگی"

"یہ کوئی لازمی بات نہیں ہے"

"میری اطلاع تو یہ ہے کہ آپ چاہیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ اور اسوقت تمام ملک میں آپ ہی ہیں جو میری مدد کر سکتے ہیں۔ کنور صاحب جلدی کیجئے! مہلت کم ہے، وہ گروہ بڑا خطرناک ہے"

اسوقت بدمعاشوں کا ایک گروہ مہراب جنگ کے ذہن میں بھی تھا۔ اجنبی سے دریافت کیا۔

"اُس گروہ کا کچھ حال تو بتائیے۔ یہاں آجکل مجرموں کے بہت سے گروہ ہیں"

لیکن گوکھلے اپنی کرسی سے کھڑا ہوا۔ چہرہ سے خوف اور شبہ کے آثار ظاہر ہوئے اور کہنے لگا۔

"معاف کیجئے، جو کچھ میں نے آپ سے کہا ہے اُسکے سوا میں ہرگز کچھ نہ کہونگا"

یہ کہہ کر اُسنے اپنی کوٹ کے اندرونی جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور ایک گڈی نوٹوں کی نکالنا چاہی۔

مہراب جنگ مسکرایا۔

"اسکی کچھ ضرورت نہیں ہے ہمارا اصول ہے کہ ہم کسی سے کچھ نہیں لیتے یہ ہوسکتا ہے کہ جب ہیلا (؟) مل جائیگی تو آپ سے اسکی تلاش میں جو کچھ صرف ہو اُسکی ادائگی کیلئے کہا جائے"

"لیکن میرے لباس اور ہیئت کذائی پر نہ جائیے میں آپ کو منھ مانگا نذرانہ پیش کر سکتا ہوں"

"یہ میں جانتا ہوں لیکن سردست کچھ نہیں چاہیئے"

کرسی سے اٹھا، چلنے کے لئے مڑا لیکن پھر رکا اور دریافت کیا۔

کیا آپ خدائی فوجداروں کو جانتے ہیں"؟

پھر آپ جناب نے قہقہہ لگایا اور دریافت کیا

"کون خدائی فوجدار"

"میں نے اپنے ملک میں سنا تھا اور کئی بار مرہٹی اخباروں میں چھپا بھی تھا کہ ان اطراف میں چند خدا کے بندے ہیں جو ایسے مجرموں کو پتہ لگا کر خود سزا بھی دیدیتے ہیں جو قانون کی گرفت میں تو نہیں آتے مگر بڑے بڑے ظلم اور جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آپ سب کچھ جانتے ہیں۔ یہ لوگ کہاں ملیں گے"!

"آپ کو انکی تلاش کیوں ہے"؟

"میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔ جن بدمعاشوں نے مجھے ایذا پہونچائی ہے وہ پولیس کے بس کے نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ شاید خدائی فوجدار میرا بدلہ لے سکیں اور ملک کو اُنکے ظلم وستم سے نجات دلائیں"۔

"جی نہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ خدائی فوجدار ہیں کہاں۔ اتنا البتہ سنا تھا کہ پولیس اُن سے خوش نہ تھی اور کئی معاملوں میں اُنھیں پھانسنا چاہا اسلئے وہ کہیں باہر چلے گئے ہیں"

"افسوس۔ میں اُن سے ملتا تو کہتا کہ جن بدمعاشوں نے مجھے ستایا ہے

*

وہ سوائے اُنکے کسی سے خوف نہیں کھاتے"
چلتے وقت مہرآب جنگ نے اپنا سگرٹ کیس گوکھلے کی طرف بڑھایا اور کہا۔
" لیکن آپ ایک نہایت ضروری بات بتانا بھول گئے ہیں"
" وہ کیا"
" اپنا پتہ ۔آپ دہلی میں کہاں مقیم ہیں؟"
" میں آج ہی یہاں آیا ہوں اور کشمیری ہوٹل میں اسباب رکھ کر سیدھا آپکے پاس چلا آیا" مہرآب جنگ رخصت کرنے کے لئے زینہ تک گیا۔
لوک بہادر نے صدر دروازہ کا پٹ کھولکر گوکھلے کو تمیز دار نوکروں کی طرح سلام کیا۔ گوکھلے نے جیب سے ایک روپیہ نکال کر لوک بہادر کی طرف بڑھایا اُسنے " اسکی کیا ضرورت تھی" کہہ کر روپیہ مٹھی میں دبایا اور اب کی بار بہت فرشی سلام کیا۔ پٹ بند کر کے اُوپر کے کمرے میں گیا۔ اور مہرآب جنگ اور مسعود کو بیٹھا دیکھ کر زور سے قہقہہ لگایا۔
" مرہٹہ بڑا فیاض آدمی معلوم ہوتا ہے دیکھو، ایک روپیہ مجھے چلتے وقت انعام دیا ہے"
مسعود نے جو پردہ کے پیچھے چھپا ہوا تھا ایک سگرٹ اُٹھایا اور سلگا کر کہنے لگا۔
" میں پردہ کی آڑ سے گوکھلے کا چہرہ اچھی طرح سے نہ دیکھ سکا مگر آواز سے اندازہ کرتا ہوں کہ بیچارہ بہت خوف زدہ اور پریشان ہے۔ کنور صاحب آپ

کی کیا رائے ہے؟"

"یہ صحیح ہے لیکن وہ اسقدر شکی مزاج کا آدمی معلوم ہوتا ہے کہ پوری طرح حال نہیں بتایا۔ مسعود تم اپنا حال کہو، جس بات کی تلاش میں گئے تھے انہیں کامیابی ہوئی؟"

مسعود نے سر کے اشارہ سے اثبات میں جواب دیا

لوک بہادر جواب تک روپیہ میز پر چٹکی سے گھوما کر مسکرا رہا تھا کہنے لگا۔

"مجھے بھی مسعود کے ساتھ اتفاق ہے۔ گوکھلے بہت وحشت زدہ ہے یہاں تک کہ بھرا ہوا پستول ہر وقت جیب میں رکھتا ہے۔ مہراب جنگ تم نے بھی دیکھا ہوگا؟"

"ہاں پستول کے دستہ کا ایک حصہ جیب میں مجھے بھی نظر آیا"۔ پھر آہستہ آہستہ کہا۔

"پہلا سوال یہ ہے کہ وہ کونسا گروہ بدمعاشوں کا ہے جس سے گوکھلے اسقدر خوف زدہ ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ہیرا بائی کون ہے اور کہاں ملسکتی ہے؟ تیسرا معمہ یہ ہے کہ بدمعاشوں نے گوکھلے کے ساتھ کیوں بدسلوکی کی اور اُسے گرم سلاخوں سے کیوں داغا"۔

مسعود نے سگرٹ کا کش لیکر دھواں چھت کی طرف پھینکا اور سنجیدگی سے کہا!

"ان سوالات کا حل میں جانتا ہوں، اسی کے ساتھ ایک سوال میں بھی

کرنا چاہتا ہوں، ہیرا بائی نے آج مرزا بلگرامی کے زنانہ مدرسہ میں تصویر کشی اور موسیقی سکھانے کی نوکری قبول کی ہے"۔

"مرزا بلگرامی کا مدرسہ اور تصویر کشی اور موسیقی! مسلمان لڑکیوں کا مدرسہ اور یہ بدعت۔ مرزا جو ایسا قدامت پسند ہے اور موجودہ زمانہ کی ہر بات کے خلاف تحریر اور تقریر سے شب و روز جہاد کرتا ہے، ایسا آزاد خیال کب سے ہو گیا؟ سخت تعجب ہے!"

"یہ قلب ماہیت ابھی حال میں ہوئی ہے۔ تین چار دن ہوئے اُسنے اپنے اخبار میں لڑکیوں کو کشیدہ کاری کی عمدہ تعلیم کی ضرورت پر لمبا سا مضمون لکھا تھا جسمیں کشیدہ کاری کیلئے پھول پتی بنانا اور مناظر قدرت کی تصویر کھینچنا ضروری ثابت کیا تھا۔ اسکے دوسرے دن وہ اشتہار شایع ہوا۔ جسکی غایت کی تلاش کے لئے تمنے مجھے مامور کیا تھا۔ اُس میں ایک ایسی معلمہ کی ضرورت بتائی تھی جو نقشہ کشی اور موسیقی کی تعلیم دے سکتی ہو۔ تمھیں یاد ہو گا اس اشتہار میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ یار حسن کو ترجیح دی جائیگی۔ یہ سب سوانگ اس لئے کیا گیا کہ ہیرا بائی اُسکے قبضہ میں آجائے۔ اشتہار کو دیکھکر ہم سب کی یہ رائے ہوئی تھی کہ یہ اشتہار مرزا کا دیا ہوا ہے اور وہ کسی نئے شعبدہ یا جرم کی تیاری کر رہا ہے۔ اشتہار کے جواب میں بہت سی درخواستیں آئیں، صرف ہیرا بائی کی درخواست کا جواب دیا گیا۔ صرف اسی کو معاملات طے کرنے کیلئے بُلایا گیا۔ آج دوپہر کو ہیرا بائی مرزا کے پاس آئی اور تصویر کشی اور موسیقی سکھانے پر نوکر رکھ لی گئی۔ سہ پہر کو مرزا اُسے ساتھ لے کر کشمیری دروازہ گیا اور انگریزی کا

تصویرکشی کا سامان اور کئی وضع کے باجے خرید لایا۔ اُسنے ڈیلریو کے قہوہ خانہ میں سہ پہر کو اُسے چار بھی پلائی آج شب کو پھر آبائی دریاآباد میں کوٹھی راحت منزل میں رستم جی کی مہمان رہیگی"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر لوک بہادر نے دریافت کیا۔

" اور تم خود کیا سوال حل طلب پیش کرتے ہو؟"

جنگ بہادر نے سنجیدگی سے کہا۔

" اسکے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں میں خیال کرتا ہوں مسعود کا سوال ہے کہ گوکھلے کب تک زندہ رہیگا؟"

" بیشک تم نے صحیح سمجھا۔ اب تم مرزا بلگرامی کی ذہنیت اور اُسکے جرائم کی اہمیت کو سمجھنے لگے ہو۔ گوکھلے کی خیر نظر نہیں آتی"

باب ۲

ہیرا بائی

چھاؤنی میرٹھ کے مغربی گوشہ پر صدر کی آبادی سے بہت دور ایک چھوٹی سی دو منزلہ کوٹھی میں دو پارسی عورتیں رہتی تھیں۔ ایک معمر مگر قویٰ کی مضبوط اور تندرست و توانا۔ دوسری نوجوان جسکی عمر ۲۰ سال سے زائد نہ تھی۔ ہیرا بائی کے باپ فریدوں جی نے یکایک انتقال کیا۔ ماں کا سایہ سر سے بچپنے میں جا چکا تھا۔ باپ کی وصیت کے موافق پھوپھی نے ہیرا بائی کو پونہ اور بمبئی کے بہترین مدارس میں تعلیم دلوائی۔ ہیرا بائی کو موسیقی اور مصوری میں خاص دستگاہ تھی۔ تعلیم سے فارغ ہوکر پھوپھی کے پاس رہنے لگی۔ اسکی پھوپھی شیریں بائی نے لڑکی کو بڑی محبّت سے پالا اور اسکی تعلیم پر نہ صرف اُسکے باپ کا اندوختہ خرچ کیا بلکہ اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصہ صرف کر دیا۔ ہیرا بائی کو اپنے متوفے ماں کی صورت تک یاد نہ تھی پھوپھی ہی کو ماں سمجھا اور آنٹی کہہ کر پکارتی تھی۔ شیریں بائی نے اول مدرسہ میں معلمی کی پھر اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس نسواں ہو گئی اور اس عہدہ سے پنشن لیکر میرٹھ رہنے لگی۔ پنشن کی آمدنی دونوں عورتوں کے لئے خاموشی سے زندگی بسر کرنے کو کافی تھی لیکن اتنی گنجائش

نہ تھی کہ کوئی سواری رکھی جاتی یا ہیرا بائی کو کسی یونیورسٹی میں بھیجکر اعلیٰ تعلیم دلوائی جاتی۔ ہیرا بائی اپنی تعلیم اور تربیت کے لحاظ سے نہایت غیور اور خود دار لڑکی تھی جوان ہوئی تو اسے اپنی پھوپھی کے ایثار اور محبت کا پورا احساس ہوا اور چاہتی تھی کہ کسیطرح اپنے بار سے پھوپھی کو سبکدوش کرے کئی مرتبہ ملازمت کی تلاش میں بمبئی اور حیدرآباد جانے کا تذکرہ پھوپھی سے کیا۔ مگر شیریں بائی نے اپنے سے علیحدہ رکھنا پسند نہ کیا۔ لڑکی خوش مزاج، ہنس مکھ اور خوبصورت تھی۔ دن بھر باغیچہ پھولوں کی نگہداشت یا تصویرکشی میں صرف کرتی شام کو پیانو اور ستار بجا کر شیریں بائی کا دل بہلاتی اور اکثر کتابیں پڑھ کر سناتی۔ ایک دن کئی گھنٹہ باغیچہ میں کام کرکے گھر میں واپس آئی تو میز پر ڈاک میں اخبار انیس ہند دہلی کا پیکیٹ ملا کھولکر دیکھا تو سوائے ہندو مسلمانوں کے مناقشہ اور لڑائی کے کچھ نہ پایا اشتہار کے صفحہ پر نظر ڈالی تو ذیل کے مضمون پر اٹک کر رک گئی۔

ضرورت ہے

مدرسہ نسواں دہلی کے لئے مصوری، نقشہ کشی اور موسیقی کی معلمہ درکار ہے کسی مستند تعلیم گاہ کی سند یافتہ لیڈی کو معقول معاوضہ دیا جاویگا۔ پارسن کو ترجیح دی جائیگی۔ شرائط ملازمت زبانی طے ہو سکتے ہیں۔ دہلی سے باہر کی رہنے والی کو سفر خرچ دیا جائیگا۔

المشتہر

مرزا بلگرامی۔ بلگرامی بلڈنگ چاندنی چوک دہلی

میرا بائی کو ابھی ملازمت کی تلاش تھی ۔ دہلی میرٹھ سے تھوڑی دیر کا راستہ ہے ۔ شیریں بائی کو بمبئی اور حیدرآباد جانے پر اعتراض تھا لیکن دہلی جانے پر کیا ہو سکتا ہے ۔ جوش میں آ کر شیریں کو آواز دی ۔

" مائی ! یہ دیکھو کیسی اچھی خبر ہے "

شیریں جو ایک طرف کوچ پر بیٹھی ہوئی اونی گلوبند بنا رہی تھی چونک پڑی ۔

" خیر تو ہے کیا کوئی خزانہ مل گیا ؟ "

" خزانہ سے بھی زیادہ ۔ دہلی کے مدرسہ میں ایک معلمہ کی ضرورت ہے ۔ موسیقی اور مصوری سکھانے کے لئے ..... مستند تعلیم گاہ کی سند یافتہ درکار ہے ۔ پونہ کا مدرسہ جہاں سے میں نے تعلیم پائی ہے ہندوستان میں بہترین درسگاہ ہے ۔ دہلی کچھ دور نہیں ہے ۔ میں ہر ہفتہ میرٹھ آ سکتی ہوں "

" لیکن بیٹا ، میرا دل کیسے لگے گا ۔ ہفتہ ، مہینوں اور سالوں کے برابر ہو جائیگا ، تمھاری وجہ سے بڑی دلبستگی ہے "

" تو مائی آپ بھی دہلی چلی آئیے گا ۔ میں آپکے ساتھ رہونگی ، میرٹھ میں رہتے رہتے آپ بھی گھبرا گئی ہیں ۔ یہاں دلچسپی کا کوئی سامان نہیں ۔ دہلی میں کثرت سے تفریح گاہیں ، تھیٹر اور سینما ہیں ۔ بڑا لطف رہیگا اس مکان کو کرایہ پر دیدینگے چھوٹا سا مکان نئی دہلی میں شاید مل جائیگا "

" بیٹا تم بچہ ہو ، زمانہ کے حال سے واقف نہیں ہو ۔ دہلی جیسے شہر میں طرح طرح کے اندیشے ہیں "

"آپ میرے ساتھ رہینگی تو اندیشہ کس بات کا ہے۔ یہاں بڑے بڑے جو کچھ میں نے سیکھا ہے اُسے بھی بھول جاؤنگی۔ آخر آپ نے بھی تو اِس عمر میں ملازمت اختیار کی تھی۔ مجھے کیوں منع کرتی ہیں"

"کام کرنا بڑی اچھی بات ہے اِسے میں کب بُرا کہتی ہوں لیکن دہلی دوسرے بڑے شہروں کی طرح مجھے پسند نہیں۔ آئے دن جھگڑے فساد آج قربانی گائے پر لڑائی ہے تو کل پیپل کی ڈالیوں پر۔ دنیا بھر کے جرائم پیشہ وہاں جمع ہیں اور پولیس اور فوج کے باوجود نت نئے جرائم ہوتے ہیں، طرح طرح کی آفتیں آتی ہیں۔ سانپوں کی وہ کثرت ہے کہ آئے دن کھلے میدانوں اور بازاروں میں لوگ مرے پائے جاتے ہیں"

"لیکن مائی جرائم پیشہ لوگوں کی سرکوبی کے لئے پولیس اور فوج کافی نہیں ہے تو خدائی فوجدار تو موجود ہیں جو خلق اللہ کی حفاظت کرتے ہیں اور ایسے بدمعاشوں کو جنھیں پولیس بھی اُنکے کیفر دار کو نہیں پہونچا سکتی۔ خود وہی معقول سزا بھی دیتے ہیں۔ پھر ڈر کس بات کا ہو؟"

"خدائی فوجداروں کا ذکر نہ کرو۔ وہ خود مجرموں سے بدتر ہیں اُنکے ہاتھ خون میں رنگے ہوئے ہیں غضب خدا کا گورنمنٹ بھی ان لوگوں کو سزا نہیں دیتی۔ سنتی ہوں ایک قتل کے معاملہ میں ان لوگوں پر جرم ثابت تھا مگر معافی مل گئی"

"مائی آپ انصاف سے کام نہیں لیتیں۔ اُنھوں نے کسی بیگناہ کو کب مارا یا ستایا ہے۔ جسے آپ قتل کہتی ہیں وہ تو بڑے ثواب کا کام تھا۔ ڈاکو اور دغابازوں کے سرگروہ کو جو مدت سے دہلی اور اُسکے نواح میں کھلے بندوں

قتل و غارت کا مرتکب ہوتا تھا۔ انھیں لوگوں نے پکڑا اور رات کے وقت چاندنی
چوک میں ایک درخت سے لٹکا کر پھانسی بھی دیدی۔ عوام پر انھوں نے کتنا بڑا
احسان کیا، جی چاہتا ہے یہ لوگ مل جائیں تو بڑی شاباشی دوں"
" لیکن سانپ کے کاٹنے کا انسداد ان لوگوں سے بھی نہ ہوسکا۔ سانپ کا خیال
کر کے میرے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔"
شیریں بائی نے سانپوں کے کاٹنے کا ذکر اسلئے کیا تھا کہ حال میں شہر دلی میں
کئی موتیں ایسی ہوئیں تھیں جن کی وجہ سے خلقت میں بے چینی پھیل گئی تھی۔ یہ
اموات غریبوں کے محلہ میں نہیں ہوئی تھیں جو کچے مکانوں میں آبادی کے کنارے
رہتے ہیں بلکہ اُن مقامات پر جہاں ہر وقت آمد و رفت رہتی ہے۔ دہلی بنک کا
ایک بابو سر شام چاندنی چوک سے لوٹا اور دریبہ کلاں میں جوں ہی اپنے مکان میں
جانے کے لئے دروازہ کھولا سانپ نے کاٹ لیا۔ اور مردہ پایا گیا۔ دوسرا آدمی
ملکہ کے باغ میں ٹینس کھیل رہا تھا کہ سانپ نے کاٹ لیا۔ باغ میں اُسوقت صدہا
آدمی تھے لیکن سانپ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ سانپ کے کاٹے
کا نشان ان لوگوں کے ٹانگوں پر نہ تھا بلکہ گردن اور کنپٹی پر۔
اِن واقعات سے دہلی میں عجیب عجیب افواہیں پھیل گئی تھیں۔ مائیں بچوں
کو باہر جانے سے منع کرتی تھیں۔ محتاط اور ڈرپوک آدمی سر شام سے دروازہ بند
بند کرلیتے تھے۔ دہلی آج سے نہیں ہمیشہ سے افواہوں کا آماجگاہ رہا ہے۔ کسی
کی زبان سے کوئی انوکھی بات نکلی اور تیزی کے ساتھ تمام شہر میں پھیل گئی۔
دہلی وہی شہر تو ہے جہاں کے چانڈو خانے میں کسی نے نادر شاہ کے مارے

جانے کا ذکر کیا کہ تمام شہر میں چرچا ہو گیا۔ ایرانی سپاہیوں پر حملے ہوئے اور اسکے پاداش میں نادر شاہ نے قتل عام کا حکم دیدیا۔ دہلی کے باشندوں پر جو قہر او مصیبت نازل ہوئی اُسے کون نہیں جانتا۔ خاندان کے خاندان چند گھنٹوں میں تلوار کے گھاٹ چڑھ گئے۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں۔

دہلی کے اخبار بھی اس معاملہ میں اُسکے باشندوں سے کم نہیں۔ کوئی موت کسی سبب سے ہو اُسے سانپ کے کاٹے پر محمول کرنے لگے۔ جو اخبار کھولئے ایک دو کالم اسکے لئے وقف تھا۔ کوئی سانپوں کے اقسام اور عادات پر مضمون لکھتا کوئی اسکے کاٹے کی دوا اور جھاڑنے پھونکنے کی ضرورت کو سمجھاتا۔

دہلی کا ایک مولوی کسی مرض میں مرا، ایک مہا سبھائی اخبار نے اُسے ہندو دھرم کا کرشمہ سمجھا اور ناگ دیوتا کی تعریف میں صفحے کے صفحے لکھ ڈالے۔

شیریں بائی نے ان مضامین کو بڑے غور سے پڑھا تھا اور یقین کامل تھا کہ دہلی میں ہر شخص کی جان خطرے میں ہے۔ لیکن نوجوان اور تعلیم یافتہ ہیرا بائی کو اسکی مطلق پرواہ نہ تھی اور دہلی جانیکا مصمم ارادہ کر لیا۔

باب ۳

مرزا بلگرامی

مثل مشہور ہے کہ دنیا بے وقوفوں سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ اسیطرح یہ بھی سچ ہے کہ دنیا میں دغابازوں کی کمی نہیں جو دوسروں کی سادہ لوحی اور اوہام پرستی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہندوستان ہی ایسا ملک ہے جہاں ہمیشہ سے دونوں قسم کے آدمیوں کی بہتات رہی ہے۔ یوں تو دوسرے ملکوں میں بھی ذہین اور ہوشیار آدمیوں نے وقتاً فوقتاً اپنی ذہانت اور خداداد قابلیت کا غلط استعمال کرکے بے اندازہ قوت اور اقتدار اور عوام پر قابو پانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ایسے لوگوں کو جانے دو جنھوں نے دغابازی اور قتل و غارت سے بڑے بڑے ملکوں پر قبضہ کرلیا ہے یا بے اندازہ دولت جمع کرلی ہے۔ لیکن زیادہ خطرناک ایسے لوگ ہوئے ہیں جو مذہبی پیشوا اور مصلح بنکر خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں۔ حسن بن سباح کا نام کسنے نہیں سنا۔ اُسنے تمام ایشیائی ملکوں پر اپنی دھاک بیٹھا رکھی تھی۔ بڑے بڑے حکمراں اور علماء دین شیخ الجبل کی فدائیوں کے خوف ہی کا خیال کرکے لرزتے تھے۔ اس دغاباز شیخ نے سادہ لوح آدمیوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھانسنے کیلئے دنیا میں ایک بہشت بھی بنا رکھی تھی۔

آپ کہیں گے کہ یہ پرانی زمانہ کی باتیں ہیں۔ اب علمی روشنی دنیا میں پھیلی ہوئی ہے
او ہام باطل کی تاریکی مفقود ہو گئی ہے۔ آزادی ضمیر کا دور دورہ ہے۔ قانونی
مساوات اور عمدہ نظم و نسق کا راج ہے حسن ابن سباح جیسے شخصوں کا وجود
ناممکنات سے ہے۔

یہ سب کچھ ہے لیکن ہندوستان کی خوبو ابھی تک بدلی نہیں اور یہاں بہ نسبت اور
ملکوں کے دغا بازوں اور جرائم پیشہ لوگوں کیلئے بہت وسیع میدان ہے۔

آئیے ہم آپ کا تعارف دہلی کی ایک ایسے ذات شریف سے کراتے ہیں جو
باوجود قانون اور حکومت کی سخت گیری کے پایۂ تخت دہلی میں بیٹھا ہوا اپنی دغابازی
اور عیاری کے زور سے کسطرح خلقت کو مسحور کئے ہوئے ہے۔

عین چاندنی چوک میں دریبہ کے متصل ایک عالی شان عمارت میں جو بلگرامی
بلڈنگ کے نام سے مشہور ہے مرزا بلگرامی کا دفتر ہے۔ نیچے کے حصہ میں ایک پریس
اور کتب فروشی کی دوکان ہے۔ دوسری منزل پر خود مرزا صاحب دن بھر
کام کرتے ہیں۔

دوپہر کے وقت ایک تانگہ بلگرامی بلڈنگ کے مقابل رکا ایک نوجوان
پارسن اتری، تانگہ والے کو دستی بیگ سے روپیہ نکالکر کرایہ دیا، عمارت کے نام کا تختہ
پڑھا۔ زینہ کے پاس ایک ملازم سے دریافت کیا کہ مرزا صاحب ہیں یا نہیں
پھر اپنا نام کارڈ ملازم کو دیا جو فوراً اوپر لے گیا۔ اسکی واپسی کا انتظار کر رہی تھی
کہ ایک جوان عمر کے آدمی نے جو سیاہ لمبا کوٹ اور ترکی ٹوپی پہنے تھا کسی قدر
گھبراہٹ مگر ادب سے سلام کیا اور دریافت کیا۔

"معاف کیجئے، کیا آپ مسز شیشہ والا ہیں اور بمبئی سے آئی ہیں میرے مالک نے ... سے موٹر لے کر آپ کے لانے کے لئے اسٹیشن بھیجا تھا۔ مجھے راستہ میں ذرا دیر ہو گئی اسٹیشن پہونچا تو گاڑی آچکی تھی اور مسافر باہر جا رہے تھے پلیٹ فارم پر آپ کو نہ پایا تو دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ ایک تانگہ پر سوار ہو کر چلی گئیں۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ میرے آقا مجھ پر خفا ہونگے"

ہیرا بائی نے شوفر کی گھبراہٹ اور پریشانی کو ہمدردی کی نظر سے دیکھا اور کہا۔

"تمھیں دھوکہ ہوا۔ اسوقت اسٹیشن سے ضرور آئی ہوں لیکن میرا نام ہیرا بائی ہے"۔

"تو شاید مجھے ٹھیک نام یاد نہیں رہا۔ آپ بمبئی سے آئی ہیں نا؟"

"نہیں، میں بیٹھے صدر رہتی ہوں اور اسوقت وہاں سے آئی ہوں"

"بائی جی معاف کیجئے میری گستاخی، جن بائی صاحبہ کو لانے کا مجھے حکم ملا تھا وہ کوئی اور ہیں۔ پھر اسٹیشن جا کر تلاش کرتا ہوں شاید ویٹنگ روم میں ہوں آج بڑی خفگی ہوگی"۔

سلام کر کے دوڑتا ہوا موٹر کی طرف چلا گیا۔

عین اسوقت ملازم اوپر سے آیا اور ہیرا بائی کو اپنے ساتھ لے گیا۔ دوسری منزل کے ایک کمرے میں ہیرا بائی کو بٹھا دیا۔ میز پر چند تصویروں کے اخبار رکھے تھے۔

"آپ ذرا دیر انتظار کیجئے اور اخباروں سے دل بہلائیے مرزا صاحب

کسی ضروری کام میں مصروف ہیں چند منٹ میں آپ سے ملینگے
دروازہ بند کرکے باہر گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور آدمی جو شکل شباہت سے منشی
معلوم ہوتا تھا، اندر آیا اور ہیرا بائی کو آنیکا اشارہ کیا۔
منشی نے ڈرتے ڈرتے ایک بڑے کمرہ کا دروازہ کھولا، ہیرا بائی اندر داخل
ہوئی اور دروازہ بند کردیا گیا۔ اس کمرے میں دیواروں پر بجائے تصویروں کے
عربی زبان میں بڑے بڑے طغرے آویزاں تھے۔ ایک طرف دو الماریوں میں
کتابیں تھیں۔ بیچ میں تخت پر ایک معمر آدمی جسکے چاروں طرف اخبار اور رسالے
پھیلے ہوئے تھے بڑی سی عینک لگائے کچھ لکھ رہا تھا۔ تخت کے سامنے
چھوٹی سی میز تھی جسکے قریب دو کرسیاں رکھی تھیں۔ آہٹ پاکر مرزا صاحب نے
دروازہ کیطرف نظر اٹھائی۔ عینک اتار کر ہیرا بائی کو غور سے دیکھا۔ ہیرا بائی کے
سلام کا جواب دیا اور کرسی کی جانب ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہیرا بائی بیٹھ گئی اور
اپنا ہینڈ بیگ میز پر رکھدیا۔ مرزا صاحب نے دریافت کیا۔

"آپ کا نام ہیرا بائی ہے اور آپ میرٹھ سے آئی ہیں؟"

"جی ہاں"

"آپ نے ہی میرے اشتہار کے جواب میں مدرسہ نسواں میں ملازمت کی درخواست
بھیجی ہے"

"جی ہاں"

"لیکن آپ بہت نوعمر ہیں۔ اور بچوں کو موسیقی اور تصویر کشی سکھانیکا کام
بڑے پتہ ماری کا ہے"

"اسے میں جانتی ہوں۔ پونہ کے اسکول میں ایک استانی کی بیماری کے زمانہ میں کئی مہینہ تک کام کر چکی ہوں اور لڑکیوں کے مزاج سے واقف ہوں"

"آپ نے عرضی کے ساتھ اپنے مصوری کے جو نمونے بھیجے ہیں وہ نہایت عمدہ ہیں۔ اور میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس نوعمری میں آپ نے اس قدر مہارت پیدا کی ہے۔ اُمید ہے کہ موسیقی میں بھی آپ کو کافی استعداد ہوگی۔ میں خود اس علم سے ناواقف ہوں کبھی کبھی قوالی اور نعتیہ غزلیں البتہ سن لیتا ہوں۔ اور میری رائے میں ایک سچے مسلمان کے لئے اتنا ہی کافی ہے لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب لڑکیوں کو بھی اس زمانہ کے ہنر سکھانے کی ضرورت ہے۔ جو مدرسہ میں نے کھول رکھا ہے اُس میں جب تک نئی تعلیم کا سب سامان نہ ہو لوگ لڑکیاں بھیجنا پسند نہیں کرتے۔ قومی خدمت کرنا ہے تو والدین کی یہ جدّت بھی گوارہ کرنا پڑے گی۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے اسکول میں نئی تعلیم کا سب سامان مہیّا کر دوں۔ سردست میں دو سو روپیہ ماہوار سے زیادہ تنخواہ نہیں دے سکتا۔ لیکن آپ نے کام اچھا کیا اور اسکول میں لڑکیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو آپ کی تنخواہ بڑھا دی جائیگی آپکو یہ تنخواہ منظور ہے؟"

ہیرا بائی کو ایسے معقول معاوضہ کا خیال بھی نہ تھا اور فوراً بولی۔

"مجھے منظور ہے۔ لیکن کام کب سے شروع کیا جاویگا؟"

"فوراً، آج ہی سے۔"

"لیکن یہ نہیں ہو سکتا۔ مجھے اپنی پھوپھی سے مشورہ کرنا اور یہاں

قیام کا بندوبست کرنا ہے"

"مجھے افسوس ہے۔ یہ ممکن نہیں کئی ایک درخواستیں اور بھی آئی ہیں اور فوراً فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کو منظور ہے تو آج ہی سے کام شروع کیجئے"

"لیکن میری پھوپھی بہت پریشان ہونگی۔ کیا دو دن کی مہلت نہیں ملسکتی کہ میں اُنھیں یہاں لے آؤں"

"بہت افسوس ہے۔ دیر کی مطلق گنجایش نہیں آپ تار بھیجکر اپنی پھوپھی کو یہاں کیوں نہیں بلالیتیں۔ رہا آپ کے ٹھہرنے کا عارضی انتظام، دہلی میں متعدد ہوٹل ہیں۔ آپ وہاں تنہا ٹھہرنا پسند نہ کریں تو میرے کئی پارسی دوست دہلی میں موجود ہیں۔ بہت معزز آدمی ہیں۔ یہ آسانی سے انتظام ہوسکتا ہے"۔

ہیرا بائی کو ایسی عمدہ ملازمت کا کھونا گوارہ نہ تھا۔ اور راضی ہوگئی مرزا نے تار کا فارم آگے بڑھایا ہیرا بائی نے ذیل کا پیام تحریر کردیا۔

شیریں۔ بائی۔ صدر۔ میرٹھ۔

"ملازمت مل گئی۔ میں آج واپس نہیں آسکتی۔ شب کو اسٹیشن پر ویٹنگ روم میں قیام کروں گی۔ صبح کی گاڑی سے آپ دہلی آجائیے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"

ہیرا بائی

مرزا صاحب اپنے تخت سے اُٹھے۔ برابر کا کمرہ کھولا۔ ایک گوشہ میں

پیانو اور ہارمونیم تھا۔ چند تصویریں دیوار پر آویزاں تھیں ایک طرف آئینہ کی میز تھی۔ سب سامان نئی وضع کا۔ ہیرا بائی کو تعجب ہوا کہ مرزا صاحب ہیں تو پرانے فیشن کے مذہبی آدمی لیکن سامان بڑے ٹھاٹھ کا رکھتے ہیں۔

"ہیرا بائی آپ تھوڑی دیر اس کمرے میں آرام کیجئے۔ پیانو اور ہارمونیم سے دل بہلائیے۔ میں اخبار کے لئے ایک ضروری مضمون لکھ رہا تھا۔ وہ ختم کر لوں تو آپ کو کشمیری دروازہ ضروری سامان تصویر کشی وغیرہ خریدنے کے لئے لے چلوں"

دروازہ بند کر کے مرزا صاحب اپنے تخت پر واپس گئے۔ ہیرا بائی کا تار اٹھا کر پڑھا اور پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ ایک فارم لیکر ذیل کا پیام تحریر کیا۔

"ملازمت مل گئی۔ مبارک ہو آپ پریشان نہ ہوں دو تین دن بعد واپس آسکونگی"

پھر ٹیلیفون پر مرزا صاحب نے کسی سے باتیں کیں اور مضمون لکھنے میں مشغول ہو گئے۔

باب ۴

رستم جی

دروازہ کھلا اور بغیر اطلاع کئے مرزا ملگرامی کے کمرے میں ایک شخص داخل ہوا جو سر سے پیر تک خوش پوشاکی اور تندرستی کا بہترین نمونہ تھا۔ اوسط قد سرخ و سفید رنگت گول چہرہ، بڑی بڑی لمبی سیاہ آنکھیں لمبی مونچھیں جو قیصر جرمنی کی وضع پر اوپر چڑھی ہوئی تھیں کسی بڑی دوکان کے سلے ہوئے تازہ ترین نمونہ کے انگریزی کپڑے پہنے ہوئے ہاتھوں پر سفید دستانے چڑھے ہوئے اور ٹوپی ہاتھ میں لئے مرزا کی طرف بڑھا اور بڑے تپاک سے کہا۔

"مزاج شریف، مرزا صاحب، آپ کی کامیابی پر مبارکباد دینے آیا ہوں"

مرزا نے قلم ہاتھ سے رکھا، کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"خوب ہوا آپ آ گئے، گھوڑ دوڑ کے متعلق کیا خبر ہے"؟

رستم جی نے آہستہ آہستہ دستانے اتار کے میز پر ٹوپی کے قریب رکھ دئے اور کرسی پر بیٹھ کر کہنے لگا۔

"مرزا صاحب اپنی کامیابی کے زعم میں آپ کو حق ہے کہ میرے ساتھ مذاق کریں۔

گھوڑدوڑ کا ذکر فضول ہے، وہاں اب رکھا کیا ہے۔ دس بیس ہزار روپیہ کبھی کبھی ملجایا کرتے تھے لیکن جب سے اصطبل کا نیا منیجر آیا ہے کسی کو گھوڑوں کے پاس نہیں جانے دیتا اور میری پرانی ترکیب چلنے نہیں پاتی"

" اسکی چنداں پرواہ نہ کرو۔ ہیرا بائی مل گئی ہے۔ چند روز میں نہ تمھیں گھوڑدوڑ اور تاش بازی کی کامیابی کی ضرورت ہوگی، نہ مجھے قومی اور مذہبی کتابیں اور مضامین لکھنے کی"

" اور تبلیغ و اشاعت مذہب کے گورکھ دھندے کا کیا حال ہے؟"

" فی الحال اسکی بھی کساد بازاری ہے۔ خدا سمجھے اخبار آئینہ کے مولوی نما، کرسٹان صفت اڈیٹر کو اُسنے ایسا بھانڈا پھوڑا ہے کہ اب وہ چشمہ بھی خشک ہوتا جاتا ہے۔ علاوہ اسکے ہندو مسلمان ایک دوسرے کے خون کے اب ایسے پیاسے نہیں رہے جیسے پہلے تھے۔ اور دونوں قومیں ایک دوسرے کے قریب آتی جاتی ہیں۔ باوجود کوشش کے نہ کہیں بلوے ہوتے ہیں۔ نہ مقدمہ بازی، پھر میرے کاغذی گھوڑدوڑ کی کامیابی کی کیا اُمید ہوسکتی ہے"

" لیکن جاسوسی تو کہیں نہیں گئی۔ اُسکا کیا حال ہے؟"

" اسکی بھی اُسی وقت تک قدر تھی جب تک میری اخباری ہلچل کامیاب تھی۔ پھر اُسمیں ملتا ہی کیا ہے۔ وہ تو محض دوسری سرگرمیوں کی پردہ پوشی اور رفع شر کے خیال سے مفید تھی۔ لیکن اب اطمینان اور آرام کا زمانہ قریب ہے اس معاملہ میں کامیابی ہوگئی تو ہم ہندوستان کے بڑے سے بڑے دولتمند آدمی کا مقابلہ کرسکیں گے"

اس گفتگو سے ناظرین نے اندازہ کیا ہوگا کہ مرزا بلگرامی کے فریب کا جال کتنی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ مذہبی اور تعلیمی معاملات میں دلچسپی صرف ٹٹی کی آڑ تھی جس کے پیچھے بیٹھ کر یہ شخص شکار کھیلتا تھا۔ اور اس خیال سے کہ حکام وقت کو اسکی مجرمانہ حرکات کی جانب شبہ نہو وقتاً فوقتاً اپنے اثر اور ذہانت کو انکی خدمت میں پوشیدہ طور پر صرف کرتا تھا۔ یہ سوائے اسکے اپنے آدمیوں کے کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیسوں بلوے اور کشت و خون اطراف ملک میں ان ہی حضرت کی بدولت ہوتے ہیں۔ اور مختلف طریقوں سے روپیہ اسکے ذاتی خزانہ میں جمع ہوتا تھا دہلی کے کئی قتل جنکا آج تک پتہ نہ چلا، اُن میں مرزا کے گرگوں کی شرکت تھی۔ کتنے ساہوکاروں اور کارخانہ داروں کا دوالہ نکل گیا وہ بھی مرزا کی بدولت۔ رستم جی جسکے ساتھ ایسی راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں مرزا کا شریک کار اور قوت بازو تھا۔ عام طور پر دہلی میں مشہور تھا کہ بمبئی کا ساہوکار ہے جسنے جنگ کے زمانہ میں فوجی سامان مہیا کرنیکے ٹھیکے لیکر بہت دولت پیدا کی ہے۔ لیکن اصلیت کچھ اور تھی۔ گھوڑ دوڑ کے میدان میں اصطبل کے ملازمین یا چابک سواروں سے ملکر جس گھوڑے کو چاہتا آگے بڑھاتا اور جسے چاہتا پیچھے رکھتا، اسطرح لاکھوں روپیہ اسکی جیب میں پہونچ جاتا اور صدہا آدمی تباہ ہوتے تھے۔ بڑے بڑے کلبوں میں جاکر تاش کھیلتا بازیاں ہارتا۔ مگر نوجوان والیانِ ملک۔ اور تعلقداروں سے دوستی پیدا کرکے اُنھیں اپنی عالیشان کوٹھی واقع دریا باد میں بلاتا۔ بڑی پر تکلف دعوتیں دیتا اور رہنے ہوئے تاش کے پتوں کی مدد سے ہزارہا روپیہ جیت لیتا کتنے رئیس زادے اسکی بدولت

قرض کے پھندے میں گرفتار ہو گئے۔ اور اکثر نے خودکشی کر لی۔ علاوہ عالیشان کوٹھی باغ اور قیمتی گھوڑوں اور موٹروں کے رستم جی کے سامان عیاری میں کئی نوجوان عورتیں بھی تھیں جو تھیٹروں اور دیگر تفریح کے مقامات سے نوجوان رئیس زادوں کو پھانس کر رستم جی کے جال میں لے آتی تھیں۔

ظاہر ہے کہ ایسے شاطر اور ہوشمند آدمی کی شرکت مرزا بلگرامی کے لئے بہت کارآمد تھی۔ اہم معاملات میں رستم جی کا مشورہ ضروری تھا ہیرا بائی کا قبضہ میں آجانا اُس بڑے کام میں جسے مرزا اپنی زندگی کا روشن ترین کارنامہ سمجھتا تھا، اہمیت سے خالی نہ تھا۔ اسوقت حل طلب مسئلہ یہ تھا کہ ہیرا بائی کو کہاں رکھا جائے۔

"اور آپ نے ہیرا بائی کو کہاں رکھا ہے؟"

"سردست وہ برابر کمرے میں ہے۔ اس مسئلہ میں تم سے مشورہ کرنا ضروری تھا"

"میرا اُس سے یہاں روشناس ہونا مناسب نہیں ایسا نہ ہو کمرے کے باہر آجائے۔ آئیے کسی اور جگہ باتیں کریں"

"اسکا اندیشہ نہیں ہے کیونکہ میں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا ہے"

رستم جی نے مرزا کو بڑی حقارت اور غصہ سے دیکھا اور کہا۔

"مرزا صاحب باوجود اپنی قابلیت اور ہوشیاری کے آپ نازک موقعوں پر بڑے گدھے پن سے کام لیتے ہیں، جاؤ فوراً دروازے کا کھٹکا کھول دو۔ اگر اسکو گمان بھی ہوا کہ وہ یہاں قید کرنے کی غرض سے بلائی گئی ہے تو قیامت ہو جائیگی۔ بنا بنایا کھیل بگڑ جائیگا"

"پھر کیا کیا جائے۔ احتیاط نہ کی جائیگی تو ممکن ہے کہ یہ لڑکی جو ہر لحاظ سے سونے کی چڑیا ہے ہاتھ سے جاتی رہے۔"

"تم کو خدا نے معمولی مجرم بنایا تھا، پیشہ ور مجرموں کے بھدّے اور بھونڈے ذرائع استعمال کرنے کا خیال تمھارے دماغ سے کبھی نہیں نکلتا۔ اِن معاملات میں میں تمھارا شریک کار نہ ہوں تو معلوم نہیں کیا ہو۔ ہیرا بائی اسطرح رکھے جانے کے شے نہیں۔ اُسے موٹر میں بٹھا کر باہر سیر کو لیجاؤ اور ہر طرح کا اطمینان دلاؤ۔ شام کو میں کسی لڑکی کو بھیجوں گا جو اُسے دریا باد میرے مکان پر لے آئیگی۔ وہاں بآرام رہ سکتی ہے"

"لیکن اُن بدذات خدائی فوجداروں کا بھی خیال رہے۔ اس معاملہ میں اُنھوں نے ٹانگ اڑائی تو مشکل ہو گی"

"ڈرنے کی کیا بات ہے۔ کل ہمارے سب آدمی جو گوکھلے کی تلاش میں گئے تھے واپس آگئے ہیں۔ اگرچہ اُنھیں گوکھلے کا راز معلوم نہ ہو سکا۔ لیکن گوکھلے دہلی آگیا ہے کوئی دوسری تدبیر اختیار کی جائیگی۔ کوئی تازہ بات معلوم ہو تو مجھے ٹیلیفون پر اطلاع دینا۔ خدائی فوجداروں کی سرکوبی کیلئے ہمارے پاس کافی آدمی ہیں اچھا خدا حافظ میں جلد ہی لیں ہوں آج گھوڑ دوڑ جانا ہے"

باب ۵

رستم جی کی ہمشیرہ

مرزا بلگرامی نے مضمون ختم کر کے مطبع میں بھیجا۔ تکیہ کے نیچے سے آئینہ کنگھا لیکر تخت پر بیٹھے بیٹھے اپنی ڈارھی اور سر کے پریشان بال درست کئے لمبی کاکلوں میں بل ڈالے۔ سرمہ لگایا۔ اور ایک ریشمی عبا پہنا۔ ہیرا بائی کو ساتھ لے کر کشمیری دروازہ گیا۔ ایک انگریزی دوکان سے ہیرا بائی کی پسند کے موافق نقشہ کشی اور مصوری کا بہت سا سامان خریدا۔ چاء کا وقت ہو گیا تھا۔ سامنے ڈیلرو کی دوکان میں داخل ہوا۔ اور چاء، کیک اور پھل وغیرہ لانے کا حکم دیا۔ یہاں کافی مجمع تھا۔ ہر طرف چھوٹی چھوٹی میزوں کے گرد عورتیں اور مرد چاء پینے اور باتیں کرنے میں مشغول تھے۔ دوکان کے ایک حصہ میں بینڈ بج رہا تھا۔ ایک گوشہ میں ہیرا بائی نے ایک نوجوان کو بیٹھے دیکھا جسکی صورت اُس شوفر سے ملتی تھی جو اُسے مرزا بلگرامی کے دفتر کے باہر دوپہر کو ملا تھا۔ لیکن اسوقت لباس دوسرا تھا۔ خیال کیا کہ شاید دھوکا ہوا۔ غریب شوفر ایسی اونچے درجہ کی دوکان پر چاء پینے کیوں آئیگا۔

بازار سے واپس آئے کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک نوجوان خوبصورت

عورت اُسکے کمرے میں داخل ہوئی اور بڑے تپاک سے کہا۔

"ہیرا بائی آپ ہی ہیں۔ میرا نام کملا بائی ہے۔ یہ دیکھو ابھی میرٹھ سے تار آیا ہے۔ تمھاری پھوپھی شیریں بائی نے بھیجا ہے۔ ہم لوگ یہاں موجود ہیں تو آپ کو تنہائی کا اندیشہ نہ ہونا چاہیئے"

ہیرا بائی کو اس نوجوان عورت کی وضع و قطع، بے تکلفانہ گفتگو اور تصنع آمیز لب و لہجہ پر قدرے تعجب ہوا۔ نئی وضع اور مغربی تقلید کی مہر ہر چیز پر نظر آتی تھی۔ سر کے بال کٹے ہوئے مگر دونوں کانوں کے آگے لمبی کا کلیں سیاہ ناگ کی طرح خمدار اور پریشان نہ تھیں بلکہ تازہ ترین وضع پر بالوں کے گچھے سرخ اور چمکدار رخساروں کے نزدیک کالی گھٹا کی طرح جھکے ہوئے تھے۔ گالوں کی شوخی پوڈر اور غازہ کی مدد سے دوبالا کی گئی تھی۔ پتلے ہونٹوں پر معمول سے زیادہ سُرخی مصنوعی رنگ کا پتہ دیتی تھی۔ بڑی بڑی گول آنکھوں سے بچپن جیسی معصومیت کا اظہار ہوتا تھا مگر ایک آنکھ کا بات بات پر دبانا اس ظاہری بھولے پن کا راز افشا کئے دیتا تھا، سُرخ شوخ رنگ کی پھولدار ساری معمول سے زیادہ اونچی بندھی ہوئی تھی جس سے نصف سے زیادہ موٹی مگر سڈول پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں، ہاتھ شانوں تک آستین کی قید سے آزاد تھے۔ گردن اور سینہ کا بالائی حصّہ نئی وضع کے خوشنما جمپر کے باوجود کُھلا ہوا، اگرچہ نظر فریب تھا لیکن ہیرا بائی جیسی تعلیم و [illegible] اور خیالات کی لڑکی کے معیار ناموس اور ستر پوشی سے گرا ہوا تھا۔

"میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں لیکن میری پھوپھی نے مجھ سے کبھی ذکر

نہیں کیا کہ وہ آپ کو جانتی ہیں۔"

"مجھے تعجب ہے، شیریں بائی سے ہمارے قدیم تعلقات ہیں، میں مدت سے یہاں نہ تھی مگر وہ میرے بھائی صاحب کو جانتی ہیں، تمہاری تنہائی کا خیال کرکے انھیں بھائی صاحب یاد آئے ہونگے۔ اور انھوں نے یہ تار بھیجا ہے۔ میرے ساتھ چلو شام ہوئی جاتی ہے۔ نئی دہلی کی طرف موٹر پر بیٹھ کر چلیں۔ رات کو ہماری کوٹھی ہی راحت منزل میں آرام کرنا۔ اُف، یہ کمرہ کیسا تنگ و تاریک ہے میرا تو اتنی دیر میں دل لوٹا جاتا ہے۔"

"کیا آپ کے بھائی صاحب یہاں آپ کے ساتھ آئے ہیں؟"

"بھائی صاحب کاروباری آدمی ہیں، بہت مصروف رہتے ہیں شام کے وقت واپس آئینگے، تم اُن سے ملکر بہت خوش ہوگی۔ ایسے ٹھاٹھ کا آدمی تمنے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔"

ناتجربہ کار اور شریف طینت ہیرا بائی کو کیا معلوم تھا کہ یہ نوجوان عورت جو تتلی کی ایسی بنی سنوری سامنے کھڑی ہے، کسی زبردست شخصیت کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح کام کر رہی ہے۔ اپنا دستی بیگ اُٹھا کر ساتھ ہولی، اور بڑے نفیس اور شاندار موٹر کار میں بیٹھ کر نئی دہلی کی طرف روانہ ہوئی۔ بلگرامی بلڈنگ سے کچھ دور کے فاصلہ پر جو موٹر کھڑا تھا اُسکا ڈرائیور اپنی جگہ بیٹھا ہوا مرزا کے دفتر کے جانب غور سے دیکھ رہا تھا۔ لڑکیوں کے روانہ ہونے کے بعد تھوڑی دیر انتظار کیا پھر تیزی سے اپنا موٹر نئی دہلی کی طرف بڑی موٹر کے پیچھے لے گیا۔

باب ۶

گوکھلے کا قتل

گوکھلے کے جانے کے بعد تینوں دوست مسئلہ کی اہمیت پر غور کرنے لگے مسعود نے ایک اور سگرٹ سلگایا۔ کچھ دیر کمرے میں ٹہلا اور کہنے لگا۔

" میری مصروفیت سے آپ کو یقین ہوا ہو گا کہ میں بیکار نہیں رہا ہوں۔ مرزا بلگرامی جسکے ظاہرہ تقدس اور مذہبیت کی وجہ سے ہم لوگ بھی آج تک دھوکے میں تھے معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ اسوقت اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا کسی نئے جرم کی ارتکاب کی فکر میں ہوگا۔ بظاہر ہیرآبادی کو کوئی خطرہ نہیں ہے اور آج شب کو رستم جی کی شاندار کوٹھی راحت منزل میں بسر کریگی۔ لیکن مجھے گوکھلے کی خیر نظر نہیں آتی ہے۔ اور سوال یہ ہے کہ اسکی جان کس طرح بچائی جائے"

مہراب جنگ نے سنجیدگی سے کہا

" مجھے مطلق پسند نہیں ہے کہ ہیرآبادی رستم جی کے پنجہ میں ایسی آسانی سے پھنس جائے۔ اس کا راحت منزل میں قیام کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے"

لوک بہادر جواب تک خاموش تھا بولا۔

"لیکن اس معصوم لڑکی کو وہاں رہنے کیوں دیا جائے؟"

مہرآب جنگ "ٹھیک کہتے ہو۔ میری بھی یہی رائے ہے"

مسعود نے اس سے اتفاق کیا لیکن جوش سے کہا۔

"سب سے پہلے گوکھلے کی خبر لینا چاہیئے۔ مرزا کے آدمی اسکی تاک میں ہونگے۔ بہتر ہوگا کہ اُسے یہاں لے آئیں اور رات کو ہمارے ساتھ رہے"

لوک بہادر کو گھر پر چھوڑا۔ وہ تنہا بیٹھا ہوا ایسے مسائل کی گتھی اپنے دماغی قابلیت سے سلجھایا کرتا تھا۔ اکثر افسران پولیس بھی پیچیدہ مقدمات میں اسکی رائے لیا کرتے تھے۔ مسعود اور مہرآب جنگ موٹر میں بیٹھ کر کشمیری ہوٹل پہونچے۔ گوکھلے اپنے کمرہ میں نہ تھا۔ کمرہ بند تھا لیکن ہوٹل کے ملازم نے کہا کہ وہ چارپیکر پارک کی طرف چلے گئے ہیں۔ شام ہو گئی تھی۔ گوکھلے کا اتنی دیر تک تنہا باہر رہنا اندیشہ سے خالی نہ تھا۔ مسعود نے تیزی سے موٹر چلائی اور پارک کا رُخ کیا۔ راستہ میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن سگار منھ میں دبائے پارک کی طرف جاتے ہوئے ملے۔ مہرآب جنگ کے اشارہ کرنے پر مسعود نے موٹر کو رُوکا اور ڈاکٹر سے کہا

"آئیے ڈاکٹر صاحب ہمارے ساتھ چلئے ہم بھی پارک میں سیر کرنے جا رہے ہیں"

ڈاکٹر نے بڑے تپاک سے کہا

"تم لوگوں کو پارک میں سیر کرنے کی فرصت کہاں۔ سچ کہو کیا معاملہ ہے؟"

"ہم لوگ گوکھلے نامی ایک مرہٹہ کی تلاش میں ہیں، چاہتے ہیں کہ آج شب کو اُسے اپنے ساتھ کھانا کھلائیں"

"مرہٹہ کی ملاقات سے مجھے کیا ملے گا۔ یہ کہو کوئی بات میری دلچسپی کے لائق بھی ہے؟"

"کیوں نہیں، یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ مالوہ کے جنگلوں میں لوگوں کے جسم کو گرم لوہے سے کسطرح داغا جاتا ہے تو ہمارے ساتھ چلو"

ڈاکٹر نے قہقہہ لگایا اور موٹر میں بیٹھ کر کہا۔

"لوہے سے داغنے کے نشان طبی لحاظ سے چنداں دلچسپی نہیں رکھتے لیکن تمھارا مرہٹہ مہمان نہ ملا تو مجھے ناخواندہ مہمان سمجھ کر کھانا کھلانا۔ آجکل دلچسپی کا کوئی سامان نہیں۔ شاید تم لوگ اپنے کسی تازہ کارنامہ کے حالات بیان کرو۔ اتنو سانپ نے بھی کاٹنا بند کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کسی سوراخ میں گھسکر مرگیا"

"ممکن ہے کہ آجکل کینچلی میں ہو، کیا تعجب ہے کہ کینچلی بدل کر پھر کاٹنے لگے"۔

ڈاکٹر جو بڑا خوش مزاج مگر سادہ لوح تھا زور سے ہنسا اور موٹر پارک میں داخل ہوئی۔

شام ہو چکی تھی لوگ گھروں کو واپس جارہے تھے ٹینس کھیلنے والے بھی اپنی گاڑیوں میں سوار ہورہے تھے۔ چاندنی چوک کے پھاٹک سے

ریلوے اسٹیشن تک گھومے مگر گوکھلے نظر نہ آیا۔ پھر واپس ہوئے سڑک سے علیحدہ مولسری کے درخت کے نیچے ایک بنچ پر گوکھلے کو بالکل خاموش پیر پھیلائے بیٹھا دیکھا۔ مسعود نے اشارہ کیا۔ موٹر رکی۔ یہاں ایک پولیس کا کنسٹبل بھی سڑک پر کھڑا ہوا بنچ کی طرف تاک رہا تھا۔ اُس نے ڈاکٹر کو پہچانا اور کہا۔

"میں بڑی دیر سے اِس آدمی کو نظر میں رکھے ہوئے ہوں۔ بہت دیر ہوگئی۔ اسی طرح بے حس بیٹھا ہوا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کوئی گرہ کٹ تو نہ ہو۔ تین چار دن ہوئے پارک کے اس گوشہ میں ایک مارواڑی ساہوکار کی جیب سے کسی نے نوٹ نکال لئے تھے"

مہراب جنگ گوکھلے کی طرف بڑھا۔ قریب پہونچا تو دیکھا کہ اسکی آنکھیں کھلی ہوئی ہاتھ بنچ پر بے حس حرکت پڑے ہوئے۔ سر بنچ کے تکیہ پر رکھا ہوا۔ چہرہ کی رنگت تانبہ کی طرح چمکتی ہوئی۔ فوراً باواز بلند کہا۔

"مسعود، ڈاکٹر جلد یہاں آؤ"۔

مسعود موٹر سے کود کر آگے بڑھا۔ مہراب جنگ نے گوکھلے کا سر بنچ کے تکیہ سے ہٹایا ہی تھا کہ دھم سے گر پڑا۔ ڈاکٹر نے دو زانو ہوکر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے کہا۔

"مر گیا...... بڑے غضب کی بات ہے"

" انگلی سے گردن کی طرف اشارہ کیا جہاں ایک سُرخ نشان اُبھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

مہراب جنگ کے دریافت کرنے پر ڈاکٹر نے کہا:۔

" سانپ کے کاٹنے کا نشان ہے!"

دلیری اور بیباکی کی کوئی حد باقی نہ رہی۔ شہر دہلی کے وسط میں وکٹوریہ پارک جیسا تفریح کا مقام جہاں ہر وقت آدمیوں کا مجمع رہتا ہے، پولیس کنسٹبل کی موجودگی کے باوجود گو کھلے کا اسطرح مارا جانا تعجب سے خالی نہ تھا۔ بیچارہ کنسٹبل سخت پریشان تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اُسے سخت سزا ملیگی ڈاکٹر سے کہنے لگا۔

" حضور! اسمیں میرا کچھ قصور نہیں۔ میں بڑی دیر سے اِس آدمی کی نقل وحرکت کو دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر روش پر ٹہلتا رہا پھر بنچ پر بیٹھ گیا، اور آپ نے اس حالت میں پایا۔"

"کیا کسی نے اس سے باتیں کی تھیں؟"

" نہیں حضور، کسی نے نہیں، شام کے وقت پارک میں بہت سے آدمی تھے لیکن کوئی اسکے نزدیک نہیں گیا"

مولسری کے درخت کے نیچے بنچ سے قریب گلاب کی ٹٹی تھی اسکی طرف اشارہ کرکے مہراب جنگ نے پوچھا

"تمنے کسی آدمی کو اس ٹٹی کے پیچھے تو نہیں دیکھا؟"

"جی نہیں مجھے خیال نہیں، بظاہر کوئی یہاں نہیں آیا"

مہراب جنگ نے ٹٹی کے پیچھے جاکر دیکھا تو گھانس کی نمی پر جوتے کے نشانات پائے گئے،

"ڈاکٹر صاحب۔ اب ہم لوگ جاتے ہیں، گھر جاتے ہوئے کوتوالی میں اطلاع کر دوں گا تاکہ لاش کے ہٹانے کا انتظام کیا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک بند گاڑی آئی اور گوکھلے کی لاش کو لے کر اسپتال کی جانب روانہ ہوئے۔

تینوں دوست بلی آباران میں جمع ہوئے، کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔ پھر مسعود نے لوک بہادر سے کہا،

"تم ٹھیک کہتے تھے، جس سانپ کو لوگ مُردہ تصور کرتے تھے ابھی زندہ ہے۔ آج غریب گوکھلے کی باری تھی۔ لیکن یہ تو کہو کہ میں کب تک اس ظالم سانپ کے حملہ سے محفوظ رہوں گا۔"

لوک بہادر مسکرایا۔

"جسطرح نشیب کی طرف پانی بہتا ہے اور ضرور بہتا ہے۔ اسیطرح یہ بھی یقین ہے کہ آج نہیں تو کل ضرور سانپ تمھاری طرف دوڑیگا۔"

"آخر غریب الوطن گوکھلے کا کیا قصور تھا۔ اسے دہلی آئے چند گھنٹے ہوئے تھے۔"

"یہ قصور کیا کم تھا کہ وہ ہماری امداد اور مشورہ کا طالب ہوا، سانپ کا مالک ہماری مداخلت کو سب سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔"

"اب کچھ شبہ باقی نہیں رہا، ہمارا خیال درست تھا کہ سانپ اٹکل پچو طریقہ پر نہیں کاٹتا بلکہ اسکا شکار وہی لوگ ہوتے ہیں جو مرزا بلگرامی کے ہمدرد ہوتے ہیں۔ گوکھلے ہیرابائی کی تلاش میں تھا، اور امداد کیلئے

ہمارے پاس آیا۔ ہیرا بائی اسوقت مرزا کے قبضہ میں ہے۔ سانپ کا کاٹنا لازمی تھا"

"افسوس گوکھلے یہ بھی نہ بتانے پایا تھا کہ اُسکے راز کا ہیرا بائی سے کیا تعلق ہے اور معاملہ کیا ہے۔ موت نے اُسکی زبان بند کر دی، ہم نے امداد کا وعدہ کیا تھا۔ مگر شرم کی بات ہے کہ اسکی حفاظت تک نہ کر سکے۔ اب ہیرا بائی کی خبر لینا چاہیئے"

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر وقار حسین خفیہ پولیس کا کارگذار افسر کمرے میں داخل ہوا کرسی پر بیٹھ کر بڑی سنجیدگی سے کہا:۔

"کنور صاحب مجھے معلوم ہوا ہے کہ جسوقت گوکھلے پارک میں مُردہ پایا گیا آپ وہاں موجود تھے۔ جس سانپ کو خلقت مردہ تصور کر چکی تھی پھر زندہ ہو گیا۔ سر شام پارک جیسے تفریح کے مقام پر جہاں پولیس ہر وقت تعنات رہتی ہے ایسا حادثہ ہونا تعجب خیز ہے۔ حکام بالا دست کو اندیشہ ہے کہ اس سانپ کا سر جلد نہ کچلا گیا تو بڑی بدنامی ہوگی۔ عوام میں اتبک یہ خیال تھا کہ سچ مچ کا سانپ ہی۔ لیکن آپ اور ہم جانتے ہیں کہ یہ سانپ نئی قسم کا ہے جب کاٹتا ہے جسم کے بالائی حصہ پر۔ جو سپیرا اس سانپ کو قابو میں کئے ہوئے ہو اُسکا پتہ جلد چلنا ضروری ہے۔ کیا آپ ہماری امداد کریں گے؟"

"بڑی خوشی کے ساتھ"

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ گوکھلے آپ سے ملنے آیا تھا۔ کیا باتیں ہوئیں؟"

"بہت متوحش نظر آتا تھا اور ہیرا بائی کی تلاش کیلئے ہمسے درخواست کی۔"
"ہیرا بائی کون ہے اور کہاں رہتی ہے۔ اور گو کھلے کیوں اسکی تلاش میں تھا؟"
"ہیرا بائی آج مرزا بلگرامی کے ہاں تصویر کشی کیلئے ملازم رکھی گئی ہے۔
رات کو سہراب جی کے یہاں قیام کریگی اسکے بابتہ کچھ نہیں بتایا کہ اسکے
راز کو ہیرا بائی سے کیا تعلق ہے"
"تو میرا خیال غلط نہ تھا۔ مرزا بلگرامی جو اسقدر تقدس اور مذہبیت کا دعوے
کرتا ہے اور سرکاری خیر خواہی میں اتنا پیش پیش رہتا ہے، خطرناک مجرم ہے"
"یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے کہ ہیرا بائی کو محض اسکول کی ترقی کے
خیال سے ملازم رکھا ہو"
"سردست سوال یہ ہے کہ غریب گوکھلے سے کسی کو کیا خطرہ تھا کہ اس
سُرعت کے ساتھ اُسے قتل کیا گیا۔ آپ لوگوں سے اُسنے مفصل حال نہیں
بتایا ممکن ہے کہ اسکے جاء قیام پر کچھ کاغذات ہوں جن سے کچھ معلوم ہو سکے
آئیے میرے ساتھ کشمیری ہوٹل چلئے"

باب ۷

سُونے کا بُدھ

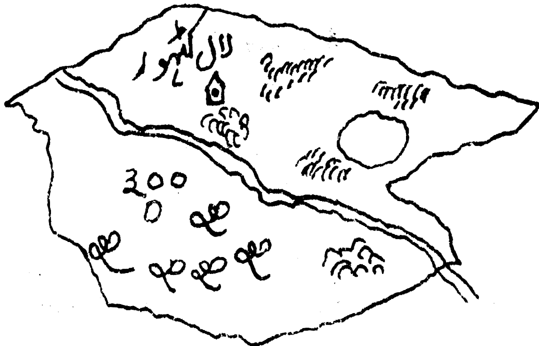
ہوٹل کے دوسرے منزل کا کمرہ جس میں گوکھلے کا سامان بند تھا۔ کھولا گیا۔ ایک گوشہ میں بستر بند جو ابھی کھولا بھی نہیں تھا ایک ٹرنک پر رکھا ہوا تھا۔ بستر بند میں کوئی چیز قابل لحاظ نہ پائی گئی۔ پولیس افسر نے جیب سے چابیاں نکالکر بکس کھولا۔ دو تین جوڑے کپڑے وہ بھی کھدر کے۔ ایک گجراتی زبان کی مجلد کتاب کو غور سے دیکھا گیا۔

یہ کسی شاعر کا دیوان تھا جسکے شروع کے ورق پھٹ گئے تھے جلد کی دفتی کے اندرونی جانب پنسل سے دو قطاریں ہندسے لکھے ہوئے تھے

۱۳ تقریباً ۸½، ۱۵ تقریباً، ۱۰، ۷، ½، ۶½، ۹½، ۷۔

۶½ کے گرد سرخ پنسل سے حلقہ کھچا ہوا تھا۔ سہراب جنگ نے ہندسوں کو غور سے دیکھا۔ پھر دو تین بار کتاب کے اوراق لوٹے پلٹے۔ معلوم ہوتا ہے گوکھلے اس دیوان کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ اور بار بار پڑھ چکا تھا۔ اکثر اشعار پنسل سے خط کشیدہ تھے۔ بعض جگہ حاشیہ پر ہم معنے اشعار پنسل سے درج تھے۔ کہیں "شاباش"، کسی جگہ "خوب کہا" کہیں "بیشک"۔

لکھا ہوا تھا ایک جگہ نصف صفحہ سادہ تھا۔ اسپر نپسل سے ایک نقشہ کھنچا ہوا تھا



یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ کتاب پڑھتے وقت جب نپسل ہاتھ میں ہوتی ہے اور انسان کچھ سوچتا ہے اور خیال کہیں اور ہوتا ہے تو اکثر لکیریں بناتا ہے کبھی کسی تصویر کا خاکہ کھینچتا ہے۔ بظاہر یہ بھی اس قسم کی لکیریں ہیں لیکن جس جگہ گول دایرہ کے اوپر مثلث بنا ہوا اُسکے قریب لال کٹھور دیکھ کر مہراب جنگ چونکا۔ وقار حسین نے دریافت کیا۔

"کنور صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو شاعری سے شوق ہے کیا کوئی دلچسپ شعر نظر آیا؟"

اسوقت مہراب جنگ کا خیال کہیں اور تھا کچھ جواب نہ دیا۔ وہ لال کٹھور کے مطلب سمجھنے کی فکر میں تھا۔ اُسنے یہ نام کہیں سُنا ضرور ہے۔ لیکن کہاں اور کس سلسلہ میں۔ مہراب جنگ جیسے حافظہ اور دماغ والے آدمی کو زیادہ سوچنے کی ضرورت نہ پڑی۔ ایک مرتبہ ناگرہ کے جنگلوں میں

شکار کے سلسلہ میں گیا تھا تو وہاں کے باشندوں کو رات کے وقت الاؤ کے گرد

اونچی ٹوریا لال کٹھور

جسمیں گڑے چھپن کرور

گاتے سنا تھا ممکن ہے کہ گوکھلے نے بھی بھوپال کے کسی گاؤں میں یہ سنا ہوگا۔ اور دیوان پڑھتے وقت پنسل سے بلا کسی خاص خیال کے لکھدیا ہوگا۔ لیکن یہ کوئی اتفاقی بات نہیں معلوم ہوتی پنسل کے نقشہ پر جو دوسرے نشان ہیں اُن سے جنگل اور دریا اور پہاڑیوں کا پتہ چلتا ہے۔ انسپکٹر پولیس وقت کے سامان کی باضابطہ فہرست بنا رہا تھا۔ کپڑوں کے نیچے کی تہ اُٹھا چکا تو کوئی بھاری اور وزنی چیز ایک تکیہ کے غلاف میں لپٹی ہوئی معلوم ہوئی اُٹھانا چاہا تو معلوم ہوا کہ تلے کے دو سوراخوں سے مضبوط سُتلی اندر اکر اس چیز کو مضبوط جکڑے ہوئے ہے اور ہلنے نہیں دیتی۔ جیب سے چاقو نکال کر سُتلی کاٹی اور احتیاط سے اس بھاری چیز کو اُٹھایا۔ غلاف کے اندر کئی تہ کثیف کپڑے کی دھجیاں کسی لیس دار چیز سے اسکے گرد لپٹی ہوئی تھیں۔ اُن کو ہٹایا تو گوتم بدھ کا مجسمہ برآمد ہوا۔ آتشدان کے چھجے پر رکھا اور دو تین قدم پیچھے ہٹ کر غور سے دیکھا یہ گوتم بدھ کا معمولی بت تھا جو اسقدر عام ہے۔ کسی دھات سے ڈھالا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ مہرآب جنگ نے ہاتھ پر اُٹھا کر وزن کا اندازہ کیا۔ اسکی جسامت اور وزن پر غور کر کے مسکرایا اور ہوٹل کے منیجر سے جو بطور گواہ تلاشی مکان یہاں موجود تھا کہا۔

"مہربانی کر کے وزن کرنے کے لئے ترازو یا کانٹہ جلدی سے لے آئیے"

"انسپکٹر صاحب گوکھلے کا قتل ہونا اب سمجھ میں آیا، جو شخص اپنے بکس میں دس بارہ ہزار کی مالیت کا سونا لئے گھومتا پھرے وہ کب تک محفوظ رہ سکتا تھا"
"کیا آپ کی رائے میں یہ بُت سونے کا ہے؟"
"بیشک۔ اس جسامت پر اتنا وزن اور کس دھات کا ہو سکتا ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ مزید ثبوت کی ضرورت ہو تو یہ دیکھیے"
جیب سے چاقو نکالا اور بُت کی پشت پر نوک سے چھوٹا سا خراش بنایا صاف سونا نظر آنے لگا۔
اتنے میں منیجر ایک ترازو لے آیا بُت ترازو میں رکھا گیا۔ پہلے پانچ سیر پھر ایک سیر کا باٹ اور رکھا گیا۔ لیکن بت کا پلڑا ابھی نیچا تھا۔
پھر آب جنگ نے کہا "ٹھیک ساڑھے چھ سیر ہے"
چھوٹے چھوٹے باٹ اور رکھے گئے تو واقعی ساڑھے چھ سیر نکلا۔ نہ ایک ماشہ کم نہ زیادہ۔
منیجر باہر گیا تو وقار حسین نے پوچھا۔
"کنور صاحب یہ تو کہئے آپ نے اسکے وزن کا صحیح اندازہ کیسے کیا؟"
"ہم سے پہلے گوکھلے اسکا وزن کر چکا ہے۔ اس جلد کے اندر جو آپ پنسل کے ہندسوں کی قطاریں دیکھتے ہیں ان میں سے ایک کے گرد سُرخ پنسل سے حلقہ کھنچا ہوا ہے یہ ۶½ ہے۔ اسلئے میں سمجھا کہ اس بت کا وزن ساڑھے چھ سیر ہے۔ ذرا اسپر غور کیجئے کہ ان ہندسوں میں یہ سب سے چھوٹا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گوکھلے کو کہیں ان بتوں کا ذخیرہ پوشیدہ ملا ہے۔ اُسنے انھیں وزن

کیا اور اس کتاب میں لکھ لیا۔ سب سے چھوٹا بُت اپنے ساتھ لے آیا۔"

"تو یہ کہئے کہ لاکھوں روپیہ کا سونا، اچھا خاصہ خزانہ گوکھلے کو مل گیا تھا لیکن بعض ہندسوں کے آگے لفظ وغیرہ کیوں لکھا ہے؟"

"یہ لفظ دس سے زیادہ ہندسوں کے آگے لکھا گیا ہے۔ مثلاً ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ کے آگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گوکھلے کے پاس وزن کرنے کے لئے جو ترازو تھی وہ دس سیر سے زیادہ نہ تھی یا زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ اُسکے پاس بحالت سفر وزن کرنے کا کانٹا تھا جیسا برف فروش یا پھیری والے اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور اس کانٹے پر دس سیر تک وزن کیا جا سکتا ہے۔"

انسپکٹر وقار حسین حیرت اور استعجاب سے اِس ذہین اور زیرک آدمی کی باتیں سُن رہا تھا۔

"انسپکٹر صاحب! اس تازہ انکشاف سے ظاہر ہے کہ جہاں اتنا بڑا خزانہ ہو وہاں خزانہ کا سانپ ضرور پایا جائے گا۔ افسوس یہ ہے کہ سانپ جسنے گوکھلے کی جان اس سرعت کے ساتھ لی قصہ کہانی کا مار خزانہ نہیں بلکہ کالے ناگ سے بھی زیادہ خطرناک اور تیز رفتار ہے اور پھر غضب یہ ہے کہ خزانہ پر مسلط نہیں ہے بلکہ مالک خزانہ ہی کو ڈس گیا۔ افسوس گوکھلے وسط دہلی میں اسطرح قتل ہوا اور پورا حال بھی نہ بتا سکا لیکن اُسکی موت انتقام کی طالب ہے۔ آئیے جو زندہ ہیں اُن کی خبر لیں"

نیچے اُترے تو دفتر کے سامنے لالہ بنارسی داس دہلی کے متمول ساہوکار کو کلرک سے کچھ دریافت کرتے پایا۔ انسپکٹر وقار حسین اور اس کی ساتھی جلدی

میں تھے ہوٹل کے باہر چلے گئے لیکن نواب جنگ لالہ بنارسی داس کو قد سے پریشان پاکر ٹھہر گیا۔ منیجر نے لالہ صاحب کو دیکھ کر سلام کیا اور پوچھا "کوئی خدمت میرے لئے ہو تو بیان فرمائیے"

"کچھ نہیں میں آپ کے ایک مہمان سے ملنے آیا تھا مگر معلوم ہوا کہ وہ کچھ دیر ہوئی انتقال کر گیا"

باب ۸

راحت منزل

پونہ اور بمبئی میں ہیرا بائی نے سوداگروں کی عالیشان اور سر بفلک کوٹھیاں دیکھیں تھیں لیکن جو بات راحت منزل کے احاطہ میں داخل ہو کر دیکھی وہ کچھ اور ہی تھی۔ نہایت نفیس باغ، ہر طرف پھول کھلے ہوئے۔ ٹینس کھیلنے کے لئے سبز گھاس کا مخملی لان، جا بجا سفید اٹلی کے بنے ہوئے مجسمے پورچ کے سامنے سنگ مرمر کا خوبصورت حوض جس میں فوارہ باغ کی دلچسپی کو دوبالا کر رہا تھا۔ مکان کیا اچھا خاصہ محل تھا، ہر چیز سلیقہ اور قرینہ کی۔

شام ہو چکی تھی۔ بجلی کی روشنی ہلکے رنگ کے فانوسوں سے چھن کر آ رہی

تھی غلام گردش میں ایرانی قالینوں کا نرم اور دیدہ زیب فرش، غرضیکہ ہر شے راحت اور سکون کی طرف مائل کرتی تھی۔ ملاقات کے کمرے میں جو بہت عمدہ اور قیمتی فرنیچر سے آراستہ تھا قدرے آرام کیا۔ پھر کملا بائی سے پوچھا

"تمھارے بھائی کیا کام کرتے ہیں"؟

"یہی تجارت اور لین دین کا کام"

"میں نہیں جانتی تھی کہ لین دین کے کام میں اتنی آمدنی ہوتی ہے کہ ایسا محل اور یہ ساز و سامان مہیا ہو سکے۔ یہ تو بمبئی کے لکھ پتی سوداگروں کے یہاں بھی مشکل سے ملیگا۔ اور تمھارے بھائی صاحب ہیں کہاں؟"

"کہیں باہر گئے ہیں کھانے کے لئے تھوڑی دیر میں آتے ہونگے۔ بھائی صاحب بڑے وضعدار اور شوقین آدمی ہیں، طبیعت کے بہت فیاض جس عورت سے خوش ہوتے ہیں اُسے سب کچھ دیتے ہیں۔ دیکھو میرے جڑاؤ دست بند۔ ابھی حال ہی میں مجھے دئے ہیں۔ تمنے اُنھیں راضی رکھا تو کیا تعجب کوئی قیمتی ہار یا کوئی اور چیز تمھیں بھی ملجائے"

ہیرا بائی نے اپنے دل میں تعجب کیا کہ جو آدمی ایسا متمول ہو اور اسی کے ساتھ اسکا مذاق ایسا صحیح ہو جو اس ساز و سامان سے بخوبی ظاہر ہے، اپنی بہن کو معمولی تعلیم بھی نہ دے سکا یا شرفاء سے گفتگو کرنے کے آداب بتا سکا۔ دست بند اور بر وچ کان کے بُندے سب قیمتی، لباس بھی عمدہ لیکن باوجود اسکے وہ سادگی اور سلیقہ جو اس درجہ کی عورت میں ہونا چاہیئے کملا بائی میں اسکی بہت کچھ کمی تھی۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ یہ عورت جو رستم جی کو

بھائی صاحب کہتی ہے معمولی بازاری عورت ہے جو اسکے مشاغل میں مدد دیتی ہو اور دل بہلاتی ہے۔

بالائی منزل پر ایک نہایت عمدہ کمرہ ہیرا بائی کے لئے مخصوص کیا گیا تھا سب سامان اعلیٰ درجہ کا۔ دن بھر کی تھکی ہوئی تھی۔ کھانے میں ابھی دیر تھی آرام کرسی پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں رستم جی کی موٹر آئی اور کملا بائی نیچے اتری ملاقات کا کمرہ بند کیا گیا۔ رستم جی ایک کوچ پر بیٹھ گیا اور کملا بائی سے دریافت کیا۔

"کہو ہیرا بائی کا کیا حال ہے۔ اُسے کچھ شک تو نہیں ہوا؟"

"ہیرا بائی آ گئی ہے تو نو عمر مگر بڈھوں کی طرح سنجیدہ۔ لڑکیوں کیطرح چل پہل کی باتیں نہیں کرتی۔ لیکن یہ تو بتاؤ تمنے اسے یہاں کیوں بلایا ہو؟"

"تمھیں اس سے کیا غرض۔ خبردار کوئی ایسی بات نہ کہنا جس سے اُسے شک پیدا ہو"

"نہیں ایسا نہ ہوگا لیکن بات کیا ہے؟ یہ ہے کون اور کب تک یہاں رہیگی؟"

"یہ تمھیں معلوم ہو جائیگا۔ اب تم جاؤ اور کپڑے بدلو کھانے کے بعد ہیرا بائی کو ساتھ لیکر تھیٹر جاؤ آج تماشہ بہت اچھا ہو"

"کیا تم نہیں چلوگے؟"

"مجھے کچھ کام ہے۔ آج رات کو کچھ لوگ یہاں آنے والے ہیں، اُنکی موجودگی میں ہیرا بائی کا یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔ اسمٰعیل کو تم جانتی ہو۔ وہ تھیٹر میں تمھاری نگہداشت کریگا خبردار جو وہ کہے اسکی تعمیل کرنا اور اس سے

علیحدہ نہ ہونا

"میں بھی بارہ بجے کے قریب وہاں آؤں گا، پھر تم تنہا گھر واپس آنا۔"

"اور ہیرا بائی؟"

"واپس نہیں آئیگی"

"یہ کیوں"

"چپ رہو تمھیں اس سے کیا غرض، واپس آکر اسکے کمرے کو ٹھیک کرنا اور ہر چیز جس سے کسی کے قیام کرنیکا شبہ ہو ہٹا دینا"

کھانے سے کچھ دیر قبل ہیرا بائی کملا کے ساتھ نیچے آئی، رستم جی نے بڑے تپاک لیکن احترام کے ساتھ استقبال کیا شیریں بائی کا مزاج پوچھا۔ نئی دہلی کی عمارات کی بابت اسکی رائے دریافت کی۔ غرضکہ تھوڑی ہی دیر میں ہیرا بائی بے تکلفی سے باتیں کرنے لگی۔ تعلیم یافتہ جہاں دیدہ اور دوسروں کو اپنی باتوں میں لبھانے کا رستم جی کو ملکہ تھا کھانے کے بعد ہیرا بائی سے معذرت کی کہ وہ خود تھیٹر نہیں جا سکتا، کچھ ضروری کام ہے۔ لیکن تماشہ اچھا ہے اُمید ہے کہ ہیرا بائی محظوظ ہو گی۔

لڑکیوں کے روانہ ہونیکے بعد رستم جی نے تازہ اخبار دیکھنا شروع کیا۔ پہلے ہی صفحہ پر گوکھلے کی موت، سانپ کا حملہ وغیرہ دیکھ کر، پریشان ہوا اور اخبار ہاتھ سے گر گیا اور سوچنے لگا۔

باب ۹

اعلان جنگ

خدمتگار دبے پاؤں کمرے میں آیا۔

"کوئی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں"

رستم جی چونکا اور دریافت کیا۔

"کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں، ملاقات کا یہ کون وقت ہے؟"

"میں نے انھیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ انداز سے پولیس کا بگڑا معلوم ہوتا ہے"

"اچھا بلاؤ"

مسعود کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر کے رستم جی کی طرف بڑھا نوجوان چھریرا بدن۔ سیاہ کوٹ اور ترکی ٹوپی پہنے تھا آنکھوں سے ذہانت اور اسی کے ساتھ قدرے تلخی اور نفرت کا اظہار ہوتا تھا۔ رستم جی نے اسے کہیں دیکھا ضرور تھا لیکن کب اور کہاں کچھ یاد نہ تھا۔ سر سے پاؤں تک نظر ڈالی دل کی بےچینی چھپانے کے لئے سگرٹ کے دو ایک کش لئے اور دریافت کیا۔

"آپ کون ہیں اور ایسے ناوقت آنے کی وجہ؟"

"میرا نام مسعود ہے اور نا وقت حاضری کی معافی چاہتا ہوں آپ کا زیادہ وقت خراب نہ کرونگا ۔صرف یہ دریافت کرنے آیا ہوں کہ ہیرا بائی کہاں ہے ۔"

"آخاہ! آپ ہیں ، خدائی فوجداروں کا نام تو سنا تھا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ تم جیسے ناتجربہ کار لڑکے ان میں شامل ہیں ۔ میاں صاحبزادہ ، ہاتھی سے گنے نہ کھاؤ ۔ جاؤ اپنا کام کرو ورنہ پچھتاؤ گے ۔"

"رستم جی کان کھول کر سنو ، اور ہوشیار ہو جاؤ ! اس لڑکی کو کوئی گزند پہونچا تو تمھاری اور تمھارے گرگوں کی خیر نہیں ! بتاؤ ، ہیرا بائی کہاں ہے ؟"

"یہاں نہیں ہے تھوڑی دیر ہوئی یہاں سے چلی گئی "

"لیکن بہتر ہے کہ تم موقع کی سنجیدگی کا احساس کرو ۔"

"وہ زمانہ گیا جب خدائی فوجداروں سے لوگ خوف کھاتے تھے ۔ ہمیں معلوم ہے تم کون ہو تمھارا سردار کچھ دن ہوئے قزاقی کرتا تھا معمولی حیثیت کا مجرم ہے ۔ خیریت اسی میں ہے کہ تم ہمارے سدراہ نہ ہو ۔ اپنی جوانی پر رحم کرو بہرام کا ساتھ چھوڑ دو ۔ اور علی گڑھ واپس جاکر اپنی تعلیم پوری کرو ۔ یہ ذہانت اور ہمت مجرموں کی صحبت میں خراب نہ کرو ۔ میں تمھیں متنبہ کرتا ہوں دہلی میں ایک ایسا آدمی بھی ہے جو تمھارے خون کا پیاسا ہے ۔ ذرا سے اشارہ میں تمھارا کام تمام کر سکتا ہے لیکن فی الحال تمھیں اسکا نام نہ بتاؤنگا ؟"

"اسکی چنداں ضرورت نہیں مجھے معلوم ہے ، مرزا بلگرامی ۔ کیا میں نے اسکے عزیز لیکن ہم پیشہ مجرم کو کتے کی موت نہیں مارا تھا ۔ مگر وہ

اسکا مستحق تھا، اسکی موت سے تمھیں عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔ جلد بتاؤ کہ ہیرا بائی کہاں ہے؟

"بتا تو دیا۔ یہاں نہیں ہے۔ تھوڑی دیر ہوئی ایک لڑکی کے ساتھ اپنے گھر واپس گئی"

مسعود نے رستم جی کو غور سے دیکھا۔ اسمیں اُسے کمال مہارت تھی کہ بشرے اور انداز گفتگو سے معلوم کر لیتا تھا کہ بات کا کتنا حصہ صحیح ہے اور کتنا غلط ہو۔ اُسنے یقین کر لیا کہ ہیرا بائی ضرور باہر گئی ہے۔ اور یہاں نہیں ہے۔

"جو عورت اُسکے ساتھ گئی ہے کون ہو؟ کملا؛ جسے تم موقع کے لحاظ سے کبھی ہمشیرہ کہتے ہو کبھی بھابخی؟ سچ بتاؤ کہاں گئی ہو؟"

"کہتا تو ہوں کہ مجھے نہیں معلوم، اپنے گھر گئی ہوگی، جاؤ اپنی راہ لو، مجھے مجبور نہ کرو کہ اس گستاخانہ گفتگو کی پاداش میں میرے خدمتگار روں کی موٹی موٹی انگلیاں ہوں اور تمھارے نازک کان، اور اس عمارت سے گذائی سے باہر نکالے جاؤ۔ ہیرا بائی کی تلاش ہے اور اُسکے مقید ہونے کا شبہ ہو تو جاؤ پولیس میں اطلاع کرو۔ میرا سر نہ کھاؤ"

"اطمینان رکھو، پولیس بھی کچھ دور نہیں، انسپکٹر و تار حسین بھی میرے ساتھ آئے ہیں اور باہر کھڑے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ پولیس کی امداد کی ضرورت پیش نہ آئے"

رستم جی کو قدرے تشویش ہوئی، کوچ سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس گیا

اور دیکھا کہ باغ میں سڑک پر کوئی ٹہل رہا ہے۔

" جاؤ انسپکٹر صاحب کو بلاؤ، آخر چاہتے کیا ہیں؟"

مسعود باہر گیا اور غلام گردش میں ذوالفقار حسین سے آہستہ آہستہ چند باتیں کیں اور پھر اسکے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

رستم جی نے بڑے تپاک سے پولیس افسر کا استقبال کیا۔

" انسپکٹر صاحب آپ کو کچھ دریافت کرنا تھا تو خود کیوں نہ چلے آئے اور ان حضرت کو بھیجکر میرا وقت کیوں خراب کیا"

" سیٹھ صاحب معاف کیجئے، یہ حضرت بطور خود آئے ہیں میرے بھیجے ہوئے نہیں آئے۔ ہیرا بائی کہاں ہے؟"

" وہ یہاں آئی ضرور تھی کھانا کھاکر گھر چلی گئی، آپ کو یقین نہیں آتا تو بسم اللہ مکان موجود ہے تلاشی لے لیجئے"

مسعود نے کہا

" انسپکٹر صاحب، رستم جی بڑے ساکھ کے آدمی ہیں انکی بات کا یقین کرنا چاہیئے۔ چلیئے ہیرا بائی کو کہیں اور تلاش کریں"

چلتے وقت مسعود رستم جی کی طرف متوجہ ہوا۔

" سیٹھ صاحب آپ نے سُن لیا ہوگا۔ سانپ نے پھر کاٹنا شروع کردیا۔ ملک کے باغ میں دوہرا قتل کیا گیا جس سے باتیں کرنے اور باتوں میں لبھاکر اسکا راز معلوم کرنے کے لئے آپ نے اپنی دوسری ہمشیرہ چمپا کو باغ میں بھیجا تھا۔ افسوس بیچاری کو اپنی نسوں کاری کا موقع بھی نہ ملا اسکے

معطر کپڑے رنگے ہوئے سہی مگر سُرخ گال اور شرمیلی آنکھیں اپنا کام نہ کرنے پائیں کہ گو کھلے کو سانپ نے ڈس لیا، چمپا کا وار خالی گیا۔

"میں تمھاری بکواس سے کچھ نہیں سمجھا جاؤ اپنی خیر مناؤ"

ملازم کو اندر بلایا اور سنجیدگی کے ساتھ چند ہدایات دیں غلام گردش کا دروازہ زور سے بند ہوا جس سے معلوم ہوا کہ اُسکے ناخواندہ اور تکلیف دہ مہمان رخصت ہو گئے۔ مگر ملازم کو ہدایات دینے میں وہ ایسا مشغول تھا کہ کھڑکی کے پاس جاکر یہ بھی نہ دیکھا کہ دو آدمی باہر گئے یا ایک۔

رستم جی ملازم کو ہدایات دیکر کچھ دیر ٹہلتا رہا۔ گھڑی پر نظر ڈالی اور کمرے کے باہر گیا۔ غلام گردش کا دروازہ اندر سے بند کیا اور زینہ چڑھ کر سونے کے کمرہ میں تبدیل لباس کیلئے داخل ہوا۔ پلنگ کے قریب چھوٹی میز سے ٹیلیفون کا آلہ ہاتھ میں لیا اور مرزا بلگرامی سے باتیں کرنے لگا۔

"مرزا صاحب ..... آپ تنہا ہیں .... کوئی آپ کے پاس نہیں ہے.... ..... معاملہ نازک نظر آتا ہے ... گو کھلے کا اسقدر جلد مرجانا میری سمجھ میں نہیں آتا ..... کاش آپ مجھ سے اس کا ذکر کرتے ..... یہ صحیح ہے کہ اُس کا خدائی فوجداروں سے ملنا خطرہ سے خالی نہ تھا ...... مگر اُس کی موت نے اُنھیں اور بھی تیز کر دیا ہے ...... ابھی مسعود اور انسپکٹر ذوالفقار حسین ہیرا بائی کی تلاش میں یہاں آئے تھے ..... مسعود نے بڑی گستاخی سے باتیں کیں... اُسکا جلد خاتمہ ہونا چاہیئے ...... آپ اسکا بندوبست کر سکیں تو بہتر ہے.... مناسب ہے ...... بہت بہت شکریہ ...... بڑی احتیاط کی ضرورت ہے"

ٹیلیفون کا آلہ ہاتھ سے رکھنے بھی نہ پایا تھا کہ کسی نے اُس کی گردن پر ہاتھ رکھا اور پتلی پتلی انگلیاں گردن میں گھسنا شروع ہوئیں۔ جیب کی طرف مقتول کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مگر آن واحد میں اپنے آپ کو فرش پر چت پڑا پایا۔ مسعود جسے سمجھا تھا کہ باہر چلا گیا ہے اور جسکے قتل کے متعلق اپنے دوست سے ٹیلیفون پر اس سرگرمی سے گفتگو کر رہا تھا، اسکے سینہ پر چڑھ بیٹھا، گردن کی گرفت ڈھیلی کی اور ہنسکر کہا۔

"سیٹھ صاحب، تھوڑی دیر کے لئے مسعود کی جان کی فکر نہ کیجئے بلکہ اپنی خیر منائیے"

"یاد رکھو اس گستاخی اور شرارت کا تم سے بدلہ نہ لیا تو میرا نام رستم جی نہیں"

"اس گستاخی کا مجھے افسوس ہے لیکن اس کے ذمہ دار آپ خود ہیں سیدھی طرح سے بتا دیتے کہ ہیرا بائی کہاں ہے تو یہ نوبت کیوں آتی۔ خیریت اسی میں ہے کہ اب بھی بتا دو"

"مجھے نہیں معلوم ہیرا بائی کہاں ہے، جاؤ یہاں سے دور ہو"

مسعود کا چہرہ غصہ سے تمتانے لگا اُسنے جیب سے ایک جوڑی ہتھکڑی نکالکے اُسکے ہاتھ میں بھر دی۔ منہ میں رومال ٹھوس دیا، تیزی سے کھڑا ہوا اور رستم جی کو اُسکے پلنگ پر لٹا دیا۔ جیب سے سُتلی کا ایک گولہ نکال کے ہاتھ پاؤں پلنگ سے باندھ دیئے۔ منہ کا کپڑا کسی قدر کھسکا کر پوچھا

"تم کیا کرنا چاہتے ہو"

"کچھ زیادہ نہیں، صرف وہی عمل تمھارے ساتھ کرنا چاہتا ہوں جو تمھارے

گرگوں نے گوکھلے کا راز دریافت کرنے کے لئے اُس غریب کے ساتھ کیا تھا"

جیب سے ایک نقرئی ڈبیہ نکالی جو کھٹکا دبانے سے کھل گئی اُسکے ساتھ ہلکے نیلے رنگ کی لو مشتعل ہوئی۔ مسعود نے میز سے ایک چھوٹی قینچی اُٹھائی اور اسکا پھل گرم کرنا شروع کیا۔

"سچ ہے لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ جو لوگ دوسروں کا راز معلوم کرنے کے لئے لوہے کی گرم سلاخوں سے داغتے ہیں انسے کوئی بات دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہی ہے"

قینچی کا پھل خوب سُرخ ہوگیا تو پلنگ کے پاس آیا، رستم جی کا ہاتھ اوپر اٹھانا تھا کہ وہ سر سے پیر تک کانپنے لگا، تمام بدن پر پسینہ آگیا۔ اور گھبراکر بولا "

"خدا کے لئے ایسا نہ کرو۔ ہیرا بائی ....کملا کے ساتھ تھیٹر گئی ہے"

"لیکن میں باہر سڑک پر بہت دیر سے ٹہل رہا تھا اس طرف سے کوئی نہیں گیا"

"وہ پشت کے دروازے سے گئی ہے"

"اُس کے یہاں سے بھیجنے کا مطلب؟"

"آج شام کو کچھ لوگ یہاں آنے والے تھے، میں نہیں چاہتا تھا کہ ہیرا بائی کی موجودگی میں یہ مجمع ہو"

"واپس کس وقت آئے گی"

"کبھی نہیں، میں خود بارہ بجے تھیٹر جاؤنگا"

"سُنتا ہوں کہ تمھارے گرُگے سب دہلی میں جمع کیے گئے ہیں، کس لئے؟"

"یہ سچ ہے تو میاں صاحبزادہ اپنی خیر مناؤ"

مسعود کو دوسرے لوگوں کے انداز گفتگو اور بشرہ سے یہ معلوم کرنیکی مہارت حاصل تھی کہ بیان سچ ہے یا غلط۔ اُسے معلوم ہو گیا کہ رستم جی سچ کہہ رہا ہے۔ یہ تیجی کر آتشدان میں پھینکا، سگار جلانے کی ڈبیا بند کر کے جیب میں رکھی اور سیٹی بجاتا ہوا باہر چلا گیا۔

باب ۱۰

حسن بن صبّاح

ناظرین مرزا بلگرامی کو کام کرتے ہوئے چاندنی چوک کے دفتر میں دیکھ چکے ہیں، باوجود پرانے وضع قطع کے، مرزا صاحب اپنے وقت کے پابند، اور دھن کے پکے ہیں ان کا معمول ہو کہ چراغ جلے تک دفتر میں کام کرتے ہیں اور شام کو اپنے مکان واقع دریا باد میں چلے جاتے ہیں مرزا صاحب نے مکان بھی اپنی جدت طبع سے نئی وضع کا بنایا تھا، پرانے شاہی مکان کو جس میں ایک تہ خانہ بھی تھا مسمار کر کے عجیب وضع کی کوٹھی بنائی گئی تھی۔ جس کا طرز نہ پرانا تھا نہ نیا چاروں گوشوں پر کوٹھریاں تھیں جن پر بجائے گنبد کے سپاٹ چھت کے قلعہ کی ایسی برجیاں بنائی گئی تھیں۔ احاطہ کافی بڑا تھا جو اونچی دیوار سے محصور کیا گیا تھا پرانے مکان کے کھنڈر کا ایک حصہ احاطہ کے گوشہ میں موجود تھا۔

یوں تو مرزا صاحب کے مریدوں میں بہت لوگ تھے لیکن ان میں سے دو ایسے تھے جو ہر وقت مرزا کی خدمت گذاری کرتے تھے۔ یہ امتیاز ان دونوں آدمیوں کو حاصل تھا کہ وہ مرزا صاحب کی کوٹھی کے بالائی حصہ پر دو کوٹھریوں

ہیں رہتے تھے۔ باہر کم نکلتے تھے اور لوگوں کا خیال تھا کہ ہر وقت عبادت،
وظیفہ اور مرزا صاحب کی خدمت کے سوا اور کسی بات سے کچھ سروکار نہیں ہے،
ان میں سے ایک بنگالی تھا۔ دوسرا سندھی۔ مرزا کو اُن کی وفاداری اور کار
گذاری پر بڑا بھروسہ تھا۔ مگر دہلی میں دو تین آدمی ایسے بھی تھے جو مرزا کے
ان دونوں فدائیوں کی رگ و ریشہ سے واقف تھے۔ خدائی فوجداروں نے
مرزا بلگرامی کی دیکھ بھال شروع کی تو اُسکے فدائی اُنکی توجہ سے کب بچ سکتے تھے
انھیں معلوم ہوا کہ بنگالی جسکا نام موّلا تھا۔ آسام کے کسی جیل خانہ میں قتل کے الزام
میں قید تھا اور موقع پاکر بھاگ نکلا۔ مدتوں قانون کے پنجہ سے بچنے کی کوشش
میں فقیر کے بھیس میں گھومتا رہا اور جب مرزا کو اسکی اصلیت کا پتہ چلگیا تو اُسے
اپنے غول میں شامل کر لیا۔ اسیطرح سندھی جو بندو کے نام سے پکارا جاتا تھا،
کراچی اور لاہور کے بڑے بڑے جرائم میں شریک رہا اور پولیس کی گرفت سے
بچنے کے لئے اُسنے عافیت اس میں دیکھی کہ مرزا کے مریدوں کے زمرہ میں
شامل ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسے آدمی جو مرزا کے ذراسے اشارہ پر تمام عمر
جیلخانہ میں سڑا کریں، مرزا کے ہر بات کو بلا چون و چرا مانتے تھے اور اس کے
اشارہ پر کام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ دریا باد کے مزار پر کوئی عورت زیارت کو آئی۔
بندو وہاں موجود تھا۔ تنہائی دیکھ کر عورت کو ستانا چاہا۔ عورت نے شور مچایا۔ بندو
وہاں سے غائب ہو گیا اور پولیس کی تلاش سے بھی نہ ملا۔

لیکن خدائی فوجداروں میں سے ایک نے اُسے ڈھونڈھ نکالا۔ مسعود نے
رات کے وقت مزار کے قریب اُسے ٹہلتا پایا۔ پکڑ کر ٹھیک اُس جگہ جہاں

اُس نے عورت پر حملہ کرنا چاہا تھا ایک درخت سے باندھ کر خوب کوڑے لگائے جس سے اُس کی پشت لہولہان ہوگئی۔ صبح کو پولیس نے اُسے درخت سے کھولا، مگر اس شرعی سزائے تازیانہ دینے والے کا پتہ نہ چلا۔

مرزا صاحب دفتر سے چراغ جلے مکان پہونچے، کچھ دیر چہل قدمی کی اور تخت پر گاؤ تکیہ لگا کر دراز ہو گئے، نظام الملک کی کتاب تاریخ بغداد کا مطالعہ کرنے لگے۔ اپنی کامیابی پر مرزا صاحب بہت نازاں تھے۔ کچھ عرصہ سے کاروبار کی کساد بازاری سے جو اُلجھن طبیعت میں رہتی تھی وہ دور ہو گئی تھی۔ ہیرا بائی مل گئی تھی اور اسکے ذریعہ سے جس بے اندازہ دولت کے ملنے کا یقین تھا اُسنے مرزا صاحب کو بہت کچھ مسرور کر رکھا تھا۔ تاریخ بغداد میں حسن بن صباح کا نام دیکھ کر کتاب کو ہاتھ سے رکھ دیا۔ اور تاریخ کے اس عجیب و غریب آدمی کے حالات زندگی پر تبصرہ کرنے لگے ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا اور دل میں کہنے لگے

" بیشک حسن بن صباح اپنے وقت کا عجیب شخص تھا، جسکے خوف سے ممالک کے تاجدار، بڑے بڑے مُدبر اور جید عالم، سب کانپتے تھے۔ اُسکے فدائی واقعی بہت پختہ اور وفادار تھے لیکن چھری سے قتل کرنے کا طریقہ بہت بھونڈا اور وحشیانہ تھا۔ آج وہ زندہ ہوتا اور میرے طرز عمل کو دیکھتا تو ضرور میرے شاگردوں کے زمرہ میں شامل ہو جاتا۔ اس لحاظ سے مجھے شیخ الجبل پر بڑی فوقیت ہے۔ میرے مقابلہ میں حسن بن صباح طفل دبستان کی حیثیت رکھتا ہے۔ حسن بن صباح نے اپنے فدائیوں پر تسلط حاصل کرنے کے لئے کیا کیا پاکھنڈ پھیلا رکھے تھے۔ ایک مصنوعی بہشت بھی بنائی تھی جہاں خوبصورت

اور نوجوان عورتوں کو حوروں کے لباس ہیں رکھتا تھا اور اُن کے عشاق کو اس مصنوعی بہشت میں ان کے نظارہ سے متوحش کرتا اور اُن سے ملاقات کے وعدہ پر اپنے فدائیوں کے زمرہ میں شامل کرتا تھا۔ لیکن میرے فدائی اور شاگرد کارگزاری کے لحاظ سے شیخ الجبل کے فدائیوں سے کسی طرح کم نہیں میرے اشارہ پر کٹھ پتلی کی طرح کام کرتے ہیں اور بڑی خوبصورتی سے لوگوں کو اس دنیاء فانی کے علائق سے آزاد کر دیتے ہیں، میں نہ حوروں کی ملاقات کا سبز باغ دکھاتا ہوں، نہ ان کی عاقبت درست کرنے کا وعدہ کرتا ہوں انسان کا دماغ بھی عجیب چیز ہے۔ میں اپنی دماغی فوقیت کی بدولت بآسانی لوگوں کو مسحور کر لیتا ہوں اور جو چاہتا ہوں کام لیتا ہوں۔ کچھ دنوں بعد جب موجودہ زمانہ کی تاریخ لکھی جائے گی تو میرا نام حسن بن صباح کے مقابلہ میں سنہرے حروف میں لکھا جائیگا۔"

ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ مرزا نے اپنے خیالی گھوڑے کی باگ کو یکایک روکا اور ٹیلیفون کا آلہ ہاتھ میں لے کر رستم جی کی گفتگو سننے لگا۔ پیشانی پر بل پڑے جبڑا سخت ہوا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ معاملہ سنجیدہ ہے اور مرزا نے کسی اہم کارروائی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے ٹیلیفون کا آلہ ہاتھ سے رکھا کرسی پر بیٹھ کر گھنٹی بجائی تھوڑی دیر بعد اسکا سندھی فدائی بندو کمرے میں داخل ہوا سلام کیا اور ادب سے ساتھ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ مرزا کے اشارہ کرنے پر کمرہ کا دروازہ بند کیا۔

"بندو! آج تم بمبئی کے سیٹھ کا بھیس بدلکر سنگم تھیٹر جاؤ گے"

"بسر و چشم"

"جاؤ اور جلد کپڑے پہن کر یہاں آؤ"

مرزا صاحب ٹہلنے لگے۔ کئی بار داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور اپنے ذہن میں حسن بن صباح کے فدائیوں اور اپنے مریدوں کی کارگذاریوں کا مقابلہ کرنے لگے

دروازہ کھلا اور بمبئی کا ایک سیٹھ کمرہ میں داخل ہوا۔ پارسی وضع کی سیاہ ٹوپی بند گلے کا کالا کوٹ، سفید پاجامہ، غرضیکہ ہر چیز سے کاروباری سیٹھ معلوم ہوتا تھا۔ مرزا مسکرایا اور بندو کو سر سے پیر تک بغور دیکھا۔

"بندو تمہارا لباس درست ہے لیکن سامنے چھوٹی جیب میں ریشمی رومال کا زیادہ حصہ باہر کو نکلا ہوا ہے۔ مالدار آدمی اپنے ریشمی رومال کی نمایش اس طرح نہیں کیا کرتے۔ اسے نکال کر لمبی جیب میں رکھو۔ تمہاری قمیص کے بٹن بہت سستے اور چمکدار ہیں۔ ان کے بجائے سونے کے ملمع کے بٹن لگاؤ۔ تمہاری مونچھیں زیادہ لمبی ہیں، آجکل کے فیشن کے مطابق چھوٹی اور ہلکی مونچھیں لگاؤ"

"بہت بہتر" کہہ کر بندو پھر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

لڑکپن میں بندو تھیٹر کا بہت شوقین تھا۔ مدتوں تھیٹر میں ملازمت کی اور بھیس بدلنے میں کمال پیدا کر چکا تھا۔ تھوڑی دیر میں اپنے پیر و مرشد کی ہدایات کے موافق دوسری مونچھیں اور بٹن لگا کر واپس آیا۔ مرزا نے نظر پسندیدگی سے بندو کو دیکھا اور کہا۔

"اب ٹھیک ہے۔ شاباش، تمہارا بھیس بہت اچھا ہے"

بندو نے جھک کے سلام کیا، مرزا صاحب نے میز کی دراز کھولی اور

چند نوٹ نکال کے بندو کو دیئے۔

"انھیں اپنے پاس رکھو کام آئینگے"

بندو نے پھر فرشی سلام کیا

"بندو! غور سے سنو، آج میں تمھیں ایک اہم کام پر مامور کرتا ہوں۔ کیا تم اُس آدمی سے بدلہ لینا چاہتے ہو جس نے تمھیں ایک رات کو مزار شریف میں درخت سے باندھ کر کوڑے مارے تھے؟"

"بے شک! وہ بدذات مجھے ملے تو کچا کھا جاؤں۔ اُف! اُس رات کی تکلیف کبھی نہ بھولوں گا!"

"علاوہ اپنا بدلہ لینے کے تم مجھے بہت خوش کروگے۔ مسعود وہ شخص ہے جس نے میرے بھائی کو پستول کا نشانہ بنایا اور مجھے اس تاریک دنیا میں ہمیشہ کے لئے تنہا چھوڑ دیا۔ مسعود کا پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا ہے، اور آج تمھارے ہاتھ سے اس کا کام تمام ہونا ضروری ہے۔ وہ تمھاری گذشتہ زندگی سے واقف ہو گیا ہے اور جس دن چاہے گا تمھیں گرفتار کرا دے گا۔ تم قتل کے مجرم اشتہاری ہو، اسے خوب یاد رکھو۔ سولی پر لٹکنا نہیں چاہتے تو آج اپنی کارگذاری سے مجھے خوش کرو۔"

"لیکن حضور میں تو عرصہ ہوا قتل کرنے سے توبہ کر چکا ہوں اور حضور کی خدمت میں پڑا ہوا اپنا وقت عبادت میں گذار رہا ہوں۔"

"تم بڑے ناسمجھ ہو، یہ قتل کب ہوا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ خدا بڑا انتقام لینے والا ہے۔ فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا، اُس سے انتقام لینا ضروری تھا

خدا نے موسیٰ کے ہاتھ سے انتقام لیا اور اُسے غرق کر دیا۔ نمرود کو بھی خدا نے اسی طرح اُسکے غرور کی سزا دی۔ ان مثالوں سے ثابت ہوا کہ انتقام لینا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہی، میں معاملات کی مذہبی پہلو سے بخوبی واقف ہوں، اگر کوئی بات خلاف مذہب ہوتی تو مجھ جیسا خدا پرست اور متقی آدمی کبھی تم سے نہ کہتا۔ مسعود نے تمھیں کوڑے لگائے، اُس نے میرے معصوم بھائی کو ناحق قتل کیا۔ ایسی حالت میں انتقام لینا بالکل درست اور سراسر جائز ہی علاوہ اس کے اپنے پیر کو خوش کرنا اور اس کے حکم کی تعمیل کرنا عین عبادت ہی۔ میں تمھاری کامیابی کے لئے دعا کروں گا تم اس خطرناک آدمی کو اپنے اور نیز میرے راستہ سے ہٹا دوگے۔"

بندو پر اس تقریر کا بہت اثر ہوا۔ اور جوش میں آکر بولا

"یا حضرت! میں آپ کو اپنا پیر و مرشد بنا چکا ہوں۔ مرشد کے حکم کی تعمیل کرنا واجب ہی۔ انتقام کا مسئلہ میری سمجھ میں آگیا، فرمائیے کیا حکم ہے"

مرزا صاحب نے عبا کی لمبی جیب سے ایک خوبصورت سگرٹ کیس نکالا آہستہ سے اُسے کھول کر دیکھا۔ اُس میں چار سگرٹ اور ایک سگرٹ پینے کی نہال خاص وضع کی موجود پائی۔ سگرٹ کیس بند کیا اور بندو کی طرف بڑھایا۔

"یہ لو، اور جیب میں حفاظت سے رکھو، سنگم تھیٹر جاؤ۔ وہاں تمھیں رستم جی کی چوکری کملا بائی کے ساتھ ایک پارسی لڑکی ملے گی، تم گجراتی زبان جانتے ہو، کملا بائی تمھیں اس لڑکی سے ملا دیگی اُس سے باتیں کرو اور

ہر وقت اُس کے ساتھ رہو۔ مسعود بھی اُس کی تلاش میں وہاں آ لیے گا۔ موقع پاکر اپنا وار کر دو۔"

"اور رہبر آبادی کی نسبت کیا حکم ہے؟"

"تم صرف مسعود پر تعینات کیے جاتے ہو۔ وہاں ہمارے دوسرے دوست آس پاس ہوں گے اور میری ہدایت کے بموجب کام کریں گے۔"

بندو نے سلام کیا اور رخصت ہوا۔

باب ۱۱

جب اندھیرا ہو گیا

انقلاب زمانہ سے دہلی میں طرح طرح کی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں یہاں تک کہ لوگوں کی تفریح کے سامان بھی اب وہ نہیں جو بیس پچیس برس پہلے تھے، رقص و سرود کی محفلیں جن سے چاوڑی کی بالاخانہ نشین پریوں کی گرم بازاری ہر محلہ میں رہتی تھی، عرصہ سے موقوف ہو چکی ہیں۔ نہ کہیں مشاعرہ ہوتا ہے جہاں شعر و سخن کا دلچسپ مشغلہ شہر کے نازک خیال باشندوں کو مشغول رکھتا تھا۔ قصہ گو جو دہلی کے امراکو اپنی سحر بیانی سے رات بھر سونے نہ دیتے تھے، مدت ہوئی ختم ہو چکے۔ اب تفریح کے نئے سامان پیدا ہوئے ہیں، جگہ جگہ سینما یا متحرک تصویروں کے تھیٹر قائم ہوئے ہیں جن میں زیادہ تر یورپ اور امریکہ کی ادنی درجہ کی زندگی کے حالات کی نمایش کی جاتی ہے۔ عوام الناس کا کثیر مجمع سینما میں دیکھ کر دہلی کے وضعدار لوگ جواب بھی خال خال باقی ہیں، موجودہ زمانہ کی بد مذاقی پر افسوس کرتے ہیں۔ ان کے بعد معمولی تھیٹر ہیں جہاں عام طور پر یورپ کے ڈراما کی نقالی کی جاتی ہے، لیکن کبھی کبھی سبق آموز اور اخلاقی تماشے بھی کیے جاتے ہیں۔ سنگم تھیٹر دہلی کا بہترین تفریح گاہ ہے۔ اپنی جدید عمارت اور ساز و سامان کے لحاظ سے بمبئی اور کلکتہ کے تھیٹروں سے کسی طرح کم نہیں، صدر دروازہ چاندنی چوک کے

وسط میں ہی پشت کی جانب اصل عمارت سے ملا ہوا وسیع صحن ہے جس میں جا بجا خوشنما پودوں کے گملے رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی آڑ میں ہر طرف چار اور قہوہ پینے کے لئے چھوٹی میزیں رکھیں ہیں جن کے گرد آرام دہ کرسیاں اور مونڈھے پڑے ہوئے ہیں۔ تماشہ کے وقفوں کے درمیان درجہ خاص کے تماشائی یہاں آ بیٹھتے ہیں۔ اس صحن کے دوسری طرف ایک دہلیز ہے جس کا دروازہ گلی کی طرف کھلتا ہے مگر عام طور پر بند رہتا ہے۔

جس وقت کملا بائی اور ہیرا بائی تھیٹر پہونچیں تماشہ شروع ہو چکا تھا اور صدر دروازہ پر زیادہ مجمع نہیں تھا۔ تماشائی اپنی اپنی جگہ بیٹھ چکے تھے، لیکن چند لوگ اپنے دوستوں کے انتظار میں یا سگرٹ اور چرٹ پینے کے لئے کھڑے ہوئے تھے، ان میں دو آدمی لڑکیوں کو آتے دیکھ کر آگے بڑھے ایک بمبئی کا سیٹھ تھا دوسرا پنجابی معلوم ہوتا تھا۔ کملا بائی نے بڑے تپاک سے انکے سلام کا جواب دیا اور ہیرا بائی سے تعرف کرایا۔

"ہیرا بائی میں آپ کو سیٹھ پالن جی سے ملاتی ہوں۔ آپ بمبئی کے بڑے ساہوکار ہیں، جواہرات کی تجارت بڑے پیانہ پر کرتے ہیں، یہ مشہور ہے کہ آپ کے یہاں ملک بھر کے بہترین موتی موجود ہیں۔"

سیٹھ جی نے مسکرا کے کہا

"بائی جی میرے موتیوں کی نسبت آپ جو چاہے کہیں، لیکن اس میں شک نہیں کہ اس وقت بہترین ہیرا آپ کے پاس ہے"

یہ ہیرا بائی کی طرف اشارہ تھا جسے سنکر ہیرا بائی جو ایسی بے باکانہ

باتیں سننے کی عادی نہ تھی ۔ جھجکی ، اور دوسری طرف دیکھنے لگی کملا بائی نے قہقہہ لگایا اور ہیرا بائی کو آگے بڑھا کے بولی ،

"کیوں نہ ہو جواہرات کی قدر آپ جیسے جوہری خوب کر سکتے ہیں ۔ آئیے اندر چلیں "

پالن جی اور ہیرا بائی کو آگے بڑھا کے کملا بائی نے اپنی رفتار سست کی اور جب کچھ فاصلہ ہو گیا تو پالن جی کے دوسرے ساتھی اسمٰعیل سے جو رستم جی کے غول کا سرگرم ممبر تھا، آہستہ سے پوچھا ۔

اسمٰعیل سچ بتاؤ ۔ کیا معاملہ ہے، ابھی تک تو ہمارے جال میں مرد پھنسائے جاتے تھے لیکن ہیرا بائی کو کس لئے یہاں بلایا گیا ہے ۔"

اسمٰعیل نے کملا بائی کا ہاتھ دبایا اور کہا

"مجھے زیادہ نہیں معلوم صرف اتنا جانتا ہوں کہ ہمارے غول کے سب آدمی یکایک یہاں بلائے گئے ہیں ، سب آس پاس ہونگے یا آتے ہونگے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے ؟"

" بنڈو جیسے شہدے کو سیٹھ پالن جی کے بھیس میں کیوں بھیجا گیا ہے ؟ ایسا نہ ہو کہ ہیرا بائی کو کوئی نقصان پہونچے "

" چپ رہو، تمھیں اس سے کیا مطلب ، اپنے سردار کا حکم ماننا ضروری ہے "

درجہ خاص میں ایک آرام دہ کوچ پہلے سے مخصوص تھی دونوں آدمی اور لڑکیاں تماشہ دیکھنے لگے ، تماشائیوں کی کثرت تھی ۔ پہلا ایکٹ ختم ہوا پردہ

گرتے ہی کملا بائی نے کہا

"اف! کسقدر گرمی ہے۔ چلو باہر چلیں"

دونوں لڑکیوں نے صحن کی طرف رُخ کیا۔ پالن جی ساتھ گئے۔ ایک بڑے گملے کی آڑ میں دہلیز کے قریب جہاں پشت کا دروازہ تھا۔ پالن جی نے ایک میز پسند کی اور اُسکے گرد بیٹھ گئے خدمتگار کو اشارہ سے بلایا اور بالائی کی برف لانے کی فرمائش کی، خدمتگار ابھی آنے نہ پایا تھا کہ کملا بائی نے کہا"

"میں اپنا دستی بیگ کوچ پر بھول آئی ہوں۔ معاف کیجئے! ابھی آتی ہوں"

تھیٹر کیطرف دوڑتی ہوئی گئی۔

ہیرا بائی پالن جی کے ساتھ اپنے آپ کو تنہا پا کے کسی قدر گھبرائی لیکن خدمتگار برف کی پلیٹیں لے کر آگیا اور میز پر سامنے رکھدیں۔ خدمتگار کسی اور طرف بڑھا۔ پالن جی تماشہ کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ ابھی ہیرا بائی نے برف کی پلیٹ اپنے ہاتھ میں نہیں لی تھی۔ غالبًا کملا بائی کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اُس کی آنکھیں تھیٹر کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ پالن جی نے اپنی واسکٹ کے جیب میں ہاتھ ڈالا اور چٹکی میں کوئی سفید سفوف لے کر برف کی پلیٹ پر چھڑکدیا۔

"آپ کی برف گھل جاتی ہے، لیجئے کھائیے، میں ابھی کملا بائی کو بلائے لاتا ہوں"

یہ کہہ کر وہ پلیٹ جس میں سفوف ڈال چکا تھا لڑکی کی طرف بڑھائی۔

ہیرا بائی نے شکریہ ادا کیا اور چمچہ سے برف کھانے لگی۔ دو تین چمچہ برف کھائی تھی کہ منہ بنا کر پلیٹ رکھدی۔

"بڑی بدمزہ اور کسیقدر کڑوی ہے"

"شاید خوشبو کی آمیزش سے مزہ بدل گیا ہے۔ وہ پلیٹ پسند نہ ہو تو لیجئے یہ موجود ہے، یہ شربت کی قلفی ہے یا کہئے تو لمینیڈ منگاؤں"۔

ہیرا بائی نے گردن کے اشارہ سے انکار کیا۔ ایک ہاتھ پیشانی پر رکھا جو پسینہ سے تر تھی اور دردسر کی شکایت کی۔ خدمتگار پلیٹیں اٹھانے آگے بڑھا، بالن جی نے دس روپیہ کا نوٹ اسکے حوالہ کیا اور کہا کہ جلد بل لے آؤ جیب سے سونے کا سگرٹ کیس جو مرزا بلگرامی نے چلتے وقت دیا تھا نکالا دہنے بائیں نظر ڈالکر سگریٹ کیس کھولا، سیاہ نہال میں ایک سگرٹ احتیاط سے رکھا مگر سگرٹ سلگایا نہیں، البتہ نہال کو احتیاط کے ساتھ ہونٹوں میں دبایا۔

خدمتگار بل اور خوردہ لے کر آیا لیکن خوردہ دینے بھی نہ پایا تھا۔ کہ ہیرا بائی پر غشی کا عالم طاری ہونے لگا۔ بالن جی نے کمر میں ہاتھ ڈالکر کھڑا کیا خدمتگار سے کہا دروازہ کھولے بائی جی کی طبیعت اچھی نہیں اور پشت کے دروازہ کی طرف جو گلی کی طرف کھلتا تھا لے چلا۔ خدمتگار نے دروازہ کھولا۔ دوسری طرف ایک نوجوان کو کھڑا پایا۔ بالن جی کی نظر مسعود پر پڑی تو اُس کی آنکھیں غصہ اور نفرت سے چمکنے لگیں۔ انتقام کا اس سے اچھا موقع اور کیا ہو سکتا ہے۔ اُسنے سگرٹ کی نہال کو دانتوں سے دبایا۔ ناک سے سانس لیکر

اپنے گلے پھولائے اور وار کیا۔ لیکن عین اس وقت بجلی کی روشنی یکایک گل ہوگئی۔ بالن جی نے آن واحد میں اپنے آپ کو زمین پر پڑا پایا روشنی کے غائب ہوجانے سے تمام تھیٹر اور صحن میں ہلچل مچ گئی۔ تھیٹر کا منیجر اور چند ملازم اور افسران پولیس دوڑتے ہوئے اسطرف آئے۔ ایک آدمی نے سوچ بورڈ جہاں سے بجلی کی روشنی کا سلسلہ شروع ہوتا تھا ٹٹولا اور دستہ پکڑ کھینچا۔ روشنی پھر ہوگئی بینڈ زور سے بجنے لگا۔ لیکن اتنی دیر میں وہاں نہ ہیرا بائی کا پتہ تھا نہ مسعود اور بالن جی کا۔

تماشائی جو بالن جی کے میز کے قریب بیٹھے تھے اور جنھوں نے ہیرا بائی کو اسکے ساتھ دروازہ کی طرف جاتے دیکھا تھا سخت تعجب میں تھے۔ انھوں نے دھماکے اور کسی کے گرنے کی آواز ضرور سنی تھی مگر یہ نہ بتا سکے کہ لڑکی کہاں غائب ہوگئی۔ وقار حسین اور اسکے دو ماتحت افسر جو تبدیل لباس میں موجود تھے اور بندو کی گرفتاری کی فکر میں تھے، خدمتگار سے پوچھنے لگے اُس نے سب واقعہ بیان کیا اور اسی کے ساتھ اُس نوجوان آدمی کا حلیہ بیان کیا جو دروازہ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ وقار حسین نے سمجھا کہ یہ مسعود تھا۔ پشت کی دھلیز میں داخل ہوئے تو دروازہ کھلا پایا اور اسکی سمجھ میں آیا کہ ہیرا بائی اسی راستہ سے غائب ہوئی ہے۔ پہرہ کے کنسٹبل سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ روشنی گل ہونے سے پہلے ایک موٹر دروازہ کے مقابل آکر ٹھہری، لیکن جس وقت برقی روشنی غائب ہوئی تو اندھیرا ہوگیا اور موٹر تیزی کے ساتھ چاندنی چوک کیطرف چلی گئی۔

باب ۱۲

میں کہاں ہوں

انسپکٹر وقار حسین نے ایک ماتحت افسر کو جلد جلد احکام دئیے۔
"اپنے سب آدمی تھیٹر کے گرد و پیش سے ہٹا لو۔ اگر میرا قیاس صحیح ہے کہ وہ ہلیز میں جو آدمی چھپا ہوا تھا وہ مسعود تھا تو ہیرا بائی بالکل محفوظ ہے۔ بندہ کا فرار ہو جانا البتہ قابل افسوس ہے۔"
ایک اردلی کو ساتھ لے کر وقار حسین محلہ بلی ماران کی طرف روانہ ہوا۔ آج رات کی ناکامیابی سے اُسکے استقلال اور ارادہ میں زیادہ پختگی ہو گئی تھی، اُسے احساس تھا کہ مرزا بلگرامی کے تمام گروہ کا ہیرا بائی کو اڑا لے جانے کی کوشش میں مصروف ہونا، کسی عورت کو بھگا لے جانے کے لئے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کی آڑ میں کوئی بڑا راز پوشیدہ ہے جس کا معلوم کرنا بحیثیت پولیس افسر کے اُسکا فرض ہے۔ گو کھلے کا قتل اس سُرعت کے ساتھ ہونا کسی اہم معاملہ

۵

کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ گوکھلے ہیرآبادی کی تلاش میں دہلی آتا ہے اور قتل کردیا جاتا ہے۔ وہ امداد کے لئے پولیس کے پاس نہیں آتا بلکہ خدائی فوجداروں سے رجوع کرتا ہے جس سے معاملہ کی سنجیدگی اور اہمیت دوبالا ہو جاتی ہے۔ اُسے یہ بھی تعجب تھا کہ بنارسی داس جیسا آدمی گوکھلے سے کیا تعلق رکھ سکتا ہے ہوٹل سے روانگی کے وقت اُسنے لالہ جی کو کلرک سے باتیں کرتے دیکھا تھا۔ شاید مسعود اور مہراب جنگ سے کچھ حال معلوم ہو سکے۔ اتنے میں مہراب جنگ کا مکان آگیا۔ ایک کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور روشنی ہو رہی تھی۔ کنڈی کھٹکھٹائی۔ فوراً لوک بہادر نے دروازہ کھولا۔

"کنور صاحب اور مسعود ہیں؟ میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں"

"تھوڑی دیر ہوئی یہاں آئے ضرور تھے۔ مگر پھر چلے گئے، بہت پریشان اور پژمردہ معلوم ہوتے تھے"۔

"لیکن اُنکے کمرہ میں روشنی کیسی ہے؟"

"کنور صاحب کل باہر جانے والے ہیں، میں اُن کا سامان درست کر رہا ہوں، آپ بیٹے تشریف رکھیے اور اُنکی واپسی کا انتظار کیجئے"۔

"میں اس وقت مصروف ہوں۔ کنور صاحب سے کہدینا کہ علی الصباح آؤں گا"۔

یہ کہہ کر دفار حسین روانہ ہوا۔ لوک بہادر دروازہ بند کرکے اوپر گیا۔ اول روشنی گل کی۔ آہستہ سے کھڑکی بند کی اور سب دروازوں پر پردے ڈالدیے۔ کچھ دیر انتظار کرکے روشنی کر دی۔ کمرہ جگمگانے لگا۔ بیچ میں ایک کوچ پر ہیرآبادی

بیہوش پڑی تھی۔ مسعود ٹھنڈے پانی کے چھینٹے اُسکے مُنھ پر ڈال رہا تھا۔
لوک بہادر نے غور سے اُسکے چہرہ کیطرف دیکھا اور کہا
"معلوم ہوتا ہے کوئی تیز دوا بیہوشی کی دی گئی ہے۔ کہیں مر نہ جائے۔"
"ممکن ہے۔ لیکن ہیرا بائی جوان اور مضبوط جثہ کی لڑکی ہے۔ مرنیکے قابل نہیں۔ اُسنے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔ یہ مرگئی تو ہمارا انتقام سخت ہوگا"
لوک بہادر نے لڑکی کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ پھر نبض دیکھی جو بہت کمزور تھی "بہتر ہو کہ ڈاکٹر رحمٰن کو بلایا جائے"
اتنے میں ہیرا بائی نے زور سے سانس لی، آنکھوں کی پلکوں کو جنبش ہوئی۔ اور مسعود نے کہا۔
"اب ٹھیک ہے۔ مریگی نہیں۔ کل تک سوائے درد سر کے اور کوئی اثر بیہوشی کی دوا کا نہیں رہیگا"
جیب سے ایک چھوٹی سی پچکاری جس میں دوا بھری ہوئی تھی نکالی اور اس کے بازو میں سوئی کی نوک ڈال کر دوا کے چند قطرے بدن میں بھر دیے اور گجراتی زبان میں کہا "
"کھولو کھولو تو انکھیاں پیاری"
ہیرا بائی نے کروٹ بدلی اور آنکھیں کھولدیں، قدرے سر اٹھایا اور پوچھا۔
"میں کہاں ہوں"؟

آنکھیں پھر بند کریں اور خاموش ہوگئی۔
مسعود نے گھڑی پر نظر ڈالی اور کہا

"اب ہیرا بائی کی جان کو خطرہ نہیں ہے۔ کل تک ٹھیک ہو جائے گی۔ وقت کم ہے۔ جلدی کرنا چاہیئے۔ بلگرامی اور رستم جی کے تمام گرگے تھیٹر کے آس پاس موجود تھے کوئی دم میں آئیں گے، حملہ یہاں ضرور ہوگا۔"

ایک ہاتھ گردن کے نیچے اور ایک کمر میں ڈالکر لڑکی کو گود میں اُٹھا لیا۔ اور زینہ اُتر کر پشت کی جانب صحن میں پہونچا۔ عین اُسوقت ایک موٹر پشت کے دروازہ پر آکر رُکی۔ آہستہ سے دروازہ کھولا اور شوفر کو بلا کر چند ہدایات دیں موٹر بظاہر شفاخانہ سے منگائی گئی تھی ایک نرس موٹر سے اُتری، اُس کی مدد سے ہیرا بائی کو موٹر میں لٹایا اور نرس نے اندر بیٹھ کر دروازہ بند کر کے شیشے چڑھائے فوراً موٹر روانہ ہوئی۔

مسعود نے کہا۔

"چاندنی چوک اور قلعہ کی سڑک سے تیز جاؤ۔"

مسعود ابھی ہٹ رہی تھا کہ بائیں جانب سے پیروں کی آہٹ معلوم ہوئی اور ایک بڑی سی اینٹ اُسکے کان کے پاس سے ہوکر گذری اور دیوار میں لگی۔ مسعود اُچھل کر صحن کے اندر آیا اور دروازہ بند کر لیا۔ تینوں دوستوں کو بڑی فکر تھی کہ بدمعاش کہیں موٹر پر حملہ نہ کریں لیکن اتفاق سے بلگرامی کے آدمی بائیں طرف سے آئے اور چاندنی چوک کی سڑک صاف تھی۔ چاندنی چوک میں پہونچکر موٹر والے نے تین مرتبہ جلد جلد ہارن بجایا جو اس بات کا

اشارہ تھا کہ موٹر خطرہ کی جگہ سے نکلکر شاہراہ پر آگئی۔

تینوں دوست بالا خانہ پر جمع ہوئے اور معاملہ کی سنجیدگی پر گفتگو کرنے لگے۔ یہ ظاہر تھا کہ جس وقت رستم جی کو ہیرا بائی کی چھن جانے کا حال معلوم ہوا ہوگا وہ اپنے تمام گروہ کو لیکر بلی ماران آئیگا۔ چنانچہ حملہ شروع بھی ہو گیا تھا اور مسعود کا سر اینٹ سے بال بال بچگیا۔ لوک بہادر کی رائے تھی کہ انسپکٹر وقار حسین کو خبر کی جائے تاکہ وہ پولیس کے سپاہی مکان کی حفاظت کے لئے بھیجدے، لیکن اس معاملہ میں پولیس کی امداد لینا مناسب نہ تھا۔ مسعود کو کچھ خیال آیا اور جلدی سے ٹیلیفون کا آلہ ہاتھ میں لے کر کہا۔

" ۵۵۵ افسر خفیہ پولیس سے جلد ملادو"

جب سلسلہ مل گیا تو کہا

" انسپکٹر وقار حسین۔ کیا آپ ہیں ...... ہم لوگ اسوقت بڑے خطرہ میں ہیں ...... مسعود کو بدمعاشوں نے زخمی کردیا ہے جلد پولیس کی امداد بھیجئے ...... اور ایک ڈاکٹر بھی ..... بڑی مہربانی"

لوک بہادر کو تعجب تھا کہ ابھی تو یہ فیصلہ کیا گیا کہ پولیس کو خبر نہ ہو اور مسعود اس کے خلاف انسپکٹر وقار حسین سے مدد مانگتا ہے۔ ٹیلیفون کا آلہ رکھ کر مسعود ہنسا اور کہنے لگا۔

" رستم جی کے آدمی بڑے ہوشیار ہیں! انھوں نے ہمارے ٹیلیفون کا سلسلہ صدر دفتر سے منقطع کرکے اپنے تار سے ملادیا ہے تاکہ جو باتیں ہم کریں وہ لوگ معلوم کریں۔ ثبوت چاہیئے تو سُنو!"

اتنے میں کسی نے دروازہ آہستہ سے کھٹکھٹایا۔ لوٹ بہادر کھڑکی کی طرف گیا۔
لیکن مسعود نے روک دیا۔

"تم نے کھڑکی کھول کر سر باہر نکالا اور پستول کی گولی سے تمھارا کام تمام ہوا۔ ٹھہرو۔ میں ایک ترکیب اور کرتا ہوں"

دوسرے کمرے میں گیا۔ الماری سے ایک بڑا سا انار نکالا، ہلکی سی بانس کی سیڑھی لگا کر بالا خانہ کی چھت پر گیا اور انار میں آگ لگا دی۔ رستم جی کے آدمیوں نے جو مکان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا سمجھا کہ انار چھوڑ کر پولیس کو بلانا مقصود ہے۔ سب لوگ منتشر ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر میں ایک کنسٹبل دروازہ پر آیا اور زور سے آواز دی۔

"رات کو آتشبازی بغیر اجازت کیوں چھوڑی گئی؟"

مسعود اطمینان سے نیچے اُترا اور دروازہ کھول دیا۔

باب ۱۳

غلبہ کیسے ہو گا

رستم جی رات بھر کا تھکا ماندہ اور اپنی ناکامیابی پر مردہ گھر پہونچا۔ دروازہ پر ملازم کو سوتا پایا۔ مزاج برہم تھا، ہاتھ سے نہیں، ٹھوکر مار کر نوکر کو جگایا اور پوچھا،

"کوئی رات کو آیا تو نہیں تھا"

"جی ہاں۔ مرزا صاحب اندر موجود ہیں"

رستم جی نے اوورکوٹ اُتار کر ملازم کو دیا اور ملاقات کے کمرہ میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔

آتش دان کے قریب چھوٹی میز بچھائے مرزا بلگرامی شطرنج کے مُہرے بساط پر رکھے ہوئے، شطرنج کا کوئی اہم معمہ حل کرنے میں مستغرق تھے۔ آہٹ پاکر چونکے اور رستم جی سے مخاطب ہو کر بولے۔

"مجھے دربار اکبری کے مشہور شاطر عبدالرحیم خان خانہ اور راجہ ٹوڈر مل کے ساتھ اتفاق نہیں ہے کہ پانچ چالوں میں مات نہیں ہو سکتی۔ آؤ اس نقشہ کو

دیکھو، پانچ نہیں صرف چار چالوں میں مات ہوسکتی ہے مگر شرط یہ ہو کہ مخالف کا گھوڑا دوسری چال میں بیکار کر دیا جائے۔ کرسی سے کھڑا ہوا اور دریافت کیا۔

"مجھے امید ہے کہ آج شب کا معاملہ بخیر و خوبی انجام پایا اور آپ کامیاب واپس آئے"

"مرزا صاحب، مجھے اپنی ناکامیابی پر افسوس ہے خدائی فوجداروں نے پولیس کو بلا لیا اور ہم ناکامیاب واپس آئے۔ مسعود البتہ زخمی ہوا ہے مگر یہ کافی نہیں ہے"

"تو یہ کہیے جس طرح بندو ناکامیاب رہا آپ کے آدمی بھی۔ بندو سزا کا مستحق ہے اسکا وار خالی گیا، اُسنے بڑی جلدی کی۔ ہمارے آدمی اپنی مقررہ جگہ پر پہونچے بھی نہ تھے"

مرزا صاحب آپ کو معلوم ہے یا نہیں، انسپکٹر وقار حسین ایک سندھی افسر کے ساتھ تھیٹر میں موجود تھے۔ معلوم ہوتا ہے بندو کی گرفتاری کی فکر میں تھے، اب اس کی خیر نظر نہیں آتی"

"مجھے معلوم ہے لیکن جہاں میں نے اُسکے چھپانے کا بندوبست کیا ہے پولیس وہاں پہونچ نہیں سکتی"

صبح ہونے والی تھی مرزا نے کھڑکی کھول کر باہر دیکھا۔ سڑک پر دو آدمیوں کو ایک درخت کے نیچے کھڑا پایا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ پولیس آپ کے مکان کی نگرانی کر رہی ہے۔ یہ تو بتائیے کہ ہیرا بائی کہاں ہے۔ آج اُسے مدرسہ میں موسیقی اور مصوری کا

سبق دینا ہے"

"مجھے نہیں معلوم ہیرا بائی کہاں ہے، خیال ہوتا ہے کہ میر ٹھ اپنی پھوپھی کے گھر بھیجدی گئی۔ پولیس اور خدائی فوجدار دونوں اس معاملہ میں ملکر کام کر رہے ہیں، معمولی تدابیر سے کام نہ چلے گا۔ سختی اور جبر ضروری معلوم ہوتا ہے، بہر حال جو کچھ ہو ہیرا بائی کو واپس لانے کا میں ذمہ لیتا ہوں۔"

"بہتر ہے، لیکن لالہ بنارسی داس کی دلچسپی اس معاملہ میں اہمیت سے خالی نہیں مجھے اب تک معلوم نہ تھا لیکن کل شام کی ڈاک سے جو کاغذات میرے پاس پہونچے ہیں، اُن سے بخوبی ثابت ہے کہ گوکھلے بنارسی داس کے مشورہ پر ہیرا بائی کی تلاش میں دہلی آیا تھا نیز گوکھلے کا راز باوجود جبر و سختی کے معلوم نہ کر سکا اور نہ اُسکے اسباب میں وہ ضروری کاغذات ملے جو ہماری کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔ اُس سند کا ملنا ضروری ہے جس کی رو سے بھوپال کی سرکار نے دیوان گنج کا جنگل مستاجری میں دیا تھا۔ علاوہ اسکے وہ جگہ بھی معلوم ہونا چاہیئے جہاں لال کٹھور واقعہ ہے اور وہاں تک پہونچنے کی کنجی بھی دستیاب ہونا چاہیئے۔ پھر ایک خط بنڈل سے نکالا جس کا مضمون یہ تھا۔

تمہارا خط پہونچا۔ اطمینان رکھو معاملہ معلومہ کے متعلق ایک لفظ بھی کسی سے نہ کہونگا۔ سوائے میرے یہاں تمہارے خطوں کو کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ معاملہ ایسا اہم ہے کہ تمھیں فوراً ہیرا بائی کی تلاش کرنا چاہیئے۔ پانچسو روپیہ سر دست بھیجتا

ہوں، جب دہلی آ جاؤ گے تو حسب ضرورت روپیہ لے سکتے ہو"

بنارسی داس

"اس سے صاف ظاہر ہے کہ بنارسی داس کو گوکھلے کا راز معلوم ہے مجھے یقین ہے کہ اصلی سند اور دیگر کاغذات بھی سیٹھ بنارسی داس کے پاس گوکھلے نے بھیج دیے ہیں۔"

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ رات گوکھلے کی موت کے بعد بنارسی داس اسکی تلاش میں کشمیری ہوٹل گیا تھا۔"

"قبل اسکے کہ پولیس یا بہرام بنارسی داس کی طرف توجہ کریں ان کاغذات کا ملنا ضروری ہے۔ سیٹھ جی کے دفتر میں میرا ایک مرید کام کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سیٹھ جی اپنے دفتر میں وہی کاغذات رکھتے ہیں جن کا تعلق کاروبار سے ہو، وہ دفتر بہت کم آتے ہیں اُنکا منیجر سب کام کرتا ہے، ان کاغذات کی تلاش گھر پر ہونی چاہئیے، یہ بھی ضروری ہے کہ بنارسی جی یا تو ہمارے قبضہ میں آ جائے یا اُسکی زبان ہمیشہ کیلئے بند کر دی جائے۔ تم صرف ہیرا بائی کو واپس لا دو۔ بنارسی داس کا میں ذمہ لیتا ہوں۔"

"لیکن خدائی فوجداروں کی طرف سے بڑا اندیشہ ہے"

"تم مطمئن رہو مسعود کا خاتمہ تو اب تک ہو گیا ہوتا مگر ہندو کا وار خالی گیا۔ بہرام اور اس کے شاگرد غیر فانی نہیں ہیں، میرے سانپ کی دسترس سے بچ نہیں سکتے"

"وہ غیر فانی نہیں ہیں تو ہم کہاں ہیں، سوال یہ ہے کہ غلبہ کس کی

قسمت میں ہے"

مرزا مسکرایا، اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا، گویا مرزا کو اپنی کامیابی پر کامل یقین تھا،

صبح ہونے والی تھی رستم جی سے رخصت ہو کر گھر پہونچا۔ بظاہر پولیس والے ابھی تک بندو کی تلاش میں وہاں نہ پہونچے تھے۔ احاطہ کا پھاٹک بند کیا، اور اپنے کمرے میں پہونچکر بندو کو آواز دی۔

بندو جو رات کے وقت بمبئی کے سیٹھ کے لباس میں تھیٹر گیا تھا اسوقت اپنی اصلی حالت میں ایک کثیف بنیان پہنے اور تہ بند باندھے اندر آیا اور خاموش کھڑا ہو گیا۔

"بندو! رات تم نے بڑی حماقت سے کام لیا۔ وقت سے پہلے تم نے ہیرا بائی کو بیہوش کر دیا اور مسعود پر تمہارا وار خالی گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری قسمت میں گرفتاری اور سولی لکھی ہے"

"حضور قصور ہوا۔ معاف کیجئے۔ ابکی بار ایسی خطا نہ ہوگی، بہت احتیاط سے کام کروں گا"

"اپنے کان پکڑو، اور پچاس دفعہ اٹھا بیٹھی کرو"

بندو نے بلا چون و چرا معصوم بچوں کی طرح اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل کی۔

مرزا برابر کے کمرے میں گیا جو مقفل رہتا تھا اور وہاں سے ایک شیشہ کی بوتل جس پر سیاہ غلاف چڑھا ہوا تھا بغل میں دبا کر لایا۔ اور بندو کو باہر آنے کا

اشارہ کیا۔ احاطہ کے گوشہ میں جہاں پرانی عمارات کا کھنڈر تھا گیا۔ ایک جگہ مٹی کو پیر سے صاف کیا۔ ایک پٹ لوہے کا نظر آیا۔ جس میں کڑا لگا ہوا تھا بندو نے کڑا پکڑ کے پٹ اُٹھایا تو نیچے اُترنے کیلئے زینہ نظر آیا۔ آگے بندو کو بھیجا پھر پٹ بند کر کے خود اُترا۔ دو تین سیڑھیاں اُتر کر بجلی کی روشنی کا بٹن دبایا اور زینہ روشن ہو گیا۔ جیب سے کنجی نکالی اور ایک مضبوط دروازہ کھولا۔ دروازہ کے پاس بٹن دبایا تو تہ خانہ بھی روشنی سے منور ہو گیا۔ یہ شاہی وقتوں کا بنا ہوا تہ خانہ تھا، مگر کشادہ اور ضروری سامان سے آراستہ تھا۔

" بندو، جان کی خیر مناتے ہو تو خاموشی کے ساتھ یہاں ٹھہرو تمہارے کھانے پینے کیلئے سب سامان یہاں موجود ہے۔ آتشدان میں آگ جلاؤ اور کمرہ کو گرم رکھو۔ خبردار اس بوتل کو نہ چھونا"

بوتل آتشدان سے کچھ فاصلہ پر رکھدی اور کمرہ بند کر کے باہر گیا اپنے نشست کے کمرہ میں واپس جا کر بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ چند ملازمان پولیس بندو کی تلاش میں آ پہونچے۔

باب ۱۴

سانپ کا مالک

ہوٹل میں گورکھلے کے سامان و اسباب کی تلاشی لیکر انسپکٹر وقار حسین واپس جا رہا تھا کہ اُس نے بنارسی داس کو ہوٹل کے بابو سے گورکھلے کے متعلق گفتگو کرتے پایا تھا۔ اُسے تعجب ہوا کہ بنارسی داس جیسے آدمی کو معمولی مرہٹہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ دوسرے دن صبح کو ہوٹل واپس گیا اور بابو سے دریافت کیا لیکن کوئی مفید بات معلوم نہ ہوئی۔ اُسنے ارادہ کیا کہ براہ راست سیٹھ بنارسی داس سے دریافت کرنا چاہیئے۔ راستہ میں محلہ بلی ماران سے گذرا تو خیال ہوا کہ خدائی فوجداروں سے ملتا جائے۔

فوراً اطلاع ہوئی اور زینہ چڑھ کر اوپر پہونچا۔ ایک کمرے میں تینوں دوست ناشتہ کی میز کے گرد بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وقار حسین کو بھی مدعو کیا اور ایک پلیٹ اُسکے سامنے بڑھائی۔ تینوں دوست شب گذشتہ کی مصروفیت اور اپنی کامیابی پر بہت مسرور تھے۔ انسپکٹر وقار حسین نے کہا۔

"پولیس نے مرزا بلگرامی کی کوٹھی کا کونہ کونہ تلاش کیا مگر نبدو نہ ملا

معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کہیں بھیج دیا ہے"

مسعود نے کہا:۔

"بندو مرزا کے مکان سے کہیں زیادہ دور نہیں ہے۔ میں اُن نکلنے سے پہلے وہاں گیا اور احاطہ کی دیوار پر چڑھ کر نگرانی کرتا رہا۔ بندو کہیں باہر نہیں گیا ہے وہیں کہیں چھپا دیا ہے"

"اور مرزا کا دوسرا مرید مولا بخش ملا یا نہیں؟"

"ہاں وہ موجود تھا۔ برآمدہ میں مرزا کے لئے چائے کا پانی گرم کر رہا تھا۔ اُس سے کوئی مفید بات معلوم نہ ہو سکی"

مسعود نے چائے کی پیالی ہاتھ سے رکھی اور کہا۔

"تو یہ صحیح ہے کہ بندو گرفتار نہ ہو سکا۔ بندو بڑا عجیب آدمی ہے رات اُس سے مڈبھیڑ ہوئی مگر ایک لڑکی بیہوشی کے عالم میں میرے ساتھ تھی، میں بندو کی خبر نہ لے سکا۔ ممکن تھا کہ اس کی مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کل ہو جاتا، یعنی یہ کہ میں اُسے گرفتار کر کے پولیس کے حوالہ کر دیتا"

"بیشک مجھے یقین ہے"

"لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سندھی بدمعاش سولی پر نہ لٹکے گا۔ اس کا خاتمہ کسی اور طرح پر ہوگا۔ اور یہ کہیئے کہ آپ لالہ بنارسی داس سے ملنے کب جائیں گے؟"

انسپکٹر چونکا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔ یہ تمھیں کیسے معلوم کہ میں لالہ بنارسی داس سے ملنا

ضروری خیال کرتا ہوں۔ میں اسوقت اُسکے پاس جا رہا ہوں"

"ضرور جائیے! ممکن ہو کہ لالہ بنارسی داس آپ کو مدد دے سکیں"

"کیا آپ اُنھیں جانتے ہیں؟"

"ابھی ذرا دیر ہوئی ٹیلیفون پر اُن سے باتیں ہوئیں، انسپکٹر صاحب آپ اُنکی حفاظت کیلئے پولیس کا معقول انتظام کر دیں تو مناسب ہو"

"یہ کیوں اُنھیں کس بات کا خطرہ ہو؟"

"صرف جان کا اندیشہ ہو کہ سانپ ان کی طرف بھی رُخ کرے۔ اگر سپیرے کو یہ معلوم ہو گیا کہ بنارسی داس گو کھلے کے راز سے واقف ہو"

"تم لوگ معموں میں باتیں کیوں کرتے ہو، صاف کیوں نہیں بتاتے کہ کیا معاملہ ہو۔ تم اس طرح باتیں کرتے ہو گویا سانپ کی اصلی کیفیت سے واقف ہو اور جب چاہو اُسے پکڑ سکتے ہو"

"بیشک"

"یہ صحیح ہے تو بتاؤ سانپ کس کے قابو میں ہو"

"مرزا بلگرامی کے"

انسپکٹر حیرت سے تینوں دوستوں کو دیکھنے لگا۔ اُسے یقین نہیں آتا تھا کہ مرزا بلگرامی جو عوام میں اس قدر عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور حکام دہلی جس کے اثر سے اکثر کام لیتے ہیں، ایسا خطرناک مجرم ہے۔ اُس کے تقدس اور فقیری پر انسپکٹر پولیس کو شک ضرور تھا لیکن یہ خیال و گمان بھی نہ تھا کہ مرزا ایک خوفناک گروہ کا سردار ہے۔

"انسپکٹر صاحب، اس میں شک کرنے کی بات ہی کیا ہی، ہم سمجھتے تھے کہ پولیس اس نتیجہ پر خود ہی پہونچگئی ہو گی، ثبوت درکار ہے تو ان سب آدمیوں کیطرف خیال کرو جواب تک سانپ کا شکار ہو چکے ہیں، اول دہلی بنک کا ایک بابو مرا۔ اس بنک میں مرزا اپنا روپیہ رکھتا ہے بابو کو معلوم ہوگیا تھا کہ تبلیغ کے نام سے جو روپیہ جمع کیا گیا ہے مرزا اُسے اپنے کام میں لاتا ہے۔ اُس نے مرزا کو دھمکی دی تھی کہ تبلیغ کے جلسہ میں اُسکا بھانڈا پھوڑیگا۔ مرزا نے اُس بابو کو خطرناک سمجھا اور اُسکا خاتمہ کردیا۔

"دوسرا احمد جان جو کسی زمانہ میں مرزا کا شریک کار تھا اور پنجاب و سندھ میں مرزا کی طرف سے کام کرتا تھا۔ مدرسہ صوفیہ کیلئے اُسنے رقم کثیر جمع کی لیکن روپیہ کی تقسیم پر مرزا سے جھگڑا ہوا، مرزا کے چند خطوط اُس کے قبضہ میں تھے اُسنے انھیں شایع کرنے کی دھمکی دی۔ شام کے وقت پارک میں گیا، خطوط اُسکے جیب میں تھے، گھر واپس نہ آیا اور راستہ میں سانپ نے ڈس لیا۔ جب پولیس پہونچی تو خطوط اُسکی جیب میں نہ تھے"

انسپکٹر دفار حسین "واقعی تم لوگوں کا طریقہ تفتیش عجیب و غریب ہی۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ سانپ جیسے کیڑے کو کوئی آدمی کس طرح سدھا سکتا ہے کہ جہاں اور جس وقت کام لینا چاہے وار خالی نہ جائے۔ مثلاً گوکھلے کی موت کا خیال کرو، پولیس کا کنسٹبل قریب موجود تھا اُسکی نگرانی کر رہا تھا سانپ اسکی گردن تک کسطرح پہونچا"

خدائی فوجداروں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور قہقہہ لگایا مسعود نے کہا

"چند روز میں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ سانپ کس غضب کا ہے۔ اُسے نہ انسانی آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ اس کا حملہ کوئی روک سکتا ہے۔ ہمیشہ گردن یا مُنھ پر کاٹتا ہے۔ کل شب کو سانپ میری طرف لپکا۔ لیکن خیریت ہوئی میں ہوشیار نہ ہوتا تو آج قبرستان میں آرام سے سوتا ہوتا۔ اگر سانپ نے پھر کبھی میری طرف رُخ کیا تو یقین کیجئے کہ آپ کی تمام پولیس اور فوج سانپ کے مالک کی جان نہیں بچا سکتی"

اتنے میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور ایک بہادر نیچے گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک دراز قد اور شکیل جوان کے ساتھ واپس آیا اور کہا۔

"یہ بکرم سنگھ صاحب ہیں، آپ انسے ملکر خوش ہونگے"

سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ بکرم سنگھ نے سلام کیا اور ہاتھ بڑھا کر پوچھا،

"کنور مہر آب جنگ صاحب کون سے ہیں؟ میں چند منٹ تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا ہوں"

مہر آب جنگ نے بکرم سنگھ سے مصافحہ کیا اور کہا۔

"مہر آب جنگ مجھے کہتے ہیں، اس کرسی پر تشریف رکھیئے، میرے دوست مسعود اور لوک بہادر ہیں، اور آپ انسپکٹر وقار حسین ہیں جو مجھ پر بڑے مہربان ہیں ان کی موجودگی میں آپ بلا تکلف باتیں کر سکتے ہیں، لیکن آپ اول ناشتہ میں ہمارے ساتھ شریک ہوں تو بہت خوشی ہوگی"

"بڑی مہربانی لیکن میں صبح کو ناشتہ نہیں کرتا۔ البتہ ایک پیالی چاء آپ کے ساتھ پی سکوں گا"

کرسی پر بیٹھ گیا اور لوک بہادر نے چائے کی پیالی بنا کر بکرم سنگھ کے سامنے رکھی،
ایک گھونٹ پی کر پیالی نیچے رکھی اور کہا۔

"بڑے مزے کی چائے ہے۔ میں نے مدت سے ایسی چائے نہیں پی،
کشمیری چائے کا کیا کہنا۔ آج کل جہاں جاتا ہوں انگریزی وضع کی چائے ملتی ہے
جس میں سوائے گرم پانی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ کنور صاحب۔ معاف کیجیے کیا
خدائی فوجداروں کے سب ممبر یہاں موجود ہیں"؟

مہراب جنگ مسکرایا

"ہم لوگ معمولی آدمی ہیں۔ خدائی فوجداروں کا نام آج آپ سے سنا ہے"

"تعجب ہے! تو کیا ایک مرہٹہ ، گوکھلے نامی آپ کے پاس نہیں،
کسی اور سے ملنے آیا تھا"

"بیچارہ گوکھلے ہمارے پاس ضرور آیا تھا لیکن افسوس ہے کہ قبل اسکے
کہ ہم اسکی کچھ مدد کر سکتے وہ مر گیا"

"یہ مجھے معلوم ہے۔ میں اسی موت کے سلسلہ میں آپ سے ملنے
آیا ہوں۔ کنور صاحب اگر کوئی آپ سے کہے کہ گوکھلے سانپ کے
کاٹے سے مرا ہے تو ہرگز یقین نہ کیجئے۔ مجھے سانپوں کا بہت تجربہ ہے
لڑکپن سے میں سانپوں کے ساتھ کھیلتا ہوں۔ کئی بار سانپ نے
مجھے کاٹا ہے مگر ایسا سانپ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا جو اس طرح کاٹے
گوکھلے قتل کیا گیا ہے۔ مجھے اس کی موت کا سخت افسوس ہے۔ مالوہ
کے جنگل میں بد معاش اُسے مار ڈالتے اگر میں اتفاقاً وہاں نہ پہنچ جاتا

میں نے اُسے بدمعاشوں کے جنگل سے چھوڑایا۔"

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ بدمعاش گوکھلے کے ساتھ اس بے رحمی کا برتاؤ کیوں کر رہے تھے"؟

"وہ لوگ اُس سے ایک تحریر یا خط لینا چاہتے تھے جو اُس وقت اُس کے پاس نہ تھا۔ سوائے اس کے کچھ نہیں کہا گیا۔ آپ لوگوں سے اس کا ذکر نہیں کیا گیا"؟

"مطلق نہیں! اس تحریر میں ایسی کیا اہمیت تھی"؟

"مجھے نہیں معلوم، مگر وہ کہتا تھا کہ دہلی کے خدائی فوجداروں سے مدد لے گا۔ آپ لوگوں پر اُسے بڑا بھروسہ تھا۔ اور اُس سے مجھے آپ کا نام اور پتہ معلوم ہوا۔ میں اُس کی تلاش میں تھوڑی دیر ہوئی ہوٹل گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مرگیا۔ میں فوراً یہاں آیا تاکہ آپ سے کہہ دوں کہ گوکھلے قتل کیا گیا ہے غریب سانپ کو جو ایسا سیدھا اور شرمیلا بے ضرر جانور ہے ناحق بدنام کیا گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجرم کو تلاش کریں اور اس کی موت کا انتقام لیں۔ سانپ کی معصومیت ثابت کرنے میں یا جس طرح آپ مناسب سمجھیں مجھے مدد لیں، میں سانپ کی شرافت اور ماہیت سے بخوبی واقف ہوں"

یہ کہہ کر آستین اوپر چڑھائی اور کہا۔

"یہ دیکھئے! میری کلائی پر یہ نشان کالے ناگ کے کاٹے کا ہے۔ دوسرا نشان کوڑیالے کا ...... تیسرا کرایت کا ...... چوتھا جگر کا میرے جسم میں سانپ کا اتنا زہر پہونچ گیا ہے کہ اب کسی زہر کا مطلق اثر ہی نہ ہوگا، میں

خیال کرتا ہوں کہ اس خوفناک سانپ کے پکڑنے اور کچلنے میں آپ مجھسے مدد لے سکتے ہیں"

مسعود نے سنجیدگی سے کہا

"بیشک! اس معاملہ میں آپ کی مدد بہت مفید ہوگی اور میں خیال کرتا ہوں کہ سانپ کی سرگرمی کا یہی عالم رہا تو یقین کیجئے آج سے ایک ہفتہ کے اندر ہم سب میں سے سوائے کنور بکرم سنگھ کے اور کوئی زندہ نہ رہیگا"

اس بیان کو سن کر انسپکٹر وقار حسین جو معمولاً کبھی کسی خطرہ سے پریشان نہوتا تھا لرز گیا۔

باب ۱۵

عجیب خواب

صبح کو مہرآ بائی کی آنکھ کھلی، کروٹ بدلی، سر اس قدر بھاری تھا کہ مشکل سے حرکت ہوتی تھی۔ سامنے کھڑکی کھلی پائی۔ جہاں سے باغ کے درخت نظر آتے تھے۔ مولسری کا درخت ویسا ہی تھا جیسے ہر روز دیکھا کرتی تھی۔ دوسری طرف کروٹ بدلی تو دیوار پر ٹیگور کی تصویر نظر پڑی۔ یہ تصویر بھی ویسی ہی تھی جیسی اسکے کمرہ میں آویزاں ہے۔ سر کو ہاتھ سے دبایا اور ہمت کر کے بیٹھ گئی چاروں طرف نظر ڈالی، اپنی خوابگاہ میں پاکر حیران ہو گئی پھر خیال آیا اور کہنے لگی

"اف! میں کیسی بیوقوف ہوں، میں نے جو کچھ دیکھا وہ خواب تھا۔ میں کہیں نہیں گئی تھی اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔ مگر کیا عجیب خواب تھا"

ڈاڑھی والا مولوی، راحت منزل کی آرایش، تھیٹر کا سماں اور سیٹھ بالن جی کی خوش طبعی اور بذلہ سنجی کا نقشہ آن واحد میں اسکے سامنے آگیا،

کسی نے دروازہ کھولا اور اسکی پھوپھی شیریں بائی جس کے چہرے سے حد درجہ کی پریشانی کا اظہار ہوتا تھا اندر آئی۔

"بائی جی! میں نے عجیب و غریب خواب دیکھا ہے"؟

شیریں بائی نے ناشتہ کی کشتی چھوٹی میز پر رکھی اور مہرآبائی کو گلے لگایا،

"مائی جی! بتاؤ مجھے یہاں کون لایا"؟

"تم دو آدمیوں اور ایک نرس کے ساتھ یہاں آئیں"

"نرس! یہ کیوں، میں تو اچھی خاصی ہوں! نرس کی کیا ضرورت پڑی۔ میرا سپتال تو نہیں گئی تھی؟"

"بیٹی، شکر کرو۔ بڑی خیریت ہوئی۔ میں پہلے ہی کہتی تھی کہ دہلی شہر بُری جگہ ہے۔ تمھارا تنہا وہاں جانا ٹھیک نہیں ہے۔ نرس نیچے موجود ہے، اُس سے معلوم ہوا کہ محلہ بلی ماران سے مسعود نے تمھیں اُس کی نگرانی میں یہاں بھیجا ہے۔ تم بیہوش تھیں"۔

"مسعود! خدائی فوجداروں کا ممبر، خدائی فوجدار میرے نگراں ہیں تو پریشانی کی کوئی بات نہیں"

"تم نوجوان اور ناتجربہ کار ہو میں سخت پریشان ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ہم سب کسی خطرہ میں پڑ گئے ہیں علاوہ نرس کے جو دو مرد تمھارے ساتھ آئے تھے، باری باری سے مکان کا پہرہ دے رہے ہیں، وہ دیکھو، سامنے پھاٹک پر اُن میں سے ایک آدمی کھڑا ہو"

"میں جلد تیار ہو کر نیچے آتی ہوں خود تمام باتیں اس سے دریافت کرونگی"

ہاتھ منہ دُھویا، جلدی جلدی ناشتہ کیا۔ چاء کی پیالی پی اور کپڑے بدلکر نیچے اُتری۔ اتنے میں ایک قیمتی اور بڑی سی موٹر پھاٹک پر رکی۔ ایک معمر آدمی جو وضع قطع سے شریف اور متمول معلوم ہوتا تھا مکان کی طرف آیا۔ شیریں بائی نے اُسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کچھ دریافت کرکے ملاقات کے کمرہ میں آ گئی

اور ہیرا بائی سے کہا۔

"خدا جانے کیا معاملہ ہے۔ ایک صاحب لالہ بنارسی داس دہلی سے آئے ہیں اور تم سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتے ہیں، میری رائے میں مناسب نہیں ہے"۔

"مائی جی۔ آپ اسقدر ڈرتی کیوں ہیں، خدائی فوجدار ہمارے نگراں ہیں تو ہمیں ڈر کس بات کا ہے۔ میں ضرور لالہ صاحب سے ملونگی"

لالہ بنارسی داس ادب کے ساتھ کمرہ میں داخل ہوئے۔ شیریں بائی کمرہ کا دروازہ بند کرکے باہر گئی۔ لالہ صاحب نے سلام کیا اور کہا"

"بائی صاحب، مجھے افسوس ہے میں اسوقت یہاں آیا۔ سنتا ہوں آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ لیکن ایک نہایت ضروری معاملہ کی نسبت آپ سے باتیں کرنا ضروری تھا۔ اُمید ہے کہ آپ میری جسارت کو معاف کرینگی"۔

"آپ نے بڑی عنایت کی۔ تشریف رکھیئے اور بتائیے کہ معاملہ کیا ہے؟"

"معاملہ بہت اہم ہے اور آپ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ کیا آپ گوکھلے کو جانتی ہیں؟

"نام سُنا ضرور ہے لیکن یہ یاد نہیں کس سلسلہ میں"

"گوکھلے کل شام کو مرگیا"

ہیرا بائی چونکی "کیا وہ شخص جسے پارک میں سانپ نے کاٹ لیا"؟

"ہاں، وہی، کیا اُسنے آپ کو کبھی خط لکھا؟"

"جی نہیں۔ کبھی نہیں"

"آپ کے والد انجینیر تھے؟ کیا آپ اُن کے متعلق کچھ بتا سکتی ہیں"

"جی ہاں میرے والد انجینیر تھے۔ شاید ریاست بھوپال میں کام کرتے تھے میں بہت چھوٹی تھی جب ان کا انتقال ہوا۔"

"کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ جب ان کا انتقال ہوا تو وہ بھوپال میں کس جگہ تھے اور کیا کام کرتے تھے"

"مجھے ٹھیک نہیں معلوم لیکن میری پھوپھی بتا سکتی ہیں"

باہر گئی اور چند منٹ کے بعد شیریں بائی سے باتیں کر کے واپس آئی"

"میرے والد ریاست بھوپال میں انجینیر تھے۔ سرکار عالیہ نے انھیں مُعاجری میں بہت گاؤں بھی دئے تھے۔"

"کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ یہ گاؤں بھوپال میں کس جگہ واقع ہیں"

"ٹھیک تو معلوم نہیں، میں وہاں کبھی نہیں گئی لیکن شاید سانچی ٹوپ کے قریب"

"آہا! یہ بہت مفید بات ہے۔ کیا آپ کے پاس فارسی زبان کا کوئی زبان سرکار عالیہ بھوپال کا ان مواضعات کے متعلق موجود ہے؟"

"جی نہیں! کبھی نہیں دیکھا۔ فارسی زبان میں کوئی تحریر ہوتی تو مجھے ضرور یاد ہوتی"

"کیا آپ اپنے والد کے متعلق مجھے کچھ بتا سکتی ہیں؟"

"زیادہ حالات تو مجھے معلوم نہیں مگر یہ سُنا تھا کہ وہ سرکار کے بڑے

شوقین تھے اور اسی خیال سے ایسے مواضعات متاجری میں حاصل کیئے تھے جہاں بہت جنگل ہے۔ سانچی ٹوپ کے آس پاس پرانے کھنڈر رہیں اُن کے دیکھنے کے لئے دور دور سے لوگ آتے تھے۔ اور شاید کسی کان کی تلاش میں وہاں گھومتے تھے، میرے والد کو ان کی بدخلت پسند نہ تھی۔ انھیں لوگوں میں سے میرے والد کو کسی نے مار ڈالا اور مشہور یہ ہوا کہ ہیضہ سے مر گئے۔"

"اس بیان سے معاملہ صاف ہوگیا' میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں"

"لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ معاملہ کیا ہے۔ کیا بیچارہ گو کھلے کو اس معاملہ سے تعلق ہے" ؟

"گو کھلے کل ہی بھوپال سے یہاں آیا تھا۔ اُس کی شرافت اور ایمانداری کا مجھے بار بار خیال آتا ہے کوئی دوسرا ہوتا تو اُس راز کی مدد سے جو اُس کے قبضہ میں تھا مالا مال ہو جاتا اور آرام سے متمول آدمیوں کی زندگی بسر کرتا لیکن اُسکی دیانت اُسکی موت کا سبب ہوئی"۔

"میں کچھ سمجھی نہیں، صاف کہئے معاملہ کیا ہے"؟

"میں کہنا چاہتا ہوں لیکن کہتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ بیچارہ گو کھلے اس راز سے واقف تھا اور کل قتل کیا گیا۔ آپ کو حق ہے کہ اس راز سے واقف ہوں اور میں اسی ارادے سے یہاں آیا تھا کہ جو کچھ جانتا ہوں آپ سے کہہ ڈالوں کیونکہ دراصل اس راز کا تعلق تمھاری ذات سے ہے۔

"گو کھلے کل دہلی اسلئے آیا تھا کہ آپ کو تلاش کرے اور جو کچھ وہ جانتا ہے آپکو بتادے اور اپنے فرض سے سبکدوش ہو۔ مگر اُس کی قسمت میں موت تھی۔ یہ بہتر

ہوگا کہ اس وقت آپ کو زیادہ زحمت نہ دوں اور گھر جا کر اپنے وکیل کو بلاؤں اور اس سے معاملہ کے ہر پہلو پر گفتگو کرنے کے بعد آپ کو کل واقعات بذریعہ تحریر بھیج دوں۔ میں آپ کو نہ ڈرانا چاہتا ہوں اور نہ سر دست کوئی اُمید دلانا چاہتا ہوں صرف اتنا البتہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ معاملہ بخیر و خوبی انجام کو پہونچ جائے تو آپ اپنے والد کی ورثہ کی مالک بن جائیں گی۔ ہاں یہ تو کہئے کہ آپ کنور مہراب جنگ کو جانتی ہیں؟"

"کون مہراب جنگ؟ نیپالی شہزادہ جو خدائی فوجداروں کا سردار ہے"

"کیا آپ انھیں جانتی ہیں اور کبھی ملاقات ہوئی ہے؟"

"جی نہیں مجھے کبھی ملاقات نہیں ہوئی"

"کیا آپ لوگ بہادر یا مسعود کو بھی نہیں جانتی؟"

ہیرا بائی مسعود کا نام سنکر چونکی اور قدرے تامل کے بعد بولی۔

"مجھے ان لوگوں کے ساتھ ذاتی واقفیت نہیں ہے۔ اتنا البتہ سنا ہے کہ یہ لوگ دہلی کے خدائی فوجدار ہیں۔ کیا آپ انھیں جانتے ہیں؟"

"ملاقات کبھی نہیں ہوئی اُن کی نسبت طرح طرح کے قصے مشہور ہیں آج البتہ مہراب جنگ نے ٹیلیفون پر مجھ سے باتیں کیں۔ بہت مختصر، مگر اس سے اندازہ کر سکتا ہوں کہ وہ نہایت زیرک اور چاق چوبند آدمی ہیں۔ مناسب ہوگا کہ میں اس معاملہ میں اُن سے مشورہ کر لوں"

"آپ کی رائے صحیح ہے" ہیرا بائی نے جوش سے کہا۔

"لیکن شاید آپ نہیں جانتیں، مہراب جنگ ایک زمانہ میں نئی وضع کے

قزاقوں[1] کا سردار تھا۔ پولیس کو بہت پریشان کیا۔ اب شاید پولیس سے کچھ سمجھوتہ ہو گیا ہے اور وہ بجائے جرائم کرنے کے مجرموں کو خود سزا بھی دیتا ہے جو قانون کی گرفت میں نہیں آتے"

" لیکن ان لوگوں سے مشورہ کرنے اور مدد لینے میں کیا مضائقہ ہے؟"

" میں اس پر غور کر دوں گا۔ آپ اجازت دیں تو میں اب گھر واپس جاؤں۔ کل آپ میرے خط کا انتظار کریں"۔

لالہ بنارسی داس رخصت ہوا۔ عین اُس وقت دہلی کے ایک مکان میں مرزا بلگرامی اُسے اپنی راہ سے ہٹانے کا فیصلہ کر رہا تھا۔ غالباً اُس کی قسمت میں بھی وہی حادثہ تھا جو غریب گوکھلے کو پیش آیا۔ لیکن محلہ بلی ماران میں مہراب جنگ اور اُسکے دوستوں نے خطرہ کا احساس کیا اور بنارسی داس کی حفاظت کا ارادہ کر لیا۔

---

[1] دیکھو نیلی چھتری اور بہرام کی گرفتاری ،، مرتبہ ظفر عمر

باب ۱۶

پہلا حملہ

لالہ بنارسی داس کو رخصت کر کے ہیرا بائی واپس ہوئی۔ پھاٹک کے قریب ایک آدمی کو جو اُسکے ساتھ آیا تھا موجود پاکر دریافت کیا۔

"کیا تم دن بھر کھڑے یہاں پاسبانی کرتے رہو گے"؟

"آج شام تک، اُس کے بعد دو اور آدمی لال کرتی سے آکر ہماری جگہ پہرہ دینگے"

"تمھیں یہاں کس نے بھیجا اور تمھارا نام کیا ہے"؟

"مجھے ننھے خاں کہتے ہیں۔ ہمیں کنور مہراب جنگ نے یہاں بھیجا ہے"۔

"لیکن کیوں؟ کیا کوئی خطرہ ہے"

"یہ مجھے نہیں معلوم، لیکن کنور صاحب کی کوئی بات دور اندیشی سے خالی نہیں ہوتی، وہ بہتر جانتے ہیں"۔

ہیرا بائی اپنے کمرہ میں واپس گئی اور معاملات پر غور کرنے لگی۔ اُسے یقین ہوگیا کہ اخبار میں اشتہار اُسے دہلی بلانے کے لئے دیا گیا تھا تاکہ وہ مرزا بلگرامی کے قبضہ میں آجائے۔ اُسے یہ بھی خیال ہوا کہ جس وقت سے وہ بلگرامی بلڈنگ

میں داخل ہوئی، سخت نگرانی میں رہی۔ باہر گئی۔ تو مرزا بلگرامی ساتھ تھے، شام کو کملا بائی اُسے اپنے ہاں لے گئی اور برابر ساتھ رہی اور سیٹھ بالن جی کے سپرد کردیا جس نے اُسے برف میں کوئی چیز ملا کر بیہوش کر دیا۔

بیہوشی سے کچھ پہلے اُس نے تھیٹر کے دروازہ پر مسعود کو دیکھا جو اس کی نگہداشت کر رہا تھا۔ مسعود وہاں نہ ہوتا تو خدا جانے وہ اسوقت کہاں ہوتی اور اسپر کیا گذرتی، یہ خیال کر کے کانپنے لگی۔

اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو ننھے خاں کو پاسبانی پر مستعد پایا۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی سڑک کی راہ سے آیا۔ لمبا کوٹ اور اونی ٹوپی پہنے تھا۔ ایک خوانچہ اُسکے سر پر تھا جس میں بساط خانہ کا معمولی سامان، بٹن، لیس موتی، مونگا اور صابون وغیرہ تھا۔ پھاٹک کے اندر آنا چاہتا تھا کہ پاسبان نے روک دیا۔

”تم مجھے منع کرنے والے کون ہوتے ہو۔ میں مدت سے اس گھر میں سامان بیچتا ہوں، ہٹو اندر جانے دو“

”خبردار تم نے احاطہ میں قدم رکھا اور میں نے تمہاری گردن ناپی“

”کیا تم پولیس کے سپاہی ہو جو اسطرح دھمکاتے ہو؟“

”خواہ میں پولیس کا سپاہی ہوں یا نہ ہوں لیکن تم یہاں نہیں آسکتے“

ہیلن بائی اور شیریں برآمدہ میں آئیں، بساطی نے سلام کیا لیکن انھوں نے اُسے پہچانا نہیں۔ شیریں بائی آگے بڑھی۔ بساطی نے کہا۔

”بائی جی، میں چھوٹی بائی صاحبہ کے لئے نیا سامان لایا ہوں۔

یہ آدمی مجھے اندر نہیں آنے دیتا دیکھئے کیسی عمدہ لیس ساری کے لائق میرے پاس ہیں۔"

"جاؤ اپنا راستہ لو۔ ہمیں کچھ نہیں چاہیئے۔ یہ بساطی یہاں پہلے کبھی نہیں آیا۔"

بساطی غرایا" اچھا بائی جی۔ خفا کیوں ہوتی ہو۔ میں کوئی اور گھر دیکھونگا۔"

یہ کہہ کر بساطی روانہ ہوا۔ پاسبان اُسے دیکھتا رہا۔ احاطہ کے سرے پر راہ کوٹھی کی پشت کیطرف گیا تھا۔ بساطی اُسطرف کو ہو لیا۔

ننھے خاں کوٹھی کی پشت کی طرف آیا جہاں اُس کا دوسرا ساتھی نگہداشت پر موجود تھا۔ بساطی کے متعلق آہستہ آہستہ مشورہ کیا۔ ذرا دیر میں بساطی احاطہ کی پشت پر نظر آیا۔ دونوں آدمی ایک درخت کی آڑ میں ہوکر اُس کی نقل وحرکت دیکھنے لگے۔ احاطہ کی پشت پر مہندی کی باڑ تھی، لیکن کئی جگہ اُسکا سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ جہاں کانٹے رکھدیے گئے تھے۔

بساطی نے چاروں طرف دیکھا۔ ہر طرف خاموشی پاکر ایک جگہ سے کانٹے ہٹادیے۔ اُس وقت اُسکا خوانچہ اسکے پاس نہ تھا، دوڑتا ہوا احاطہ کے اندر آیا اور باغ کے گودام کی کوٹھری کی طرف رُخ کیا۔ دروازہ کھول کر اندر گیا؛ اس کوٹھری میں باغ میں پانی دینے کا پُر، رسا۔ ہل اور کچھ ٹوٹا ہوا سامان ایک گوشہ میں مویشی کے لئے چری کا انبار تھا جسکے پیچھے چھپکر بیٹھ گیا۔

ننھے خاں۔ نے اپنے ساتھی سے پھاٹک پر نگہداشت کرنے کے لئے

کہا اور خود مالی کی کوٹھری کی طرف چلا۔ کوٹھری کے پٹ بند تھے مگر اندر کنڈی نہ تھی۔ دروازہ کھولا اور ہر طرف نظر ڈالی۔ چری کے انبار میں کچھ آہٹ ہوئی۔ ننھے خاں آگے بڑھا اور ڈانٹ کر کہا۔

"نکل باہر، بدمعاش"

بساطی تیزی کے ساتھ باہر نکلا لیکن ہاتھ میں پستول لئے ہوئے جسے ننھے خاں کی پیشانی کے سامنے کر کے بولا۔

"کہو کیا کہتے ہو۔ تم ذرا ہلے اور تمہارا کام تمام ہوا"

ننھے خاں نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈال کر پستول نکالنا چاہا مگر بساطی نے کہا

"خبردار۔ ہاتھ سر کے اوپر اُٹھاؤ ورنہ فیر کرتا ہوں"

ننھے خاں نے ہاتھ اوپر اُٹھائے۔ بساطی نے پستول اور قریب کیا اور کہا۔

"دونوں ہاتھ ملا کر آگے بڑھاؤ"

آن واحد میں ننھے خاں کے ہاتھ سُتلی سے باندھ دئیے گئے۔ بساطی نے ننھے خاں کے کوٹ کی جیب سے پستول نکالا اور اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اور سُتلی کا ایک گولا نکال کر ننھے خاں کے ہاتھ پاؤں مضبوط جکڑ کر مُنہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور ایک گوشہ میں ڈھکیل کر اوپر سے چری ڈال دی۔

"اپنی جان کی خیر مناتے ہو تو خاموشی سے یہاں پڑے رہو"

باہر گیا۔ اور قبل اس کے کہ کوئی دیکھے کوٹھی کے غسلخانہ میں جا گھسا ننھے خاں کا دوسرا ساتھی ڈرگا پرشاد اُسے بساطی کے تعاقب میں روانہ

کرکے سامنے کی طرف آیا۔ برآمدہ میں شیریں بائی کو پایا اور اس سے کہا کہ بہتر ہو کہ کوٹھی کے سب دروازے بند کردئے جائیں۔ ہیرا بائی بھی نیچے اتر آئی تھی۔
درگا پرشاد کو متردد پاکر پوچھا۔
"کیا کوئی خطرہ ہے"؟
"احتیاط بڑی چیز ہے۔ بائی صاحب کیا آپ پستول چلانا جانتی ہیں"
ہیرا بائی نے اثبات میں جواب دیا۔ درگا پرشاد نے اپنی جیب سے پستول نکالا۔ اور ہیرا بائی کو دیا۔
"یہ لیجئے۔ ننھے خاں کو اتنی دیر ہوگئی۔ وہ آجاتا تو مجھے اطمینان ہوتا دروازہ بند کر لیجئے میں پھاٹک پر جاتا ہوں۔"
پھاٹک پر پہونچے دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک موٹر کار بہت شور کرتی ہوئی آئی کوٹھی کے قریب آکر رُک رُک کر چلنے لگی اور پھاٹک کے سامنے آکر انجن بند ہوگیا۔ شوفر گاڑی سے اُترا۔ اور بونٹ کھول کر کچھ پرزے دیکھنے لگا۔ درگا پرشاد آگے بڑھا اور پوچھا کہ کیا کچھ بگڑ گیا ہے۔ شوفر نے کہا کہ بجلی کا تار شاید خراب ہوگیا تھا۔ پھر انجن کے چلانے کا ہنڈل گاڑی سے نکالا اور دو ایک بار گھومایا مگر انجن نہ چلا۔ ہنڈل ہاتھ میں لیے پھر انجن کے پرزے دیکھنے لگا۔ درگا پرشاد بھی پرزے دیکھنے کو جھکا کہ یک لخت شوفر نے لوہے کا ہنڈل درگا پرشاد کی کنپٹی پر مارا۔ درگا پرشاد گر پڑا۔ گاڑی میں دو آدمی اور تھے فوراً اترے اور درگا پرشاد کو گاڑی میں ڈال لیا اور کھڑکیاں بند کرلیں اور شوفر پھاٹک کھولکر اندر آیا اور کوٹھی کی طرف بڑھا۔ مگر ہیرا بائی نے پستول کا فیر کیا اور گولی سنسناتی

ہوئی اُسکے سر پر سے گذری۔ شوفر رُکا۔

"بائی صاحب آپ کیا کرتی ہیں۔ ڈریئے نہیں۔ آپ سے دو باتیں کرنا چاہتا ہوں"۔

"خبردار تم آگے بڑھے اور میں نے فیر کیا۔ جاؤ باہر جاؤ فوراً"

شوفر ہنسنے لگا۔ اور دوڑ کر مولسری کے درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ ہیرا بائی نے لبلبی دبائی اور ایک فیر اور کیا۔ اس مرتبہ اجنبی بال بال بچ گیا۔ اُس نے خیریت اسی میں دیکھی کہ درختوں کی آڑ لیتا ہوا پھاٹک کے باہر گیا۔ درگا پرشاد جو بالکل بیہوش تھا اُسے گاڑی سے نکالکر باہر پھینک دیا اور موٹر کو آگے بڑھا لے گیا۔ تھوڑی دور پر سڑک مڑی تھی اُس طرف گھوم گیا۔ شیریں بائی اور نرس سہمی ہوئی غلام گردش کے ایک گوشہ میں کھڑی تھیں۔ ہیرا بائی اُنکے پاس آئی اور کہا۔

"اب کوئی خطرہ نہیں، چلو بیچارہ بیہوش پڑا ہے اُسے اُٹھا لائیں۔ مائی جی ڈرنے کی کوئی بات نہیں میرے ہاتھ میں پستول ہے"۔

تینوں عورتیں باہر گئیں اور بمشکل تمام درگا پرشاد کو اُٹھا کر اندر لائیں اور دروازہ بند کر لیا۔ اُسے ایک کوچ پر لٹایا۔ شیریں بائی نے الماری سے صاف کپڑا نکالا۔ ہیرا بائی پستول میز پر ڈالکر تسلہ اور لوٹہ بھر پانی لائی نرس نے جلد جلد خون منہ سے دھویا اور پٹی باندھی۔ تینوں عورتیں درگا پرشاد کی مرہم پٹی میں مصروف تھیں اور اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں، غسلخانہ کی طرف آہٹ ہوئی مگر اُنھوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ وہ

ابھی مصروف ہی تھیں کہ بساطی جو غسلخانہ میں چھپا ہوا تھا دبے پاؤں کمرے میں آیا اور آن واحد میں اُس میز کے پاس پہونچا جہاں ہیرا بائی نے اپنا پستول رکھا تھا۔ پستول ہاتھ میں لیا۔ عورتیں سہم کر ایک کونہ میں ہوگئیں۔

"جان پیاری ہے تو خاموشی سے میرے حکم کی تعمیل کرو"

ہاتھ کے اشارہ سے آگے بڑھایا۔ غلام گردش میں لے گیا۔ یہاں سے زینہ بالائی منزل پر جانے کے لیئے بنا تھا۔ زینہ کے نیچے چھوٹی سی کوٹھری تھی تیسری بائی اور نرس کو اُس میں بند کر کے کنڈی لگادی۔ ہیرا بائی کا کوٹ کھونٹی سے اتارا اور اُسے پہنایا اپنی کامیابی پر بہت مسرور تھا۔ اُسکے دوست موٹر لیئے کوٹھی سے کچھ دور اُسکا انتظار کر رہے تھے۔

ہیرا بائی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا صدر دروازہ پر لایا۔ دروازہ کھولکر قدم باہر رکھا تھا کہ ساری جان سے کانپنے لگا۔ مسعود کو سامنے کھڑا دیکھ کر اُسکے حواس جاتے رہے۔ مسعود غرّایا۔

"تم کتّے کی موت مرنا نہیں چاہتے تو اپنے ہاتھ اوپر اُٹھاؤ"

بساطی نے تعمیل کی مسعود نے اُسکے جیب سے دو پستول نکالے اور ہاتھ پشت پر لے جا کر ستلی سے باندھ دیئے۔ پھر ہیرا بائی کی طرف جو اس خوبصورت نوجوان آدمی کے استقلال اور ہمت پر تعجب کر رہی تھی، متوجہ ہوا۔

"بائی صاحب، معاف کیجئے۔ آپ کو ان بدمعاشوں کے ہاتھ بہت ایذا پہونچی۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے دو آدمی جو یہاں تعینات کیئے گئے تھے بیکار ثابت ہوئے اور آپ کو خطرہ میں چھوڑ کر کہیں چلے گئے"

"آپ کے آدمی بالکل بے قصور ہیں اور اُن کی وفاداری اور تن دہی تعریف کے قابل ہے۔ درگا پرشاد اندر کمرے میں بیہوش پڑا ہے۔ دوسرے پر معلوم نہیں کیا گذری"

مسعود نے زینہ کے نیچے کی کوٹھری سے شیریں بائی اور نرس کو باہر نکالا اور بساطی کو اُس میں بند کر دیا پھر ملاقات کے کمرے میں پہونچا، درگا پرشاد کو ہوش آچلا تھا۔ مسعود کو دیکھ کر اُٹھنے کی کوشش کی مگر ہاتھ کے اشارہ سے روکدیا۔ نرس نے زخم کی حالت بیان کی، زخم خطرناک نہ تھا مگر بے ہوش کرنے کے لئے کافی تھا۔

ننھے خاں کی بابت معلوم ہوا کہ وہ بساطی کی نگہداشت کے لئے مالی کی کوٹھری کی طرف گیا تھا۔ مسعود نے ننھے خاں کو جری کے انبار کے نیچے پڑا پایا۔ جیب چاقو نکالکے اُسکے ہاتھ پاؤں سے سُتلی کا جال کاٹا اور اُسے آزاد کیا۔ ننھے خاں شرم سے پانی پانی ہوا جاتا تھا کہ ایک معمولی بساطی کے ہاتھ سے اتنی بڑی زک اُٹھائی۔ مسعود نے بجائے خفا ہونیکے اسکے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔

"شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں، بہت جلد ان بدمعاشوں سے تمھیں بدلہ لینے کا موقع ملیگا"۔

کوٹھی پر واپس آیا تو علاوہ پولیس کے دو سپاہیوں کے بہت سے آدمی ہیرا بائی کے پستول کی آواز سنکر احاطہ میں جمع ہو گئے۔

بساطی کو پولیس کے سپرد کیا۔ ہیرا بائی نے مختصر الفاظ میں حال بیان کیا اور کہا کہ جب کوئی دارد غہ جی یہاں آئینگے اُنسے پورے واقعات بیان کئے جائینگے۔

ہیرا بائی کو جوں ہی موقع ملا مسعود سے لالہ بنارسی داس کی ملاقات کا ذکر کیا پھر ایک خاص انداز سے آنکھیں نیچی کر کے کہا۔

"آپ کی مہربانی اور امداد کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں"

"میں کسی شکریہ کا مستحق نہیں، میں نے اپنا فرض ادا کیا"

"کیا آپ کے دوسرے ساتھی بھی آپ کی طرح بہادر اور نڈر ہیں"؟

"آپ کیوں شرمندہ کرتی ہیں، اسمیں بہادری کی کیا بات ہے"

"آخر تم اپنے آپ کو ایسے خطرہ میں کیوں ڈالتے ہو"؟

"محض تفریح کیلئے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ایسے بدمعاشوں کو جو قانون کی زد سے بچکر جرائم کرتے ہیں کوئی سزا دینے والا ہونا چاہیئے۔ ہم لوگوں نے دنیا کی تمام باتوں کو خلق کی خدمت کیلئے ترک کر دیا ہے، اس میں ہر ایک خطرہ کا خوشی سے مقابلہ کرتے ہیں"

کیا تمھاری شادی نہیں ہوئی"؟

اس سوال پر مسعود نے قہقہہ لگایا، گویا یہ ایسی بات تھی جو کبھی اسکے ذہن میں نہ آئی تھی۔

"یہ ایسا معاملہ ہے جسپر ابھی تک غور کرنے کا مجھے موقع نہیں ملا۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں یہ بدمعاش کچھ دنوں تک یہاں قدم نہ رکھیں گے، کوئی بات ہو تو مجھے ٹیلیفون پر مطلع کرنا"

باب ۱۱

آخری تنبیہ

مسعود میرٹھ سے دہلی واپس گیا۔ راستہ میں بار بار میرابائی کے سوال کا خیال کر کے مسکراتا تھا۔ گھر پہونچکر جلد جلد میرٹھ کے واقعات کنور مہرآب جنگ سے بیان کیے اور پھر کسیقدر متردد ہوکر پوچھا۔

"آپ نے لالہ بنارسی داس کی حفاظت کا کیا انتظام کیا ہے؟ ایسا نہو کہ گھلنے کی طرح سانپ اُسے بھی ڈس جائے۔"

"انسپکٹر ذوالفقار حسین اُن کی کوٹھی پر گئے ہیں اور بکرم سنگھ کو ساتھ لے گئے ہیں۔"

"کیا پولیس اُن کی حفاظت کو کافی نہیں تھی جو بکرم سنگھ کی مدد کی ضرورت پیش آئی؟"

"اب تک انسپکٹر ذوالفقار حسین سانپ کی طرف سے اسقدر پریشان نہ تھے لیکن تازہ واقعات سے پولیس والوں کی موٹی عقل کو بھی معاملہ کی سنجیدگی کا احساس ہو چلا ہے۔ بکرم سنگھ کو سانپوں اور اُن کے زہر کے متعلق جو معلومات ہیں ممکن ہو کہ اُن سے مدد لی جا سکے۔ اور اگر بے خبری میں سانپ بنارسی داس کو

حملہ کرے تو بکرم سنگھ اُسکے فوری علاج معالجہ کے لئے وہاں موجود ہو گئے"
مہراب جنگ نے دستانے میز سے اُٹھائے اور چھڑی اُٹھانے کیلئے آگے بڑھا۔
مسعود نے کہا۔
"کیا آپ وائسرائے کے ساتھ لنچ کھانے جا رہے ہیں یا کسی والیٔ مُلک سے ملاقات کا ارادہ ہے جو اس ٹھاٹھ کے کپڑے پہننے گئے ہیں"؟
"ان دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ میں چند منٹ کے لئے مرزا بلگرامی سے ملنا چاہتا ہوں"
"یہ کہیے! لیکن مرزا کا سانپ حملہ کر بیٹھا تو کیا ہو گا"؟
"اس کی مجھے پرواہ نہیں۔ علاوہ اسکے بلگرامی کی یہ مجال نہیں کہ اپنے گھر پر میرے ساتھ ایسا برتاؤ کر سکے، احتیاط کے خیال سے میں نے جو خط مرزا صاحب کو بھیجا ہے وہ کاربن کاغذ کی نقل ہے تاکہ اُسے یہ معلوم رہے کہ اصلی تحریر کہیں دوسری جگہ محفوظ ہے اور اگر ضرورت ہو تو بطور شہادت اُسکے خلاف پیش ہو سکتی ہے اگر تم بڑی گاڑی پر مجھے جلد لے چلو تو مہربانی ہو"؟
دس منٹ میں مسعود ہاتھ منہ دُھو اور دوسرے کپڑے بدل کر موٹر دروازہ پر لے آیا۔
"کنور صاحب، بہتر ہوتا کہ مرزا کے شریک کار رستم جی سے آپ دو دو باتیں کر لیتے"
"رستم جی بھی وہاں موجود ہو گا۔ اُسے بھی میں نے لکھ بھیجا ہے۔ اِن

بدمعاشوں کو آخری بار تنبیہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے"
چند منٹ میں راستہ طے ہو گیا۔ بلگرامی بلڈنگ کے پھاٹک پر مسعود
گاڑی سے اُترا۔ دروازہ کھولا۔ مہراب جنگ برآمد ہوا۔ مسعود نے تمیزدار
نوکروں کی طرح ادب سے سلام کیا۔ مہراب جنگ زینہ پر چڑھ کر اوپر پہونچا اور اطلاع
کرائی۔ دو منٹ بھی انتظار نہ کرنا پڑا، مرزا کی نشست گاہ میں داخل ہوا۔
مرزا اپنے تخت پر حسب معمول گاؤ تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ دو کرسیاں تخت کے
قریب تھیں۔ رستم جی نفیس انگریزی کپڑے پہنے ہوئے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔
سگرٹ مُنھ میں دبائے مسکرا رہا تھا۔ مہراب جنگ کو دیکھ کر مرزا صاحب کھڑے
ہوئے اور تپاک کے ساتھ خیر مقدم کیا۔
"کنور صاحب! میرے لئے یہ غیر معمولی عزت کا موقع ہے۔ ہم فقیروں کے
یہاں آپ جیسے رتبہ اور شہرت کے لوگ بہت کم آتے ہیں"
مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر مہراب جنگ نے کچھ توجہ نہ کی اور کرسی
کھینچکر بیٹھ گیا۔ دستانے اور چھڑی تخت پر رکھے اور سنجیدگی سے کہا
"مرزا صاحب! معاف کیجئے، میں اسوقت تکلف اور تصنع آمیز باتیں کرنے
کے لئے نہیں آیا ہوں"
رستم جی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا اور دریافت کیا۔
"کہئے کنور صاحب! آپ رات تھیٹر گئے تھے یا نہیں؟ تماشہ
کیسا تھا؟"
"گیا ضرور تھا مگر میں باہر رہا۔ سنتا ہوں کہ آپ بھی گئے تھے مگر دیر

میں پہونچے ۔ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کملا بائی بھی تو شاید گئی تھیں ؟ اُن کا کیا خیال ہے!

"جی ہاں ۔ وہ بیچاری بہت افسردہ ہے ۔ اُسکے ساتھ مرزا صاحب کے اسکول کی نئی معلمہ بھی گئی تھی، مگر وہ وہاں سے اپنے کسی آشنا کے ساتھ چلدی اور اب تک واپس نہیں آئی ۔ صورت کی شکیل، اچھا خاصہ پٹاخہ ۔ اُسکے غائب ہو جانے پر تعجب نہیں ۔ لیکن مرزا صاحب پریشان ہیں ۔ اور مجھے اُسکی گمشدگی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں"

"بیشک، کل اُسنے میرے ہاں ملازمت کی، وہ یہاں تنہا تھی اور ایک طرح میری سپردگی میں تھی، اس واقعہ پر مجھے سخت افسوس ہے ۔ علاوہ اسکے ... "

مرزا بلگرامی جملہ پورا بھی نہ کرنے پائے تھے کہ مہراب جنگ نے کہا ۔

"اُسکے متعلق اب پریشان نہ ہو ۔ وہ آرام سے اپنے ساتھ اپنے گھر میرٹھ میں اپنی پھوپی کے پاس پہونچ گئی ۔ اور یہ معلوم کرکے شاید آپ کو تعجب ہوگا کہ وہ ابھی تک وہاں موجود ہے ۔ شاید آپ کے گرگوں نے آپ کو مطلع کر دیا ہوگا کہ وہ اُس کے یہاں واپس لانے میں ناکامیاب رہے"

مرزا نے کسی قدر تعجب سے کہا ۔

"کنور صاحب! کیا آپ میرے مُریدوں کو گرگوں کے نامناسب خطاب کا مستحق سمجھتے ہیں ۔ فقیروں پر فقرے کسنا اور اُنکی تحقیر کرنا اچھا نہیں"

"مرزا صاحب! اس فقیری اور پیری مریدی کے سوانگ کا ذکر میرے سامنے نہ کیجئے، میں آپ کے مریدوں کی حرکات سے واقف ہوں ۔ وہ آپ ہی کا تو مُرید تھا جس نے گوکھلے کو ملکہ کے باغ میں آپ کے حیرت انگیز سانپ سے

کٹوا دیا ۔ آپ کے مُریدنے میرے ایک عزیز دوست مسعود پر بھی وار کیا تھا مگر خالی گیا ۔ لیکن تم کب تک خلق خدا کو اپنے ظاہری زہد و تقویٰ کی مدد سے دھوکے میں ڈالے رکھو گے ۔ اشتہاری صوفی اور تبلیغ کے جھوٹے سردار، یہ تو بتاؤ کہ بیگناہ آدمیوں کا خون کب تک چھپا رہے گا ۔ یاد رکھو ایک دن آئے گا جب تمھاری پیری مریدی کام آئے گی نہ تمھارا سانپ سگرٹ کی مُہنال سے نکلکر حملہ کرسکے گا اور تمھیں اپنے اعمال کی خاطر خواہ سزا ملیگی ۔ آخر تم غیر فانی تو نہیں ؟"

مرزا کا چہرہ غصہ سے لال ہوگیا ۔ کوئی دوسرا ایسی بدزبانی کرتا تو غالباً صحیح سلامت یہاں سے نہ جاتا لیکن اُسنے ضبط سے کام لیا اور دریافت کیا ۔

"کنور صاحب، آپ کو میری بابت بہت کچھ معلوم ہے"

"بیشک ! میں تمھارے رگ و ریشہ سے واقف ہوں، تمھاری ہر ایک نقل و حرکت کی مجھے خبر ہے ۔ تمھاری اخباری اور اشتہاری ہلچل، تالیف اور تصنیف کا ڈھکوسلا، تبلیغ اور قومی کام جنکی آڑ میں تم بڑے بڑے جرائم کے مرتکب ہوتے ہو، مجھے معلوم ہیں ۔ علاوہ ان باتوں کے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کس دن مروگے اور دنیا تمھاری مجرمانہ زندگی سے کب پاک ہوگی"

مرزا غصہ سے بیتاب ہوا جاتا تھا ۔ رستم جی کوئی مذاقیہ فقرہ کہنا چاہتا تھا مگر مہر آب جنگ نے یہ الفاظ اس سنجیدگی سے کہے کہ وہ گھبرا گیا ۔ مرزا نے دریافت کیا ۔

"یوں کہئے کہ آپ کو خدائی کاموں میں بھی دخل ہے ۔ موت اور زیست خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ کیا آپ واقعی مجھے بتا سکتے ہیں کہ میں کب مرونگا ؟"

"بیشک! سنو اور خوب غور سے سنو! جس دن ہیرآبائی کو کوئی گزند پہونچا، اُسدن تمھارا خاتمہ ہے اور تمھارے ساتھ اُن سب لوگوں کا جو تمھارے شریک کار ہیں"

رستم جی آگے جھکا اور کسی قدر غصّہ سے کہا۔

"آخر اس ملک میں کوئی قاعدہ اور قانون جاری ہے یا خدائی فوجداروں کا راج ہے؟"

"اِس معاملہ میں تم بس مجھے ایسا قانون سمجھو جس کا نفاذ قانون قدرت کی طرح اٹل ہے"

"دیکھو میاں بہرام۔ میں تمھاری حقیقت سے واقف ہوں، اپنے نام کو اُلٹا کر کے بجائے بہرام کے مہرآب جنگ کہتے ہو اور دُنیا تمھیں نیپالی شہزادہ سمجھتی ہے، مگر تم اصل میں دہلی کے شاطر قزاق ہو جس نے دنیا بھر کو لوٹا اور صدہا جرائم کئے۔ آخر تم بھی انسان ہو، غیر فانی نہیں ہو۔ بہتر ہو کہ تم اپنی توجہ کسی دوسری طرف مبذول کرو اور ہمارے سد راہ نہ ہو۔ جاؤ اپنی خیر مناؤ"

"میں صرف ایک صورت میں اپنے آپ کو علٰحدہ رکھ سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ تم ہیرآبائی کو اُسکے حال پر چھوڑ دو۔ تم کسی چیز کی تلاش میں ہو جسے تم بغیر ہیرآبائی کے نہیں پا سکتے۔ میں خود نہیں جانتا کہ معاملہ کیا ہے۔ صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم لوگ کسی اہم بات کے پیچھے پڑے ہو جسکی کامیابی پر تم مالامال ہو جاؤگے

---

[1] دیکھو "بہرام کی گرفتاری" مرتبۂ ظفر عمر

اسلئے تم اس بیباکی سے بیگناہ آدمیوں کو ہلاک کر رہے ہو۔ لیکن یاد رکھو انتقام بہت سخت ہوگا"

کرسی سے کھڑا ہوا اور سنجیدگی سے کہا۔

"معلوم نہیں کہ پولیس کو اس معاملہ میں کہاں تک علم ہے، لیکن آج نہیں تو کل پولیس والے تمھاری جرائم پیشہ زندگی کا خاتمہ کر دینگے۔ اور وہ دن دور نہیں کہ تم سولی پر لٹکے ہوگے۔ میں صرف یہ کہنے آیا تھا کہ اگر تم ہیرا بائی سے کوئی تعرض نہ کروگے تو میں اور میرے دوست بالکل علیحدہ ہو جائینگے۔ اگر تم ہیرا بائی کے بغیر اس دولت پر قابض ہو سکتے ہو جس کی تمھیں دھن لگی ہے تو یقین کرو کہ ہماری طرف سے تمھاری کوئی مخالفت نہ ہوگی"۔

یہ کہہ کر جنگ بہادر نے اپنی چھڑی اور دستانے اُٹھائے اور دروازہ کیطرف چلا۔ رستم جی نے قہقہہ لگایا اور کہا

"میاں بہرام، اپنی اصلیت کو نہ بھولو، خیریت اسی میں ہے کہ ہمارے پیچھے نہ پڑو ..... ورنہ ....."

جملہ پورا ابھی نہ کرنے پایا تھا کہ مہراب جنگ نے اس کی طرف رخ کیا اور غصہ سے کہا۔

"رستم جی، خوب یاد رکھو، وہ دن قریب ہے کہ تم سولی پر لٹکے ہوگے یا زیادہ قرین قیاس ہے کہ بلگرامی کا سانپ تمھیں ڈس لیگا"۔

آخری فقرہ سُنکر رستم جی پر خوف طاری ہوگیا۔ پتے کی طرح لرزنے لگا۔ مہراب جنگ زینہ اُتر کر نیچے پہونچا۔ اور موٹر کے لئے اشارہ کیا۔ مسعود موٹر لیکر

دروازہ پر آیا۔ دربان کو اوپر کی طرف ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر چیخا۔

"جلد سوار ہو"

مہراب جنگ فوراً موٹر میں کود پڑا۔ بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ مسعود نے موٹر کو تیزی سے آگے بڑھایا اسی کے ساتھ زور کا دھماکا ہوا موٹر کی چھت کا ایک گوشہ کسی سخت چیز کے لگنے سے ٹوٹ گیا۔ مسعود نے موٹر کو روکا بعد کو دکھو دروازہ کی طرف واپس گیا مگر کسی کو وہاں موجود نہ پایا۔ دونوں دوستوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بال بال بچ گئے۔ پتھر کا چھجہ جس پر تعمیر کے لئے اینٹ اور چونہ رکھا ہوا تھا نیچے گر گیا۔ اگر مسعود تیزی کے ساتھ موٹر آگے نہ بڑھاتا تو خدائی فوجداروں کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ ایک سپاہی پولیس کا موقع پر آ گیا اور اس حادثہ کی غائت پر غور کرنے لگا

"معلوم ہوتا ہے کہ معماروں نے بہت سا مصالحہ چھجے پر رکھدیا۔ چھجہ پرانا اور بوسیدہ تھا اتفاق سے گر گیا۔"

لیکن مسعود اور اسکے دوست کو احساس تھا کہ یہ کوئی اتفاقی بات نہ تھی، بلکہ ان کے ہلاک کرنے کیلئے یہ انتظام کیا گیا تھا۔ دروازہ کے چوکھٹ کے پاس ایک ستلی لٹکی ہوئی تھی جسکا سلسلہ ٹوٹے ہوئے چھجے سے ملا دیا گیا تھا۔ جو دربان وہاں کھڑا تھا اسنے اس رسی کو کھینچکر چھجہ گرا دیا۔

راستہ خاموشی سے طے ہوا، مسعود کو اس حادثہ نے ہوشیار کر دیا تھا شب کا کھانا کھانے کے بعد مسعود کسی کام کا بہانہ کر کے باہر گیا۔ اور رات کے ۳ بجے تک واپس نہ آیا۔ واپسی کے وقت بہت مسرور تھا۔ جنگ بہادر نے کہا۔

"مسعود آج تم نے میری جان بچائی۔ تم موٹر کو تیزی سے نہ چڑھاتے تو

خاتمہ تھا"

"جی ہاں۔ سانپ کا علاج اسقدر مشکل نہیں جس قدر ایسے اتفاقی حادثوں کا
سہ پہر کو ہماری موٹر حادثہ سے بچ گئی مگر شب کو جو حادثہ پیش آیا اُس سے بلگرامی کا
دفتر محفوظ نہ رہ سکا"

زور سے قہقہہ لگایا اور کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ جنگ بہادر نے گردن باہر
نکال کر دیکھا۔ چاندنی چوک میں جہاں بلگرامی بلڈنگ واقع تھی آگ کے شعلے
اُٹھ رہے تھے۔

مسعود کیطرف دیکھ کر مسکرایا۔

"تم بڑے شریر ہو"

"اس میں شرارت کی کیا بات ہے۔ میں آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت
کے بدلے دانت کے قانون پر ایمان رکھتا ہوں۔ انتقام قانون قدرت کے عین مطابق
ہے۔ کیا بلگرامی کے دفتر کے جلنے کا آپ کو افسوس ہے"؟

"مطلق نہیں"

باب ۱۸

مرزا کے مُرید

ایک زمانہ میں مرزا بلگرامی کو کیمیا کے تجربات میں بڑا شغف تھا۔ دولت مند ہونے کی خواہش نے اُسے اولاً کیمیا کی طرف مائل کیا۔ عربی اور فارسی زبان میں دو ایک رسالے بھی اُسکی نظر سے گذرے جنمیں دھاتوں کے قلب ماہیت پر پُرانے زمانے کے اعتقاد کے مطابق بحث کی گئی تھی۔ مرزا نے اپنے وقت کا بڑا حصّہ سیسہ سے چاندی اور تانبے سے سونا بنانے کے خبط میں صرف کیا۔ دو ایک مرتبہ بعض چیزوں کی رنگت اور وزن میں تبدیلی بھی ہوگئی اور اگرچہ مرزا نے دولت پیدا کرنے کے دوسرے ذرائع اختیار کرلئے تھے، اُسکے ابتدائی شوق میں کمی نہ ہوئی اور اُسے یقین تھا کہ کسی دن کیمیائی عمل سے سونا بنانے میں کامیاب ہوجائیگا۔ انھیں تجربات کے سلسلے میں اُسنے زود اثر زہر بنانا سیکھا اور مدتوں تجربہ کرکے سانپ کے زہر کو خاص ترکیب سے چھوٹی چھوٹی گولیوں میں منتقل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اسکے بعد دوسرے اجزا کی آمیزش سے اس زہر قاتل کی گولیوں کو ایسا بنا لیا کہ جسم انسان سے مس کرتے ہی فوراً پگھل کر مسامات کے راستہ زہر آن واحد میں خون میں سرایت کرجاتا تھا۔ زہر کی

گولیاں ایک کمانی دار نلکی میں رکھی جاتی تھیں اور اُسے بالکل سگرٹ کی شکل کا بنایا جاتا تھا۔ اُسکے فدائی اس خوفناک سگرٹ سے مرزا کے دشمنوں کو قتل کرتے تھے اور دنیا سمجھتی تھی کہ سانپ کے کاٹنے سے موت واقع ہوئی ہے۔

مرزا نے اپنی کوٹھی میں ایک کمرہ کیمیائی تجربات کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور حسب معمولی مشاغل سے فرصت ہوتی کچھ وقت یہاں ضرور صرف کرتا تھا آج بھی مرزا ان تجربات میں مشغول تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور رستم جی نے کہا۔

"کچھ معلوم بھی ہے۔ بلگرامی بلڈنگ چاندنی چوک میں بڑی زور کی آگ لگی ہے، اور بظاہر تمام عمارت اور سامان جل چکا ہے"۔

"آگ بجھانے کا انجن وہاں پہونچا یا نہیں"؟

"نہیں۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کسی نے غلط ٹیلیفون دے کر یہاں آگ مشتعل ہونے سے پہلے انجن کو نئی دہلی میں طلب کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدائی فوجداروں نے آج سہ پہر کے حادثہ کا بدلہ لیا ہے"۔

"ممکن ہے، لیکن ایسے حادثوں کو بھول جاؤ۔ جو بڑا کام اسوقت ہمارے ہاتھ میں ہے اُسکی طرف تمام توجہ مبذول کرنا لازم ہے۔ بیشک بہرام اور اُسکے ساتھی تکلیف دہ ہو گئے ہیں۔ اُن کا میں فوراً بندوبست کرتا ہوں"۔

ٹیلیفون کا آلہ میز پر رکھا۔ اپنے کیمیا خانہ کو بند کیا۔ زینہ چڑھ کر اوپر گیا جہاں اُسکے فدائی بندو اور رمولا رہتے تھے، یہ دونوں اکثر بھنگ یا افیون کے نشہ کی حالت میں ایک دوسرے سے لڑا کرتے تھے۔ مرزا نے کمرہ کھولا تو دونوں کو گتھم گتھا زمین پر پڑا پایا۔ تاش کے پتے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ مرزا کو دیکھتے ہی

دونوں علٰحدہ ہو گئے اور خوف سے کانپنے لگے مولانے کہا

مرزا صاحب ، بندو بڑا بے ایمان ہے دھوکہ دے کر اُسنے میرا روپیہ جیت لیا ہے ۔ یہ دیکھئے بنے ہوئے پتے آستین میں رکھتا ہے ۔ میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گا "

بندو نے مولا کو غصّہ سے دیکھا اور وہ اپنے مرشد کیطرف متوجہ ہوا ۔

حضور اس بھوکے بنگالی کو یہاں سے نکالئے ۔ ہر وقت نشہ میں رہتا ہے کسی دن میرے ہاتھ سے مارا جائیگا "

مرزا نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور بندو سے کہا

" خاموش ، میرے کمرے میں چلو اور انتظار کرو "

تھوڑی دیر میں مرزا اپنی نشست گاہ میں واپس آیا تو بندو کو ادب کے ساتھ کھڑا پایا ۔ بجائے ناراض ہونے کے مرزا نے نرمی سے کہا ۔

" بندو ۔ تم اس بنگالی کی بات کا خیال نہ کرو ۔ تم بڑے کارگذار مرید ہو ۔ مجھے افسوس ہے کہ کل مسعود پر تمھارا وار خالی گیا ۔ لیکن یہ وہی آدمی ہے جسنے تمھیں کوڑوں سے مارا تھا ۔ وہ پولیس سے ملکر تمھارے گرفتار کرانے کی فکر میں ہے ۔ دو مرتبہ پولیس تمھاری تلاش میں یہاں آچکی ہے تہ خانہ میں تم کب تک چھپے رہوگے بہتر ہوگا کہ مسعود کا خاتمہ جلد ہو جائے ۔ تمھیں ایک موقع پھر دیتا ہوں اور تمھاری ہمت اور ہوشیاری کا امتحان کرتا ہوں ۔ رات کو مسعود لالہ بنارسی داس کی کوٹھی میں ملیگا ۔ وہاں ہمارے سب آدمی جائیں گے اور حسب ہدایت کام کرینگے ۔ لیکن تم صرف مسعود پر تعینات کیے جاتے ہو ، جس وقت موقع پاؤ وار کرو ۔ اسمرتبہ

غلطی نہ ہو۔ جاؤ پنجابیوں کا بھیس بدلکر یہاں واپس آؤ۔"
بندو نے سلام کیا اور باہر گیا۔ مرزا نے گھنٹی بجائی اور مولا کمرہ میں داخل ہوا۔
"مولا مجھے تمھارے ساتھ اتفاق ہے۔ بندو بڑا چالاک اور بے ایمان ہے۔ کل اُسنے مسعود پر وار کیا اور ناکامیاب رہا۔ گانجہ اور بھنگ پیتے پیتے اُسکے حواس ٹھکانے نہیں رہے اب اسکا راہ سے ہٹجانا مناسب ہے۔ کیا واقعی تم اُسے زندہ نہیں دیکھ سکتے"؟
"حضور اجازت دیں تو میں آج ہی اُسکا کام تمام کر دوں۔"
"ٹھہرو۔ جلدی کی ضرورت نہیں۔ تمھیں موقع دیا جائیگا۔ رات کو میں بندو کو ایک ضروری کام سے بھیجوں گا تم بھی وہاں جاؤگے۔ پہلے اُسے وہ کام کرنے دو، اسکے بعد اجازت ہے، تم اپنا بدلہ لو۔ اور وار کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ آجکلی مہم کے بعد بندو یہاں واپس آئے۔"
جسوقت یہ باتیں ہو رہی تھیں بندو کھڑکی سے کان لگائے برآمدہ میں موجود تھا اُسنے اپنی سزائے موت کے حکم کو دلچسپی سے سنا اور دل میں کچھ فیصلہ کیا۔ اور اپنے کمرے میں تبدیل لباس کے لئے چلا گیا۔

باب ۱۹

سانپ کا حملہ

لالہ بنارسی داس دہلی کے متمول کاروباری آدمیوں میں شمار کئے جاتے ہیں وہ دن کا زیادہ حصہ دہلی میں صرف کرتے ہیں اور جو کچھ کام ہوتا ہے دفتر میں انجام دیتے ہیں، دوسرے دولت آدمیوں کی طرح نہ انھیں کبھی آنریری مجسٹریٹی کا شوق ہوا نہ کسی خطاب کی خواہش، نہ سیاسی اور نہ فرقہ وارانہ لیڈری کا کبھی خبط ہوا۔ اپنے کاروبار سے جو وقت ملتا ہے خاموشی کے ساتھ اپنی خوبصورت کوٹھی واقع صدر دہلی میں صرف کرتے ہیں اور کتابوں، تصویروں اور اخبارات سے دل بہلاتے ہیں۔

بنارسی داس مدتوں بمبئی اور کراچی میں رہا تھا اور مرہٹی اور گجراتی زبان سے بخوبی واقف تھا۔ غالبًا بمبئی کے قیام میں گوکھلے سے ملاقات ہوتی تھی جو دوستی کی حد کو پہونچ گئی اور دہلی آنے کے بعد بھی اُسکے تعلقات قائم اور خط وکتابت جاری رہی جو مرہٹی زبان میں ہوتی تھی۔

ہیرا بائی سے ملاقات کرنے کے بعد لالہ بنارسی داس نے کنور مہراب جنگ سے مشورہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ میرٹھ سے واپسی پر بذریعہ ٹیلیفون مہراب جنگ

کو شب کے کھانے پر مدعو کیا اور مسعود کو بھی بلایا گیا۔ مہراب جنگ کے کہنے سے انسپکٹر وقار حسین اور کنور بکرم سنگھ کو بھی مدعو کیا گیا۔ لالہ بنارسی داس محتاط اور دور اندیش آدمی تھا اور خیال کیا کہ ان اجنبی آدمیوں پر ایسے اہم معاملہ میں بھروسہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اسلئے اُسنے اپنے کاروباری وکیل کو جسکی دیانت اور رازداری پر اُسے بھروسہ تھا، شام کے کھانے پر بلا بھیجا۔

کوٹھی شاہراہ سے کچھ فاصلہ پر ایک وسیع باغ کے وسط میں واقع تھی مسعود کچھ دیر بعد پہونچا۔ پھاٹک پر ایک آدمی کو ٹہلتا پایا۔ یہ تبدیل لباس میں انسپکٹر وقار حسین کا ماتحت تھا۔ اُس سے معلوم ہوا کہ مہراب جنگ اور وقار حسین آ گئے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جھٹپٹا ہو جانے کے بعد کئی مشتبہ آدمی کوٹھی کے ارد گرد نظر آئے۔

مسعود کوٹھی میں داخل ہوا تو مہراب جنگ اور وقار حسین کو اپنے میزبان سے گفتگو کرتے پایا۔

"لالہ صاحب، معاف کیجئے، مجھے آنے میں چند منٹ کی دیر ہو گئی یہاں کو بنیر میلہ کی وجہ سے ہجوم تھا اور میں ۳۰ میل سے زیادہ اپنی موٹر کار نہ چلا سکا۔

"آپ کو کچھ دیر نہیں ہوئی۔ تعجب تو یہ ہے کہ وکیل صاحب ابھی نہیں آئے کاشف علی صاحب عام طور پر اپنے وقت کے بڑے پابند ہیں۔ معلوم نہیں کیا ہوا انھیں آدھ گھنٹہ پہلے یہاں آ جانا چاہیے تھا۔ ٹیلیفون دیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ گھر سے عرصہ ہوا روانہ ہو چکے ہیں۔"

ایک ملازم اندر آیا اور اطلاع کی۔

"حضور! ابھی ٹیلیفون پر کسی نے وکیل صاحب کے مکان سے کہا ہے کہ انھیں کوئی حادثہ پیش آیا۔"

پھر آپ جنگ اور وقار حسین نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور دل میں سمجھا کہ یہ حادثہ اتفاقی بات نہ تھی بلکہ مرزا کے آدمیوں کی کارستانی تھی تاکہ وکیل صاحب یہاں نہ پہونچ سکیں۔ بنارسی داس اس خبر کو سنکر بہت متردد ہوا۔

"معاف کیجئے، میں خود ٹیلیفون پر جاکر دریافت کرتا ہوں کہ وکیل صاحب کی کیا حالت ہے۔"

یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں ٹیلیفون کے پاس گیا۔

مسعود وقار حسین کے پاس آیا اور دریافت کیا۔

"کہیئے! نیکلر صاحب، لالہ صاحب نے آپ کو وہ کاغذات دکھائے یا نہیں"۔

"ابھی نہیں، انھیں اپنے وکیل کی آمد کا انتظار تھا۔ زبانی البتہ یہ بتایا کہ گوکھلے سے وہ مدت سے واقف ہے۔ بنارسی داس کی طرح گوکھلے کو بھی آثار قدیمہ کے ساتھ دلچسپی تھی۔ سانچی ٹوپ کے دیکھنے کے لئے بھوپال گیا تھا۔ وہاں جاکر فریدوں جی کی موت اور اسکے حالات زندگی سے آگاہی ہوئی۔ اس کے متعلق اس نے کئی خطوط لکھے۔ اور اسکے راز کو معلوم کرلیا۔ چونکہ اس معاملہ میں کسی رازدار کی ضرورت تھی جو بوقت ضرورت ہر طرح کی مدد بھی کرسکے، اسلئے بنارسی داس سے اس معاملہ کے متعلق خط و کتابت جاری تھی۔

"لیکن وہ تحریر بھی دکھائی یا نہیں جسکا تعلق ہیرا بائی سے ہے"

"نہیں، یہ سب کاغذات اس آہنی صندوق میں ہیں جو دفتر کے ایک گوشہ

میں نصب ہی۔ وکیل صاحب کے انتظار میں ابھی تک اس کبس کو نہیں کھولا گیا۔"

"معلوم ہوتا ہی کہ آج یہاں حملہ سخت ہوگا"

"اندیشہ تو مجھے بھی معلوم ہوتا ہی۔ لیکن میں نے کافی آدمیوں کا انتظام کیا ہی، آج رات کو کھانا کھانے کے بعد لالہ صاحب کے آدمی تھیٹر دیکھنے جائیں گے۔ ایک لاری وہاں لے جانے کے لئے آئیگی۔ اُس میں میرے آدمی پوشیدہ طور پر مکان میں داخل ہو جائیں گے۔ مرزا کے جو آدمی باہر گھوم رہے ہیں اُنھیں معلوم بھی نہ ہوگا۔"

"معلوم ہوتا ہی کہ نوکروں کو تھیٹر بھیجنے کا انتظام مرزا کی اشارہ پر ہوا ہے تا کہ لالہ صاحب مکان میں تنہا ہوں اور اُنکا خاتمہ کر دیا جائے اور کاغذات چرا لے جائیں"

"آپ کی رائے صحیح ہی۔ مرزا معمولی عقل کا آدمی ہے۔ اُمید ہی کہ لالہ صاحب اپنے آدمیوں کو تھیٹر جانے دینگے اور میدان ہمارے لئے صاف ملیگا۔"

لالہ بنارسی داس واپس آئے اور اُس حادثہ کی جو وکیل صاحب کو پیش آیا تفصیل بیان کی۔ وکیل صاحب تیزی سے موٹر چلائے ہوئے یہاں آ رہے تھے کہ ایک موڑ کے قریب سڑک کے درخت کی شاخ گر پڑی اور وکیل صاحب کا موٹر اُلٹ گیا۔

مسعود نے ہمدردی سے کہا

" معلوم ہوتا ہے آج کل حادثات کی کثرت ہے۔ کل ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور ہم بال بال بچے۔ اُمید ہے کہ وکیل صاحب کے زیادہ چوٹ نہیں آئی"

"بڑی خیریت ہوئی موٹر کا ٹپ گرا ہوا تھا اور وکیل صاحب دور جا کر گرے۔ موٹر کے نیچے دبے نہیں۔ اسوقت اسپتال میں ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر بعد گھر چلے جائینگے آپ نے کھانا تیار کیا ہے؟"

کھانے کا کمرہ روشنی سے منور تھا۔ لالہ بنارسی داس کے مہمان بیٹھ گئے مسعود نے اپنے لئے ایسی نشست پسند کی جہاں سے کھڑکی کے باہر باغیچہ نظر آتا تھا۔ بیٹھنے سے پہلے کھڑکی کھولی۔ اور جیب سے کسی چیز کے دانے نکال کر برآمدہ میں ڈالدیئے۔ اور اطمینان سے آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ کھانا کھاتے وقت بار بار اسکی نظر باغیچہ کی طرف جاتی تھی۔ کھانا خاتمہ کے قریب تھا کہ کوئی چیز چیخ سے ہوئی۔ مسعود کرسی سے اُٹھا اور کھڑکی کی طرف لپکا۔ ذراسی دیر میں برآمدہ میں پہنچا لیکن وہاں کسی کو نہ پایا۔ برآمدہ کے نیچے پھولوں کی کیاری تھی اُس میں جوتے کے تازہ نشان پائے۔ انسپکٹر وقار حسین بھی اُسکے پاس پہونچگیا۔ اور دونوں آدمی سامنے کے چمن کی طرف بڑھے جس میں گلاب اور چنبیلی کے درخت ہر طرف لگے ہوئے تھے۔ اندھیرے میں کوئی شخص ایک تھالے کی آڑ سے احاطہ کی طرف دوڑتا ہوا معلوم ہوا۔ جیب سے پستول نکال کر فیر کیا مگر بظاہر نشانہ خالی گیا۔ دونوں آدمی کوٹھی میں واپس آگئے۔ برآمدہ میں مسعود کھڑکی کے نیچے جُھکا اور جو دانے اُسنے وہاں بکھیرے تھے اُنھیں سمیٹنے لگا۔

"انسپکٹر صاحب، آپ نے کبھی ان جاپانی پٹاخوں کا استعمال کیا ہو یا نہیں، یہ بڑے کام کے ہیں۔ دو ایک بار ان کی وجہ سے میری جان بچگئی جب آپ کو یہ اندیشہ ہو کہ دشمن سوتے وقت آپ کے ہلاک کرنے کی

فکر میں ہے تو ان ننھے ننھے پٹاخوں کو خوابگاہ میں چھڑک لیجئے۔ جس وقت پیر کے نیچے کوئی دانہ آئے گا آواز ہوگی۔ ایک مرتبہ تو دشمن چھری لئے ہوئے میرے پلنگ کے قریب ہی آگیا تھا کہ آواز ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی"

"اور اس حملہ کرنے والے کا کیا حشر ہوگا؟"

"یہ نہ پوچھئے، شاید مرزا بلگرامی یا کوئی اور مولوی اسکا جواب دے سکے۔ انکے نزدیک قاتل اسوقت دوزخ میں ہوگا۔ مگر میں اسکا قائل نہیں دوزخ میں ہو یا بہشت میں۔ ان چھوٹے چھوٹے پٹاخوں کی بدولت ایک خطرناک دشمن میری راہ سے ہمیشہ کیلئے ہٹ گیا"

پھر دونوں نے آہستہ آہستہ کچھ مشورہ کیا اور صدر دروازہ کی طرف گئے جہاں پستول کی آواز سنکر لالہ بنارسی داس اور کنور بکرم سنگھ آگئے تھے لالہ صاحب نے پوچھا۔

"میں نے فیر کی آواز سنی کیا آپنے پستول چلایا تھا؟"

"جی ہاں۔ کوئی شخص اندھیرے میں آپکے نفیس گلاب کے پھول چرانے آیا تھا، میں نے اسے بھگا دیا۔ لالہ صاحب اگر آپ چند منٹ کیلئے اندر تشریف لائیں تو مجھے کچھ عرض کرنا ہے"

تھوڑی دیر بعد واپس آیا اور بکرم سنگھ اور وقار حسین کو برساتی کے قریب کھڑا پایا۔ انسپکٹر کے ہاتھ میں چھوٹا سا بیگ تھا۔

مسعود نے دریافت کیا۔

"انسپکٹر صاحب کیا آپ جارہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ تکلیف کرکے کسی آدمی سے کہیئے کہ میرا موٹر لے آئے"

مسعود غلام گردش میں چلا گیا تو بکرم سنگھ نے اپنے تعجب کا اظہار کیا اور انسپکٹر پولیس سے کہا

"افسوس ہے کہ آپ ایسے خطرہ کے وقت یہاں سے جا رہے ہیں آپ کو ٹھہرنا چاہیئے۔"

"کنور صاحب، میں یہاں صرف کھانا کھانے آیا تھا، اب زیادہ ٹھہرنا اپنے مہمان کو تکلیف دینا ہے۔ وہ سویرے سونے کے عادی ہیں۔ علاوہ اسکے مجھے اور ضروری کام ہیں"

بکرم سنگھ کو افسر پولیس کی اس لاپروائی پر غصہ آیا۔

"لیکن آپ کو اپنے میزبان کی جان کی مطلق پرواہ نہیں ہے۔ آخر آپ پولیس والے ہیں، خطرہ کے وقت یہ لوگ ہمیشہ دور رہتے ہیں"

اتنے میں موٹر آ گیا اور مسعود کوٹھی سے برآمد ہوا۔

انسپکٹر نے دونوں آدمیوں سے مصافحہ کیا اور شوفر کے پاس بیٹھ کر زور سے کہا

"پہلے کوتوالی چلو، وہاں کچھ کام ہے"

موٹر روانہ ہو گیا۔ بکرم سنگھ کو انسپکٹر کی اس بزدلانہ حرکت پر سخت غصہ تھا۔

لالہ بتاسی داس کے تمام ملازم کھانا کھا کر تھیٹر جانے کے لئے تیار تھے اور موٹر لاری کے انتظار میں برساتی میں جمع ہو گئے۔ لالہ صاحب کے خدمتگار کو کچھ پس و پیش تھا کہ اپنے آقا کو تنہا چھوڑ کر دو تین مہمان ابھی رخصت نہیں ہوئے

تھے، تفریح کے لئے باہر جانا مناسب نہیں ہے لیکن مسعود نے اصرار کیا اور کہا کہ تماشہ بہت عمدہ ہے مدت سے ایسا تماشہ دہلی میں نہیں ہوا۔ کھانا ہو چکا تھا اور لالہ صاحب کے سونے تک مسعود وہاں موجود رہیگا۔ خدمتگار کو اطمینان ہو گیا اتنے میں ایک موٹر لاری آئی لیکن بجائے برساتی کے باورچی خانہ کی طرف چلی گئی۔ مسعود نے کہا۔

"لاری والا غلطی سے مکان کی پشت پر چلا گیا۔ تم لوگ یہاں ٹھہرو میں لاری کو برساتی میں بھیجتا ہوں"

غلام گردش میں ہو کر پشت پہ پہونچا اور چند منٹ میں واپس آ گیا عین اُسی وقت لاری برساتی میں آئی اور سب ملازم خوش خوش بیٹھ گئے۔ لاری باہر چلی گئی۔

کنور بکرم سنگھ کو تعجب تھا کہ پولیس والوں کی طرح ملازم بھی لالہ بنارسی داس کو خطرہ کی حالت میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ مسعود نے کہا۔

"کنور صاحب، آپ کا غصّہ بالکل بجا ہے۔ آئیے باغ میں ٹہلیں ٹھنڈی ہوا ہے حملہ شاید دیر میں شروع ہوگا"

لیکن مسعود کا اندازہ غلط تھا۔ دونوں آدمی باغ کی روش پر چند قدم گئے تھے کہ بکرم سنگھ یکایک لڑکھڑایا اور گرا چاہتا تھا کہ مسعود نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور سنبھالا۔

"اُف غضب ہوا۔ مجھے جلد اندر لے چلو"

مسعود بکرم سنگھ کو اندر لایا اور دروازہ بند کر کے دفتر کے کمرہ میں لیجا کر ایک

آرام کرسی پر بٹھا دیا۔ بکرم سنگھ کے گال پر سُرخ نشان تھا اور درد سے کانپ رہا تھا
"اُف! سانپ نے مجھے بارہا کاٹا۔ کبھی ایسی تکلیف نہیں ہوئی"۔
"خدا کا شکر کرو۔ تمھارے بجائے کوئی اور ہوتا تو اتنی دیر زندہ نہ رہتا"
مسعود نے برقی گھنٹی کے بٹن پر ہاتھ رکھا بکرم سنگھ نے کہا
"گھنٹی بجانے سے کیا فائدہ سب نوکر تھیٹر چلے گئے۔ یہاں کون ہے جو آئیگا"
لیکن اُسکی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ذراسی دیر میں مہرآب جنگ، انسپکٹر وقار حسین اور اُسکے دس بارہ سپاہی دوڑتے ہوئے کمرہ میں آئے۔ مسعود نے کہا
"یہ سب لوگ موٹر لاری میں بیٹھ کر یہاں آئے۔ لاری کے منگانے کا صرف یہی منشا نہ تھا کہ نوکر باہر چلے جائیں بلکہ پولیس والے پوشیدہ طور پر یہاں آجائیں۔ انسپکٹر وقار حسین کچھ دور موٹر میں گئے اور پھر وہ بھی اس لاری میں چھپکر یہاں آگئے"۔

"اور لالہ بنارسی داس کہاں ہیں؟"
"وہ اُس موٹر میں جسپر وقار حسین سوار ہوکر باہر گئے تھے چھپکر چلے گئے۔ اور اس وقت شہر میں ہوں گے۔ اُن کی جان کے لئے بڑا خطرہ تھا یہاں رہنا مناسب نہ تھا"۔
"تم لوگ کمال کے آدمی ہو"۔
اُسکے گال کا نشان بڑھتا جاتا تھا اور سیاہی مائل ہوگیا۔ اُسنے اپنی جیب سے ایک ڈبیہ نکالی اور چٹکی بھر دوا نکال کے گال پر ملی۔
"یہ دوا سانپ کے زہر کے لئے تریاق کا کام دیتی ہے۔ لیکن سانپ کے

زہر کا اثر مجھ پر مطلق نہیں ہوتا۔ ہزار سانپ کا زہر ملا کر انسانی جسم میں بھر جائے
اُس وقت بھی یہ تکلیف نہیں ہو سکتی۔ یہ سانپ نہیں تھا کوئی اور شیطان چیز تھی"
"خوش قسمتی سے آپ پر زہر کا اثر نہیں ہوتا۔ بظاہر یہ وار مجھ پر کیا گیا تھا بندو
کا یہ دوسرا حملہ تھا جو خالی گیا۔ آپ سب خاموشی کے ساتھ یہاں ٹھہریں۔ میں اوپر کے
کمرہ میں جا کر دیکھتا ہوں کہ باہر کیا ہو رہا ہے اور حملہ کس طرف سے ہوتا ہے"

مسعود لالہ بنارسی داس کے خوابگاہ میں جو دوسری منزل پر تھا گیا۔ اسکی
کھڑکی شام سے کھلی ہوئی تھی۔ کمرہ میں اندھیرا تھا اُسنے باہر دیکھا تو باغ میں چھ
سات آدمی نظر آئے۔ ان میں سے دو آگے بڑھے لیکن گلاب کے تختہ میں
ایک آدمی لڑکھڑایا اور گر گیا، دوسرا ایک درخت کے آڑ میں ہوا اور نظر سے
غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد کھڑکی کے نیچے آہٹ معلوم ہوئی۔

مسعود پیچھے ہٹ گیا۔ دیوار کی طرف کھسکا تو روشندان کے کھولنے اور
بند کرنے کی رسّی پر ہاتھ پڑا۔ دل میں خوش ہوا۔ روشندان کھڑکی کے بالکل اوپر
تھا۔ فوراً کرسی پر چڑھا۔ رسّی کا ایک بڑا سا حلقہ بنایا اور کھڑکی کے پردہ سے حلقہ
ملا کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ ایک آدمی کھڑکی کے سامنے آیا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ
بالکل خاموشی ہے اور کمرہ خالی ہے، کھڑکی کی دہلی پر ہاتھ رکھ کر کمرہ کے اندر
کودا۔ عین اُسی وقت مسعود نے رسّی کے پھندے کو جھٹکا دیا اور اُس آدمی
کے گلے میں رسی کا پھندا کس گیا۔ آواز بھی منہ سے نہ نکلنے پائی۔ مسعود نے پھندے
کو کسا۔ آدمی اُسکے بس میں تھا جیب سے چاقو نکالا۔ رسی کاٹ کر ایک سرا ہاتھ
میں پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے کھڑکی بند کی اور پردہ ڈالدیا۔ روشنی کا بٹن دبایا

تو کمرہ منور ہو گیا - اُسے اُمید تھی کہ یہ آدمی بندو ہوگا اور آج اُسکے ہاتھ سے
اُسکی ناپاک زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا ۔ مگر یہ بندو نہیں کوئی دوسرا آدمی تھا -
ڈھکیلتا ہوا کمرے سے باہر لے گیا اور چند منٹ میں لالہ صاحب کے دفتر کے کمرہ
میں جہاں اُسکے ساتھی جمع تھے پہونچا - انسپکٹر وقار حسین نے قیدی کو غور سے
دیکھا اور کہا -

"ستیل، کیا تم بھی مرزا کے گروہ میں شامل ہو؟ ٹھاکر داس کے قتل کے
بعد سے پولیس تمہاری تلاش میں تھی"

"ستیل قوی ہیکل اور مضبوط آدمی تھا - ہاتھ کے اشارہ سے رسّی کا پھندا
ڈھیلا کرنے کی خواہش کی مسعود نے اُسے کرسی پر بٹھا کر تسلی سے باندھ دیا -
پھندا ڈھیلا کیا - ستیل نے غصّہ سے کہا

"یاد رکھو، تمھاری جان کی خیر نہیں تمہیں زندہ چھوڑوں تو میرا نام ستیل
نہیں"

مسعود مسکرایا -

"اس وقت اپنی خیر مناؤ، سچ بتاؤ تمہارے ساتھی کیوں باہر کھڑے ہیں،
اندر کیوں نہیں آتے، کیا تمہارے اشارہ کے منتظر ہیں؟ اشارہ کیا ہے؟"

"ہرگز نہ بتاؤں گا"

"تم ضرور بتاؤ گے - لیکن جب تک تمہارے ساتھ وہی ترکیب نہ ہوگی جو
تمہارے دوست دوسروں کا راز معلوم کرنے کیلئے کرتے ہیں، تم نہ بتاؤ گے"
جیب سے سگار جلانے کی برقی ڈبیا نکالی - اُسے روشن کیا، میرے

ایک قینچی اُٹھائی اور اسکا پھل گرم کرنا شروع کیا۔ سیتل اس عمل کو دیکھ رہا تھا اور زرد ہوا جاتا تھا۔ پھل سُرخ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ سیتل خوف سے لرزنے لگا۔

”ٹھہرو۔ ایسا نہ کرو۔ بتائے دیتا ہوں۔ صدر دروازہ کھولکر برقی لیمپ سے تین مرتبہ روشنی کرو۔“

مسعود نے ڈبیا بند کی قینچی کو آتشدان میں ڈالا۔

”انسپکٹر صاحب اپنے آدمیوں کو حکم دیجئے کہ سیتل کو یہاں سے لیجائیں شاید ٹھاکر داس کے قتل کے مقدمہ میں اس سے مدد ملیگی۔“

اپنے افسر کا اشارہ پاکر پولیس کے سپاہیوں نے سیتل کے ہاتھوں میں ہتکڑی بھردی۔ رسی سے کمر مضبوط باندھی اور باورچی خانہ کی طرف لے گئے۔

مہراب جنگ نے دریافت کیا۔

”یہ بتاؤ کہ لالہ بنارسی داس نے اپنے آہنی صندوق کی کنجی دی یا نہیں۔ اُسمیں کاغذات بند ہیں۔“

”بڑے خبطی مزاج کا آدمی ہے۔ بغیر اپنے وکیل کی موجودگی کے کاغذات دکھانے نہیں چاہتا۔ کنجی اپنے ساتھ لے گیا۔ اب سوائے اسکے چارہ نہیں کہ مرزا اکبر آغا کے آدمیوں کو جو اِن کاغذات کے حاصل کرنے کے لئے مامور ہوئے ہیں اندر آنے دیا جائے۔ مجھے آہنی صندوق کاٹنے کی مشق نہیں، نہ میرے پاس اوزار ہیں۔ علاوہ اس کے ایک دوست کی اجازت کے بغیر اُس کے صندوق کو کھولنا کاغذات چُرانا ہمارے لئے زیبا نہیں ہے۔ آپ سب برابر کے کمرے میں چھپ جائیں اور دروازہ بند کرلیں۔“

جب کمرہ خالی ہوگیا مسعود صدر دروازہ پر گیا اور ایک پٹ کھول کر تین مرتبہ اپنی برقی لالٹین سے روشنی کی اور دروازہ کھلا چھوڑ کر دفتر کے کمرہ میں پردہ کے پیچھے چھپ گیا۔ احاطہ میں مرزا کے آدمی اشارہ کے منتظر تھے آگے بڑھے۔ دو آدمی صدر دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ ایک آدمی اوزاروں کا بیگ ہاتھ میں لئے غلام گردش میں آیا۔ آہستہ آہستہ سیتل کو بلایا مگر جواب نہ ملا۔ پھر کمرہ میں داخل ہوا۔ روشنی کی اور آہنی صندوق کے پاس گیا۔ جیب سے برقی برما نکالا۔ بجلی کا تار اس میں لگایا۔ دوسرا سرا لیجا کر کمرہ کے پلگ میں لگایا جس سے برقی سلسلہ قائم ہوگیا۔ کنجی کے روزن کے چاروں طرف سوراخ کیے۔ جب چاروں طرف سے صندوق کا پٹ کٹ گیا۔ ایک اور اوزار نکالکر خاص ترکیب سے سوراخ میں لگایا اور زور سے جھٹکا دیا۔ لوہے کا ٹکڑا ٹوٹ کر گر گیا اور صندوق کھل گیا۔ جلد جلد کاغذات کے پلندے اور رجسٹر نکال کے اپنے آگے ڈھیر کیا۔ ایک تھیلی میں کچھ اشرفیاں ملیں جو آن واحد میں اپنی جیب میں رکھیں۔ یہ آدمی ایسا مصروف تھا کہ اسنے مسعود کو پردے کے آڑ سے نکلتے اور اپنی طرف آتے نہ دیکھا۔ مسعود نے پستول کی نال اُس کی کنپٹی کے پاس کی تو چونکا اور اپنے ہتوڑہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ہاتھ اُوپر اُٹھاؤ۔ تمنے ذرا جنبش کی اور میں نے پستول کی لبلبی دبائی"

اُس آدمی نے ہاتھ اوپر اُٹھائے اور کھڑا ہوگیا۔

"سیتل یہاں کوئی دم میں آتا ہوگا اور تمھارا خاتمہ کردیگا"

مسعود ہنسا۔

"گھبراؤ نہیں تینتل کے پاس ذرا دیر میں پہونچ جاؤ گے"

ہاتھ بڑھاکے بٹن دبایا۔ دوسرے کمرہ میں جہاں اسکے دوست چھپے ہوئے تھے گھنٹی بجی اور سب لوگ دفتر کے کمرے میں آگئے۔ انسپکٹر وقار حسین نے اس آدمی کو دیکھا اور کہا۔

"تم ہو گٹی، ہمیں تو یہ معلوم تھا کہ تم دہلی کی پولیس سے بچکر کراچی چلے گئے۔ اور وہاں تمھارے موجود ہونے کی حال میں اطلاع بھی آئی ہے۔"

"حضور ٹھیک کہتے ہیں۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ میں اس جال میں پھنس جاؤنگا میں کراچی سے آج ہی شام کی گاڑی سے آیا ہوں خاص طور پر بلایا گیا تھا۔ اور آج کی کامیابی پر بہت کچھ ملنے والا تھا۔ جو میری زندگی بھر کے لئے کافی ہوتا اور میں یہ خطرناک پیشہ چھوڑ کر آرام کی زندگی بسر کرتا۔ میں نے آج کوئی چیز نہیں چرائی آخر کس قصور میں گرفتار کیا گیا ہوں۔ حضور مجھے چھوڑ دیں تو آج ہی دہلی سے چلا جاؤں، پھر کبھی واپس نہ آؤں گا۔ حضور کی بڑی مہربانی ہوگی"

"لیکن تم بڑے خطرناک مجرم ہو۔ لوہے کے صندوق کاٹنے میں خاص طور پر مشق رکھتے ہو۔ تم بلا اجازت اس گھر میں چوری کی نیت سے آئے تمھاری گرفتاری کے لئے وجوہ کافی ہیں"

مہرآب جنگ نے انسپکٹر سے کہا۔

"انسپکٹر صاحب، گٹی کی رہائی کی میں بھی سفارش کرتا ہوں، اسکی گرفتاری کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ عدالت میں بھیجا جائیگا جہاں ہم سب کو اسکی گرفتاری کی شہادت دینا ہوگی اور جس رازداری کے کام میں ہم مشغول ہیں وہ طشت از بام ہو جائیگا"

بہتر ہو کہ آپ گٹی کی درخواست منظور کرلیں اور اُسے چھوڑ دیں"۔

انسپکٹر نے قدرے غور کیا۔

"بہتر ہے، کنور صاحب کی سفارش کو میں رد نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ بتاؤ تمھیں یہاں کس نے بھیجا اور کیا چیز چرانے کے لئے؟"

"حضور، زیادہ مجھے نہیں معلوم، میں آج ہی آیا ہوں سیتل نے تار بھیجکر بلایا اور یہ کہا کہ مرزا بلگرامی کو چند کاغذات کی ضرورت ہے جو اس بکس میں ہیں۔ سیتل ہمارا سردار تھا، پہلے اُسے مکان میں جاکر ان کاغذات کے (مسعود) کو جو پستول لئے کھڑا ہے مار ڈالنے کا حکم تھا۔ معلوم نہیں سیتل نے اسے زندہ کیوں چھوڑا اور خود کہاں گیا"

"گٹی تم آزاد ہو، خاموشی سے باہر جاؤ، اور مرزا کے آدمیوں سے کہو کہ مکان پولیس سے بھرا پڑا ہے، انھوں نے اندر قدم رکھا اور گرفتار ہوئے"

"تھوڑی دیر میں گٹی باہر گیا اور چند آدمی احاطہ کی دیوار کی طرف بھاگتے نظر آئے"۔

مسعود نے دروازہ بند کیا اور ایک آرام کرسی پر لیٹ گیا۔ بکرم سنگھ کی حالت بہتر تھی اور سوائے نیلگوں نشان کے مرزا کے سانپ کے کاٹے کا اثر باقی نہ تھا۔ وہ ان لوگوں کی ہمت اور جسارت کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

باب ۲۰

لال کٹھور

لالہ بنارسی داس ضابطہ اور قاعدے کا آدمی تھا۔ آہنی صندوق میں سے جو کاغذات کے بنڈل اور رجسٹر نکلے سب پر مضمون کی تیدک چسپاں تھی۔ مہراب جنگ نے جلد جلد بنڈلوں کو دیکھا اور ایک بنڈل کو ہاتھ میں اُٹھایا جس پر "گو کھلے کے خطوط" لکھا ہوا تھا۔ یہ سب مرہٹی زبان میں تھے جس سے مہراب جنگ بخوبی واقف تھا۔ خطوں پر نظر ڈالی اور کہا۔

"یہ سب معمولی خطوط ہیں۔ مختلف مضامین پر، بھوپال کا کہیں کہیں ذکر ہے۔ مگر اُسکے راز کا اس میں کچھ پتہ نہیں۔ صندوق کو غور سے دیکھا ایک طرف کھٹکا نظر آیا۔ اُسے دبایا تو ایک خانہ کھل گیا۔ اُس میں چند ہنڈیاں، والیان ملک اور قومی لیڈروں کے رقعے جن میں بڑی بڑی رقوم قرضہ کی درج تھیں برآمد ہوئے۔ علاوہ اسکے ایک کتاب نکلی جو کسی طرف سے کھلتی نہ تھی۔ دراصل کتاب کی شکل کا ڈبہ تھا۔ برقی روشنی میں غور سے دیکھا گیا ابری کے نیچے ایک طرف سوراخ نظر آیا۔ مسعود نے اپنے چاقو کا پھل ڈالکر دبایا تو کتاب کا پٹ جو کسی کمانی سے دبا ہوا تھا کھل گیا۔

"کنور صاحب، جن کاغذات کی تلاش تھی یہ اسمیں ہیں"۔

مہراب جنگ نے ایک لفافہ سرمہر اُٹھایا اور لفافہ چاک کر کے اسمیں سے کئی صفحوں کا خط نکالا جس پر گو کھلے کے دستخط تھے۔ مضمون مرہٹی زبان میں تھا۔ شروع میں معمولی حالات تھے اسکے بعد ذیل کی عبارت درج تھی۔

" شکر ہے میری محنت رائگاں نہیں گئی اور آخر کار میں اُس دولت کے معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا جس کی تلاش میں مدت سے بندیل کھنڈ، مالوہ اور بھوپال کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا تھا۔ لیکن جو واقعات میں آپ کو لکھ کر بھیجتا ہوں ان سے آپ کو معلوم ہو گا کہ اگرچہ میں نے راز کو دریافت کیا، اس دولت کی مالکہ ایک لڑکی ہے اور جب تک مجھے اسکا اطمینان نہ ہو جائے کہ لڑکی زندہ نہیں ہے یا مفقود الخبر ہے، میرا ضمیر اس پر قبضہ کرنے اور اپنے تصرف میں لانے سے سخت ملامت کرتا ہے۔

" بھوپال کے جواں بخت و جواں سال فرمانروا کی مسند نشینی جس تزک و احتشام سے ہوئی اُسے کون نہیں جانتا۔ آپ نے بھی اخبارات میں پڑھا ہو گا۔ وفادار اور کارگذار افسران ریاست کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا گیا۔ عہدہ داروں کو ترقی ملی، غربا اور محتاجوں کو نقدی اور غلہ تقسیم کیا گیا۔ قیدی رہا ہوئے پرانے اُمرا کی جاگیر میں اضافہ ہوا اور منصب داروں کے مراتب بڑھائے گئے۔ مستاجروں کے ٹھیکوں کی تجدید ہوئی۔

مستاجروں میں ایک پارسی انجنیئر فریدوں جی بھی تھا جس کا کوئی وارث یا نمایندہ دربار میں موجود نہ تھا اور اسکی سند مستاجری کی تجدید ملتوی کیگئی۔ ابتداً فریدوں جی ریاست بھوپال میں ملازم تھا اور حضور سرکار عالیہ اُسکی محنت اور کارگذاری سے

بہت خوش تھیں۔ علاوہ تعمیرات کے فریدوں جی نے علم معدنیات کی بھی تعلیم پائی تھی۔ دراصل اس شعبہ میں اُسے بہت شغف تھا۔ ریاست بھوپال کو قدرت نے اپنی فیاضیوں سے مالامال کردیا ہے۔ زرخیز زمین کے ساتھ بکثرت پانی قیمتی جنگل اور معدنیات کی فراوانی ہے، لیکن معدنیات کی طرف توجہ بہت کم کی گئی۔ کبھی کبھی انجنیر آئے اور مہینوں جنگلوں کا دورہ کیا شکار کھیل کے واپس چلے گئے۔ کسی نے سرگرمی اور استقلال کے ساتھ معدنیات کی تلاش نہ کی۔ حالانکہ بھوپال اور اُس سے اُوپر بندیل کھنڈ میں پرانے مقولے اور کہاوتیں بکثرت مشہور ہیں جس سے اس علاقہ میں معدنیات کی فراوانی کی طرف اشارہ ہوتا ہے مثلاً

اونچی ٹوریا لال ٹھور
جسمیں گڑے چھپن کرور

بندیل کھنڈ، گوالیار اور وسط ہند کے تمام پہاڑی علاقوں گاؤں گاؤں لوگوں کی زبان پر صدیوں سے ہے۔ بظاہر شعر کسی پوشیدہ خزانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ خزانہ ہے کہاں۔ کبھی بندیل کھنڈ میں خیال کیا گیا اور اگرچہ علاقہ اُجاڑ، اور سنگ بستہ ہو لیکن ہندوستان کی بڑی بڑی لڑائیاں یہاں ہوئی ہیں۔ محمود غزنوی کی فوجیں کالنجر اور باندہ اسی خزانہ کی تلاش میں بڑھتی چلی آئیں۔ آلہے اور اودل کی مشہور لڑائی جو تمام ہندوستان میں بھاٹ گاتے ہیں۔ دراصل اسی خزانہ پر قبضہ کرنے کے لئے تھی۔ اکبر نے اپنے وزیر ابوالفضل کو اسی خزانہ کی تلاش میں بھیجا اور یہی وجہ تھی کہ بیر سنگھ بندیلہ نے گوالیار کے قریب اُسے قتل کردیا کیونکہ وہ اس خزانہ کو بندیلوں کا حق سمجھتا تھا

جہانگیر اور شاہجہاں کے زمانہ میں بندیل کھنڈ اور وسط ہند میں فوجکشی کسی حقیر اور بے مایہ جاگیر دار کی سزا کے لئے نہیں تھی یہ صرف بہانہ تھا۔ دراصل مقصود یہی دولت تھی۔ مرہٹوں نے جب شمالی ہندوستان کا رخ کیا تو وسط ہند اور بندیل کھنڈ کے تمام جنگلوں کو چھان مارا۔ انگریزی سلطنت قائم ہوجانے کے بعد اس علاقے میں فوجکشی کا موقع باقی نہ رہا لیکن بہت لوگ فرداً فرداً یا چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر اس علاقہ میں سونے کی تلاش میں آتے اور دشت نوردی کرتے رہے۔ کوئی بھوپال اور سری نگر کے جنگلوں میں جاتا اور کوئی دتیا، گوالیار، اور اوجین کے علاقوں میں تلاش کرتا۔

بھوپال کے سرسبز اور شاداب ملک کی طرف لوگوں کو اسقدر گرویدگی نہ تھی فریدوں جی جس زمانہ میں فرمانروائے ملک کے حکم سے سڑکیں، تالاب، اور عمارات جابجا بناتا پھرتا تھا۔ سانچی ٹوپ کے تاریخی اور نادرالوجود آثار کی مرمت کرتے وقت اُسے ایک دن یکایک یہ خیال پیدا ہوا کہ گوتم بدھ کی ایسی لاجواب یادگار وسط ہند میں قائم ہونا کچھ معنی رکھتی ہے۔ گوتم شمالی ہندوستان میں پیدا ہوا۔ بنارس کے قریب سارناتھ میں بیٹھ کر اُسنے اپنی عالمگیر تعلیم کا آغاز کیا اور اُسکا مذہب تقریباً تمام ہندوستان میں پھیل گیا اور کوہ ہمالیہ کی سرِفلک دیوار کو عبور کرکے چین اور جاپان تک پہونچ گیا۔ یوں تو گوتم بدھ کی یادگار میں ہندوستان کے ہر حصہ میں عمارتیں پائی جاتی ہیں مگر سانچی ٹوپ اپنی آپ مثال ہے۔ جس علاقہ میں یہ عمارت ہے وہاں آبادی بہت کم ہے، اور یہاں کے باشندے مفلس، جاہل، اور اوہام پرست ہیں۔ پھر ایسی شاندار

عمارت کا یہاں بنانا معنی سے خالی نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ دولت جس کیطرف

اونچی ٹوریا لال کھٹور

جسمیں گڑے چھپن کرور

میں اشارہ کیا گیا ہے۔ سانچی ٹوپ کے قریب ہو۔ سانچی ٹوپ کے متعلق جتنی کتابیں جہاں کہیں ملسکیں پڑھی گئیں۔ گرد و نواح کے تمام علاقہ کی پیمایش کی اور جا بجا زمین کو کھودا۔ آخر کار ایک نقشہ کی مدد سے جو بُدھ مذہب کی ایک پُرانی کتاب میں اُسے ملا تھا وہ اُس پہاڑی کے معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا جہاں یہ دولت زیر زمین مدّت سے پڑی تھی۔ اس پہاڑی کے معدنیات پر تصرف کرنے کے لئے اُسے سرکار بھوپال سے باضابطہ اجازت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس خیال سے کہ کسی کو یہاں سونے کی کان ہونے پر شبہ نہو، اس علاقہ کو متاجری میں ۱۲ سال کیلئے حاصل کیا۔ ریاست بھوپال سے جو سند فارسی زبان میں اُسے ملی تھی اس خط کے ساتھ ملفوف ہے۔

اسکے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ سند کی رو سے فریڈیوں جی کو سانچی ٹوپ کے گرد و پیش کئی میل تک علاوہ جنگلات کی پیداوار کے معدنیات تلاش کرنے کے حقوق عطا کیے گئے ہیں اور اس علاقہ میں دوسرے لوگوں کو شکار کھیلنے تک کی ممانعت کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جنگلات کا اجارہ محض پردہ تھا اور اصل مقصود وہ دولت تھی جو لال کھٹور میں پوشیدہ ہے۔ میں سانچی ٹوپ کے نواح میں گھوم پھر کے شام کو بنگلہ میں چلا جاتا تھا۔ رات کو کتابیں پڑھ کر دل بہلاتا۔ میرے ساتھ جو کتابیں تھیں چند روز میں ختم ہوگئیں۔ ڈاک بنگلہ کے

ملازم سے معلوم ہوا کہ بہت سی کتابیں اور کچھ سامان جو فریدوں جی کی موت کے وقت اُنکے ساتھ تھا ایک کوٹھری میں بند پڑا ہے۔ میں نے کوٹھری کھلوائی کئی کتابیں آثار قدیمہ کے متعلق تھیں جس میں سانچی ٹوپ کا حال بھی درج تھا۔ ان کتابوں میں فریدوں جی کے روزنامچے بھی تھے جنھیں میں نے بڑے غور سے پڑھا اور ان ہی کی مدد سے میں آپ کو لال کٹھور کے متعلق یہ سب حالات لکھنے کے قابل ہوا ہوں۔ علاوہ اسکے مشہور پارسی شاعر دستور جی کا دیوان گجراتی زبان میں ملا جو اکثر فریدوں جی کے مطالعہ میں رہتا تھا، دیوان کی اوراق گردانی کرتے وقت ایک صفحہ پر چھوٹا سا نقشہ نظر آیا جس میں لال کٹھور لکھا ہوا تھا۔

میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میں نے یقین کیا کہ یہ وہی نقشہ ہے جسکی مدد سے فریدوں جی نے لال کٹھور کو دریافت کیا ہے۔ اس کتاب کو میں نے جیب میں رکھا۔ جب میں جنگل اور پہاڑیوں میں خزانہ کی تلاش کرنے نکلتا تو نقشہ کو پیش نظر رکھتا۔ اس نقشہ میں ایک لکیر ندی یا چشمہ کی بنی ہوئی ہی۔ سانچی ٹوپ سے کچھ دور دو پہاڑیوں کے درمیان ایک چشمہ بہتا ہے۔ جس نے آگے چلکر تالاب کی صورت اختیار کر لی ہی۔ اسکے کنارے پہاڑوں کی کئی ایک اونچی چوٹیاں تھیں۔ میں نے ان پہاڑیوں میں گشت لگایا اور چوٹیوں پر بیٹھ کر گھنٹوں سوچتا اور ہر طرف نظر دوڑاتا رہا۔ لیکن لال کٹھور جسے میں پرانے زمانہ کی عمارت سمجھتا تھا کبھی نظر نہ آتی تھی اگرچہ مجھے یقین تھا کہ وہ کہیں اس ندی کے کنارے

ایک دن ندی کے کنارے ایک شکاری کو ساتھ لیے جا رہا تھا - دونوں طرف پہاڑیاں اور گھنا جنگل تھا - شام ہونے کو تھی - یکایک مور بولنے اور لنگور درختوں پر چڑھ کر خوخیانے لگے - یہ علامت کسی درندے کی موجودگی کی ہے - ہم ایک چٹان کے پیچھے خاموش کھڑے ہو کر ہر طرف دیکھنے لگے - پچاس ساٹھ قدم کے فاصلہ پر ایک جھاڑی سے چڑیاں جو بسیرے کیلئے جمع ہوئی تھیں یک لخت اُڑیں - اس جھاڑی سے ایک بڑا شیر آہستہ آہستہ برآمد ہوا - چٹان پر کھڑے ہو کر اُسنے پنجہ سے دو ایک بار منھ کو پونچھا - پھر انگڑائی لی - نظارہ بہت دلفریب تھا - میں نے آہستہ سے اپنا رائفل اُٹھایا اور فیر کیا - شیر اس زور سے گرجا کہ تمام جنگل گونج اُٹھا - اسی کے ساتھ ایک زقن لگائی اور جھاڑی میں غائب ہو گیا - مجھے یقین تھا کہ گولی دل کے قریب کاری لگی ہے اور شیر زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن شام ہو گئی تھی اور اس وقت زخمی شیر کی تلاش کرنا خطرہ سے خالی نہ تھا - دبے پاؤں پیچھے لوٹا - دوسرے دن صبح کو واپس آیا اور احتیاط کے ساتھ شیر کی تلاش کرنے لگا - جہاں شیر کے گولی لگی تھی - خون کا کوئی نشان نہ تھا لیکن کچھ دور چلکر خون ملا کھوج لگاتا ہوا تھوڑی دور گیا - شیر گولی کھا کر نالے کے پار کود گیا تھا اور وہاں سے کچھ اوپر پہاڑی پر چڑھا تھا - پھر ایک گھنی جھاڑی ملی اُسکے قریب ایک کھوہ کے منھ پر شیر کی دُم اور پچھلا پٹھا نظر آیا - میں نے فیر کیا لیکن شیر نے مطلق جنبش نہ کی - مجھے یقین ہو گیا کہ شیر کبھی کا مر چکا ہے - کل شام کو گولی کاری لگی اپنی کچھار کے اندر جانا چاہتا تھا لیکن داخل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ مر گیا جب اطمینان

ہوگیا کہ شیر مردہ ہے میں نے شکاری کو گاؤں سے مزدور لانے کے لئے بھیجا اور کھوہ کے منہ کے پاس بیٹھ گیا اور دستولہ جی شاعر کا دیوان کھولا جو ہر وقت میری جیب میں رہتا تھا۔ لال کھوہ کا نقشہ اس دیوان میں تھا اس پر نظر پڑی تو خیال ہوا کہ گھنے درختوں کے قریب جو گول دائرہ بنا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ یہی سوراخ ہے جس میں شیر نے اپنی کچھار بنا رکھی ہے۔ اس کے قریب ۵۰۰ لکھا ہوا تھا کھڑا ہوا اور ندی کی طرف قدم گنتا ہوا گیا۔ ٹھیک ۲ سو قدم پر یہاں سے ندی تھی۔ دوڑتا ہوا واپس آیا۔ جھولے سے برقی مشعل نکال کر روشنی اندر ڈالی۔ اس میں جانوروں کی ڈھیروں ہڈیاں پڑی تھیں اور سخت بدبو آتی تھی۔ کھوہ کے اندر دہنی جانب چند سیڑھیاں نظر آئیں۔ ایک ہاتھ میں ستول لیکر میں کچھار کے اندر کود پڑا۔ دس بارہ سیڑھیاں اُترا تو ایک مستطیل کمرے میں پہونچ گیا۔ سامنے چٹان میں کھدی ہوئی گوتم بُدھ کی بڑی سی شبیہ تھی۔ اسکے دونوں طرف دیواریں قدآدم اونچائی پر بہت سے طاق تھے، ہر طاق میں بُدھا کا ایک ایک بُت تھا۔ سب ایک جسامت کے نہ تھے بلکہ مختلف۔ میں نے خیال کیا کہ غالباً اس کھوہ میں کوئی معتقد فقیر رہتا تھا جو جنگل کی خاموشی میں بُدھا کے بتوں کو پیش نظر رکھ کے عبادت کرتا اور نروان اور شانتی کے مسائل پر غور کرتا ہوگا۔ طاق میں سے ایک بُت کو اُٹھایا تو بہت وزنی معلوم ہوا گرد جھاڑ کر چاقو سے کھرچا تو ٹھوس سونا پایا۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی ان طاقوں میں لاکھوں کی مالیت کا سونا چنا ہوا تھا۔ میرے جھولے میں وزن کرنے کا ایک کانٹا بھی تھا اس کی مدد سے میں نے تمام بتوں کو تولا اور دستور جی کے

دیوان کی دفتی پر وزن لکھ لیا۔ بعض بُت زیادہ وزنی تھے اُن کا وزن اندازاً لکھ دیا تھا۔ سب سے چھوٹا بُت رومال میں لپیٹ کر اپنی جھولی میں رکھا اور خاموشی سے جائے قیام پر واپس آیا۔

فریدون جی نے اپنے روزنامچے میں اس غار کا ذکر کیا ہے مگر اسے شیر کی کچھار لکھا ہے۔ ہڈیوں کے انبار سے معلوم ہوتا ہے کہ مدتوں سے یہ غار شیروں کا مسکن تھا۔ کسی آدمی کو اسکے اندر جانے کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی، یہ محض اتفاق تھا کہ میں نے شیر مار لیا اور باوجود سخت تعفن اور ہڈیوں کے انبار کے شوق مجھے اُسکے اندرونی حصہ کی تلاش میں لے گیا۔ جو خزانہ مجھے ملا تھا وہ کم نہ تھا لیکن ظاہر تھا کہ لال کٹھور جس میں چھپن کرور کی موجودگی خیال کی جاتی تھی وہ یہ جگہ نہیں ہوسکتی، اگرچہ اتنا بہت سا سونا اسبات کا ثبوت تھا کہ سونے کی کان یہاں سے زیادہ دور نہیں ہوسکتی جہاں سے سونا نکالکر یہ بُت بنائے گئے تھے۔ میں نے تلاش جاری رکھی اور خدا نے مجھے کامیاب کیا۔

ندی کے دوسری جانب ایک اونچی پہاڑی پر ایک پُرانی عمارت کے آثار ہیں، شاید کسی فقیر کی کُٹی ہوگی اس سے متصل فریدون جی نے ایک چھوٹا سا خس پوش بنگلہ بنایا تھا جس کی اب صرف دیواریں باقی ہیں۔ یہاں فریدونجی کتابوں اور نقشہ کے مطالعہ میں مصروف رہتا تھا۔ اس خیال سے کہ کہیں اس جگہ سونے کی کان ہو کھودنا شروع کیا۔ سونے کے آثار تو یہاں نہیں ملے لیکن ٹین کا ایک صندوقچہ برآمد ہوا جو زنگ آلود تھا اُسے توڑا تو چند نقشے، اور خطوط ملے اور موم جامہ کے ایک لفافہ میں سرکار عالیہ بھوپال کا

وہ فرمان ملا جس کی رو سے اس علاقہ کا اجارہ فریدوں جی کو مرحمت ہوا تھا۔ خطوط میں ایک خط گجراتی زبان میں فریدوں جی کی لڑکی ہیرا بائی کا تھا۔ فرمان اور اس خط کو میں نے اپنے جیب میں رکھا۔ ایک نقشہ پر اس پہاڑی کا نشان بنا تھا اور وہاں سے ندی کی طرف چند مقامات کا فاصلہ درج تھا اور ایک جگہ لال کھٹور لکھا تھا۔ میں نے اپنے شکاری کو کسی کام سے بھیج دیا اور کدال ہاتھ میں لے کر نقشہ کی مدد سے قدم گنتا ہوا نیچے اترا بالآخر ایک ٹیلہ پر پہونچا اور اس کی جڑ میں کھودنا شروع کیا۔ دو فٹ بھی مٹی نہ ہٹائی تھی کہ کدال کسی سخت چیز پر پڑی جس جگہ کدال کی نوک لگی تھی سونا نظر آیا۔ دوسری طرف بھی عمل کیا تو وہاں بھی سونے کے بڑے بڑے ٹکڑے ملے کئی جگہ کھود کر میں نے اطمینان کر لیا کہ اس ٹیلہ کے نیچے بے اندازہ دولت دفن ہے۔ اور لال کھٹور در اصل کسی عمارت کا نام نہیں بلکہ اسی پہاڑی کا نام ہے۔ جلد جلد مٹی اور پتھر سے سب سوراخوں کو ڈھانک دیا اور مسکن پر واپس آیا۔

اُسدن شام کو میں نے گھی کا چراغ جلایا، گنپتی دیوی کی مورتی سامنے رکھی، اور بڑے جوش اور خلوص کے ساتھ سندھیا میں مصروف ہوا۔ اور پرمیشر کا شکر ادا کیا کہ اُسنے مجھ جیسے غریب اور گنہگار آدمی کو اتنی دولت دی۔ اس محویت کے عالم میں گنپتی دیوی کا ہاتھ اُٹھا اور ملامت کی انگلی میری طرف بڑھی اور میں نے محسوس کیا کہ کوئی بول رہا ہے۔

"گورکھلے! تجھے شرم نہیں آتی، دوسرے کے مال کو تو اپنا سمجھتا ہے۔ قانون اور انصاف کی رو سے لال کھٹور کی مالک فریدوں جی کی لڑکی ہے

جا اور اُسے تلاش کر"۔

میں ساری جان سے لرز اُٹھا اور تھوڑی دیر کے لئے بیہوش ہوگیا۔ جب ہوش آیا تو میں نے دیوی جی کے بچن پر خیال کیا۔ اور ارادہ کرلیا کہ جب تک فریدوں جی کی وارث نہ ملے یا یہ اطمینان نہ ہوجائے کہ اسکا کوئی وارث زندہ نہیں ہے، اُس دولت کو صرف نہ کرونگا۔ ممکن ہے کہ فریدوں جی کی لڑکی سے معاملہ طے ہوجائے اور وہ آسانی سے خزانہ کا نصف حصّہ مجھے دینے پر تیار ہوجائے۔ آدھا حصّہ بھی کروڑوں کا ہوگا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہو اگر آپ پانچ ہزار روپیہ بھوپال کے پتہ پر بھیجدیں۔ میں اول وہاں جاکر فریدوں جی کی اولاد کے متعلق دریافت کروں گا پھر آپ کے پاس آؤں گا۔ چند روز سے اس علاقہ میں ایک شخص پھرتا ہے جو اپنے آپ کو مرزا ملگرامی کا مُرید بیان کرتا ہے، چند پنجابی آدمیوں کے ساتھ آیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ بھی لال کنٹھور کی تلاش میں گھوم رہا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری نگرانی ہو رہی ہے۔ اصلی فرمان کا اپنے پاس رکھنا مناسب نہیں۔ اس لئے آپ کے پاس اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں تاکہ حفاظت سے رہے۔ اگر خدانخواستہ فریدوں جی کی طرح میں بھی مارڈالا گیا تو یہ راز آپ کے پاس محفوظ رہے گا۔ اگر میں اس دولت سے فائدہ اُٹھانے سے محروم رہا تو آپ اس کے مالک ہونگے"۔

بہرام نے خط میز پر رکھا۔

"لیجئے لال کنٹھور کا معمہ حل ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے خط کے لکھنے کے بعد گوکھلے بھوپال گیا اور وہاں اُسنے اس علاقہ کے اجارہ کے متعلق سرکاری

دفتر میں کچھ دریافت کیا ہوگا کہ حال ہی کسی اور کو تو نہیں دیا گیا ہے۔ بلگرامی
آدمی اُس کی نگرانی پر تھے۔ اُنھیں بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ اجارہ کی مدت ۱۶ ارفر
۱۹۲۶ء کو ختم ہوتی ہے اور اُس کی اطلاع کردی ہوگی۔ ڈاکخانہ سے یہ بھی معلوم
ہوا ہوگا کہ گوکھلے نے ایک خط بذریعہ رجسٹری لالہ بنارسی داس کو بھیجا ہے۔ اور
اسکی روانگی کے چند روز بعد پانچسو روپیہ دہلی سے وصول ہوا ہے۔ یہ معلوم کرکے
کہ مدت اجارہ کے خاتمہ کا زمانہ اس قدر قریب ہے گوکھلے دہلی آئے ہیں تاکہ ہماری
مدد سے ہیرا بائی کی تلاش کرے اور اُسے تجدید اجارہ کی درخواست بھیجنے کی
صلاح دے لیکن وہ دہلی آتے ہی قتل کر دیا جاتا ہے۔ اصل سند کا درخواست
اجارہ کے ساتھ بھیجنا ضروری ہے اور یہ وجہ تھی کہ لالہ بنارسی داس کی کوٹھی پر
اسکے حاصل کرنے کیلئے آج شب کو حملہ کیا گیا"۔

"لیکن ہیرا بائی کو معلمہ کی ملازمت دینے سے بلگرامی کا کیا مطلب تھا؟"

"اس سے نیز اُسکے مکان پر حملہ کرنے کا یہ مطلب تھا کہ ہیرا بائی کو اپنے
قبضہ میں کیا جائے۔ تاکہ وہ تاریخ مقررہ تک تجدید اجارہ کی درخواست نہ بھیج سکے
یا اُسے مجبور کرکے اپنے آپ کو اس کا مختار عام بنایا جائے اور اس دولت پر قبضہ
کیا جائے"

مسعود نے دریافت کیا۔

"لیکن کنور صاحب، کیا یہ مطلب ہیرا بائی کے ساتھ شادی کرنے سے حاصل
نہیں ہو سکتا؟ ممکن ہے کہ ہمارے اشتہاری صوفی مرزا بلگرامی کو ہیرا بائی جیسی صورت والی
لڑکی کیطرف زیادہ التفات نہ ہو لیکن اُسکا رفیق رستم جی جسے صنف نازک اسقدر

جا اور وُہ اس خیال سے کب باز رہ سکتا ہے۔ سیٹھ جی بڑے کاروباری آدمی اور سوداگر ہیں بیوی کے ساتھ لال کھور کی بے اندازہ دولت بھی جہیز میں ملجائے ہو لیا ندا لقہ ہے۔ اگر میرا خیال صحیح ہے تو بلگرامی اور سیٹھ جی میں بہت جلد زور آزمائی ہو گی"

پھر آب جنگ نے مسعود کی ذہانت پر شاباش کہا اور کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"مسعود، تمھارا خیال صحیح ہے تو ہیرآبائی کی حفاظت کا معقول انتظام ہونا چاہیئے"

ٹیلیفون کے پاس گیا اور آلہ اُٹھا کر میرٹھ سے دریافت کرنا چاہا مگر بالکل خاموشی، گھنٹی تک نہ بجی،

"معلوم ہوتا ہے کہ بلگرامی کے آدمیوں نے یہاں حملہ کرنےسے پہلے تار کاٹ کر ٹیلیفون کا سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ مسعود اُٹھو میرٹھ چلیں"

باب ۲۱

دوسرا حملہ اور کامیابی

ناظرین واقف ہیں کہ مرزا بلگرامی کے غول کا پہلا حملہ جو ہیرا بائی کے لیجانے کے لئے کیا گیا تھا ناکامیاب رہا اور مسعود کے عین وقت پر میرٹھ پہونچ جانے کی وجہ سے غول کے دو آدمی زخمی اور ایک پولیس حوالات میں بھیجدیا گیا تھا مسعود کو اطمینان تھا کہ مرزا کے مرید چند روز میرٹھ کی طرف رُخ نہ کرینگے - علاوہ اسکے لالہ بنارسی داس کی کوٹھی پر پوری قوت سے دھاوا کیا گیا تھا اور نہ تو بہرام اور اسکے دوستوں کو نہ انسپکٹر وقار حسین کو اسکا اندیشہ تھا کہ ہیرا بائی کے مسکن کی طرف فوری توجہ کی جائیگی - انھیں اطمینان تھا کہ ننھے خاں اور درگا پرشاد جنھیں نگرانی پر مامور کیا تھا احتیاط سے کام لیں گے اور حفاظت کے لئے کافی ہیں لیکن مرزا بلگرامی اور رستم جی کے نزدیک ہیرا بائی کو اپنے قبضہ میں کرنا ازبس ضروری تھا -

دن بھر بڑے سکون سے گذرا - ہیرا بائی نے حسب معمول زیادہ وقت باغ میں بسر کیا شام کو کھانے کے بعد کچھ دیر اپنی پھوپھی کا دل بہلایا نو بجا کر پہلا اور ۹ بجے کے قریب دوسری منزل پر اپنی خوابگاہ میں جاکر سوگئی -

درگاپرشاد جسکا زخم ابھی تکلیف دے رہا تھا، پشت کی جانب برآمدہ میں لیٹ رہا
ننھے خاں ۱۲ بجے تک جاگتا اور ٹہلتا رہا۔ بادل شام سے گھرے ہوئے تھے
بجلی چمکی، تیز ہوا چلی اور بوندیں پڑنے لگیں۔ وہ بھی برآمدہ میں آکر ایک بنچ پر لیٹ
گیا اور تھوڑی دیر میں غافل سو گیا۔

ہیرا بائی آدھی رات تک بخیر سوتی رہی، بادل کی گرج اور بجلی کی
کڑک سے کئی بار آنکھ کھلی۔ اُسنے محسوس کیا کہ کھڑکی کے شیشوں پر کوئی
شے لگی، یہ بوندیں نہ تھیں بلکہ کوئی سخت چیز، ذرا دیر بعد پھر یہی ہوا۔ پلنگ
سے اُٹھی اور کھڑکی کا پٹ کھولا۔ کسی کے سسکیاں لینے کی آواز کان میں
آئی۔ گردن باہر نکالکر دیکھا تو کوئی اوڑھے لپیٹے باہر کھڑا ہے، پوچھا کون ہے
تو جواب ملا

"میں ...... ہوں ...... کملا بائی"

اور زور سے سسکیوں کی آواز آئی۔

"تم یہاں کہاں؟ خیر تو ہے؟"

"بڑی مصیبت میں ہوں خدا کے لئے اندر آنے دو"

ہیرا بائی بڑی نرم دل لڑکی تھی، کسی کو مصیبت اور تکلیف میں دیکھ کر
اُسکا دل بیقرار ہو جاتا تھا۔ کھڑکی کو کھلا چھوڑا۔ ایک شال سر پر ڈالا۔ زینہ
اُتر کر نیچے آئی۔ صدر دروازہ کا پٹ کھولنا تھا کہ ایک آدمی نے اُس کی
کلائی پکڑلی۔ منھ پر ہاتھ رکھا اور اندر آگیا۔ دو اور آدمی جو برآمدہ میں چھپے
ہوئے تھے مکان میں داخل ہوئے اور اُنکے پیچھے کملا بائی۔ نشست سے

کمرے میں آئے ہیرا بائی کو ایک کوچ پر لٹا دیا۔ ایک آدمی نے
جیب سے بیہوشی کی ایک شیشی نکالی جس میں ربڑ کی نلکی اور ایک طرف ہاتھ
سے دبانے کی گیند۔ ہیرا بائی کے منہ پر ایک موٹا کپڑا ڈالکر آدمی نے ربر
کی گیند دبانی شروع کی۔ ہیرا بائی نے چھوڑانے کے لئے بہت زور لگایا۔
لیکن بالکل بے بس تھی۔ سانس کے ساتھ کوئی شے میٹھی میٹھی اُسکے ناک
اور منہ میں گئی۔ سر جھکایا اور ذرا دیر میں بیہوش ہو گئی۔

کملا بائی جو علحدہ کھڑی زار و قطار رو رہی تھی آگے بڑھی
" یہ کیا کرتے ہو۔ تم تو کہتے تھے ہیرا بائی کو نہ ستاؤ گے ؟
رستم جی نے غصہ سے کہا
" خبردار! چپ رہو، جاؤ باہر"

کملا بائی غلام گردش میں چلی گئی۔ ہیرا بائی کو ایک کمبل میں لپیٹ کر
دو آدمی باہر لے گئے اور موٹر لاری میں جو سڑک پر کھڑی تھی لٹا دیا۔ سب
لوگ سوار ہوئے اور موٹر لاری تیزی سے دہلی کی طرف روانہ ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد ہیرا بائی کو ہوش آیا۔ کملا بائی سامنے کی نشست پر
بیٹھی تھی۔ منہ سے کمبل ہٹا کر کملا بائی کو غصہ، اور حقارت سے دیکھا۔ وہ
بہت غمگین اور پشیمان معلوم ہوتی تھی۔ ہیرا بائی نے دریافت کیا۔
"تم نے ایسا کیوں کیا؛ خدا سمجھے"

کملا بائی بولنے بھی نہ پائی تھی کہ رستم جی نے سختی سے کہا۔
"چپ رہو، تم نے زیادہ بک بک کی تو اچھا نہ ہو گا"

ہیرا بائی بے بس تھی، سوائے خاموشی کے اور کیا چارہ تھا طرح طرح کے وہم اُسکے دل میں آتے تھے نا اُمیدی کا غلبہ تھا۔ پھر یکایک خدائی فوجداروں کا خیال کیا تو قدرے اطمینان ہوا۔ مسعود اور اُس کے دوست اُسکے نگراں ہیں تو کبھی نہ کبھی ان ظالموں کے چنگل سے اُسے رہائی ضرور ملے گی۔ خاموش لیٹ گئی۔

باوجود تند ہوا۔ بارش اور بجلی کی چمک کے لاری تیزی کے ساتھ جا رہی تھی کچھ دیر بعد ایک بڑی موٹر بہت تیز رفتاری سے دہلی کی طرف سے آئی اور بجلی کی طرح گذر گئی۔ کاش اُسے معلوم ہوتا کہ اس موٹر کار میں مسعود اور بہرام اُس کی مدد کو جا رہے ہیں۔ کچھ دور چلکر موٹر ایک پل سے گذری، یہ جمنا کا پل تھا اُسنے خیال کیا کہ وہ دہلی جا رہی ہے، صبح ہونے کو تھی کہ موٹر ایک پھاٹک پر رکی، اس وقفہ کے درمیان ہیرا بائی نے اپنی ایک شیشہ کی چوڑی دوسرے ہاتھ سے توڑی اور ہاتھ کھڑکی سے باہر نکالکر چوڑی کے ٹکڑے باہر پھینک دیئے۔ رستم جی نے دو بار سیٹی بجائی، پھاٹک کھلا اور لاری احاطہ کے اندر داخل ہوگئی۔ ایک عجیب وضع کے مکان کے سامنے جاکر رک گئی۔ رستم جی نے ہیرا بائی کو نیچے اُتارا۔ وہ گرد وپیش کی چیزوں کو اچھی طرح دیکھنے بھی نہ پائی تھی کہ رستم جی نے اُسکا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا۔ تین چار سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ایک کمرہ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔

ہیرا بائی نے اپنے آپ کو مرزا بلگرامی کے سامنے کھڑا پایا اور ساری جان سے لرز گئی۔

اس وقت دہلی کی مخلوق آرام کی نیند سو رہی تھی لیکن مرزا بلگرامی ایک کرم خوردہ اور بوسیدہ کشمیری چوغہ اور مخمل کا کنٹوپ پہنے ہوئے آرام کرسی پر دراز تھا۔ آتشدان میں آگ مشتعل تھی۔ ایک کتاب جسمیں دھاتوں کے قلب ماہیت کرنے پر طویل بحث تھی زیر مطالعہ تھی میز پر رکھی اور ہیرا بائی کیطرف دیکھ کر مسکرایا۔

"بائی جی، جو تکلیف آپ کو ہوئی اسکا مجھے بہت افسوس ہو لیکن یقین کیجئے کہ آپ یہاں بآرام رہیں گی"۔

ہیرا بائی نے کچھ جواب نہ دیا لیکن رستم جی نے دریافت کیا۔

"کیا آپ انھیں اپنی کوٹھی میں رکھنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں، یہاں سے چند قدم کے فاصلہ پر جو دہلی کے پرآشوب زمانہ میں بڑی بڑی شاہزادیوں کی آرام گاہ رہ چکی ہے۔ اور آپ کی چھوکری کملا کہاں ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ وہ بھی دو چار دن بائی صاحب کے ساتھ رہے اور دل بہلائے"۔

ہیرا بائی بالکل بے بس تھی، سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہ تھا لیکن دل میں یقین تھا کہ خدائی فوجدار خصوصاً مسعود اس کی مدد کو کبھی نہ کبھی ضرور پہونچے گا۔

مرزا بلگرامی نے ہیرا بائی کا ہاتھ پکڑا دروازہ کھولکر باہر گیا۔ کملا بائی برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھی ٹھٹھر رہی تھی۔ رستم جی نے اُسے ساتھ لیا اور بلگرامی کے پیچھے ہولیا۔ مغربی گوشہ میں قدیم عمارت کا کھنڈر تھا۔

وہاں پہونچکر بلگرامی نے ایک جگہ سے اینٹیں اور مٹی پیر سے ہٹائی اور ایک لوہے کا پٹ کنڈہ پکڑ کر اٹھایا - زینہ اتر کر نیچے پہونچا اور ذرا دیر میں تہ خانہ برقی روشنی سے منور ہوگیا - کملا بائی کو نیچے اترنے پر تامل تھا لیکن رستم جی کے سمجھانے پر وہ بھی آ گئی - بڑے کمرے میں دو نفیس پلنگ اور چند کرسیاں تھیں - ایک طرف صندوق میں نئے کپڑے بھرے تھے چھوٹی ٹیبل پر پھولوں کا گلدستہ -

مرزا بلگرامی نے صندوق کیطرف اشارہ کر کے کہا -

"بائی صاحب، اس صندوق میں ہر قسم کے کپڑے ہیں، امید کہ آپ انھیں پسند کریں گی - اس الماری میں طرح طرح کی کھانے کی چیزیں ہیں ہر روز آپ کو تازہ دودھ اور گرم کھانا یہاں بھیجا جائیگا - مجھے امید ہے کہ آپ یہاں آرام سے رہیں گی - مہربانی کر کے دن کے وقت روشندان پر پردہ ڈال لیا کیجیے گا"-

رستم جی، کملا کو برابر کے کمرہ میں لے گیا - اسمیں بھی نئی وضع کا سامان تھا - ایک طرف سنگ مرمر کا غسل خانہ جس میں پانی کا نل لگا ہوا تھا کملا بائی نے کہا

"لیکن باہر جانے کا راستہ کون سا ہے؟ اس کمرے میں بند پڑے پڑے گھبرا جاؤں گی - ٹہلنے اور چہل قدمی کرنے کی جگہ کہاں ہے؟"

"پیاری کملا غور سے سنو، بیشک یہ جگہ تمھارے رہنے کے لائق نہیں ہے - تمھیں دو چار دن سے زیادہ یہاں رہنا نہ پڑے گا - کل شب کو میں

آؤں گا اور تمھیں باہر سیر کے لئے لے جاؤں گا۔ اُس وقت تک خاموشی سے دوسرے کمرے میں ہیرا بائی کے ساتھ رہو اور اُسکا دل بہلاؤ،،

"اور ہیرا بائی کا کیا حشر ہوگا؟"

"کچھ نہیں، وہ چند روز یہاں قیام کریگی۔ لیکن اطمینان رکھو کہ اُسکا بال تک بیکا نہ ہوگا"

"تو پھر اُسے قید میں کیوں رکھا ہے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا"

"معاملہ یہ ہے کہ ہیرا بائی ایک بہت بڑی دولت کی مالک ہے جو ریاست بھوپال میں زیر زمین دفن ہے۔ کروڑوں کا سونا جو تمھارے وہم و خیال میں بھی نہ ہوگا۔ اگر تاریخ مقررہ تک ہیرا بائی اس جائداد کا دعوےٰ کرنے سے قاصر رہے گی، تو یہ ہمارے قبضہ میں آجائے گی اور ریاست بھوپال سے ہمیں اجارہ مل جائیگا"

"اب میں سمجھی، میرا شک رفع ہوگیا، بہتر ہے، میں ہیرا بائی کیساتھ رہوں گی اور اسکا دل بہلاؤں گی۔ وہ بڑی اچھی اور بھولی لڑکی ہے، اور آتشدان کے پاس کالی بانات کے غلاف میں کیا رکھا ہے؟"

ہاں اسکے متعلق کہنا بھول گیا۔ بلگرامی کی سخت ہدایت ہے کہ اسے کوئی نہ چھوئے۔ خبردار اسکے پاس نہ جانا"

"بہت اچھا، تو کل شام کو مجھے تھیٹر لے چلوگے؟ لیکن ..."

"ضرور، لیکن کے بعد کیا کہنا چاہتی تھیں"

"اس وقت مجھے خدائی فوجداروں کا خیال آیا۔ اُن کو ہیرا بائی کے قید ہونے کا پتہ چل گیا تو خیر نہیں، پہلے بھی تو یہی مردار اسے تھیٹر سے چھین لے گئے تھے"

"وہ بدمعاش ہمارا کیا کر سکتے ہیں۔ اُن سے ناحق ڈرتی ہو۔ آج نہیں تو کل کسی سانپ کے کاٹنے سے ختم ہو جائینگے"۔

سانپ کا نام سُن کے کملا بائی لرز گئی۔ رستم جی کے ساتھ دوسرے کمرے میں آئی جہاں مرزا بلگرامی جیبوں میں ہاتھ ڈالے متانت کے ساتھ اسکا انتظار کر رہا تھا۔

"آؤ رستم جی، بائی صاحبہ آرام کرنا چاہتی ہیں"

دونوں لڑکیوں کو خدا حافظ کہا اور زینہ پر چڑھ گئے۔ پٹ بند ہوا اور اسکے اوپر کسی بھاری چیز کے کھسکنے کی آواز آئی۔

باب ۲۲

تلاش اور تنبیہ

مرزا بلگرامی اپنے کمرے میں واپس آیا اور آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔ باہر جانے سے پہلے جو کتاب دھاتوں کی تقلب ماہیت کے متعلق پڑھ رہا تھا میز سے اُٹھائی اور بند کر کے ایک طرف ڈال دی اور سوچنے لگا۔

"اب اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمام عمر کیمیا کی تلاش میں سرگرداں رہا اور کچھ کامیابی بھی حاصل کی لیکن اب مجھے کیمیائی تجربوں کی ضرورت نہیں، لال کٹھور کا مشہور خزانہ چند روز میں میرے قبضہ میں ہو گا اور میں ہندوستان کے مالدار ترین آدمیوں میں شمار ہونے لگا۔"

مرزا کا مُرید نہا بیر جو کچھ دنوں سے بھوپال کے جنگلوں میں لال کٹھور کی تلاش میں گیا ہوا تھا دہلی واپس آ گیا تھا۔ اُس کے بیان کے موجب گوکھلے نے وہ رقبہ تلاش کر لیا تھا جہاں یہ خزانہ مدفون ہے۔ اُس نے بھوپال کے دفاتر میں جو تفتیش کی تھی اُسکے بموجب موجودہ اجارہ کی تاریخ ایک ہفتہ میں ختم ہو جائیگی۔ اگر فریدوں جی کی وارثہ نے اس عرصہ میں تجدید اجارہ کی عرضی پیش نہ کی، اس اجارہ سے ریاست کو اب تک کوئی فائدہ نہ پہونچا تھا

فریدوں جی کو برائے نام محصول ادا کرنے پر اجارہ مل گیا تھا کیونکہ سرکار عالیہ کو اُسکی حسن خدمات کا صلہ دینا مقصود تھا۔ اگر موجودہ اجارہ کی میعاد ختم ہونے پر ایک گراں قدر رقم ادا کی جائے اور دست بکسر عمال کی مٹھی خاطر خواہ گرم کی جائے جبکا وہاں پر بندوبست کر آیا ہے اس علاقہ کا اجارہ ملنا بالکل آسان ہے۔ درخواست کے ساتھ اصل اجارہ کی سند بھیجنا ضروری ہو گی جس کے لانے کے لئے اُسکے شاگرد لالہ بنارسی داس کی کوٹھی پر مامور ہو چکے ہیں اور کوئی دم میں سند لیکر واپس آتے ہونگے۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ہیرا بائی کا کیا کیا جائے۔ دوسرے لوگوں کیطرح اُسے سانپ کا شکار بنانا بالکل آسان تھا لیکن پولیس اور خدائی فوجدار اُسکی تلاش میں نکلیں گے اور اس تہ خانہ میں اُسے ہلاک کرنا خطرہ سے خالی نہیں۔ پھر کچھ خیال آیا، کرسی سے کھڑا ہوا آئینہ کے پاس جاکر اپنی شکل دیکھی اور مسکرایا، دراز سے ایک خط نکالا، یہ کسی غیر معروف مولوی کا تھا جس میں نکاح کے متعلق رائے تحریر تھی،

"لڑکی اگر بالغ ہے تو بلا اُسکے رشتہ داروں اور ولی کی موجودگی کے نکاح ہوسکتا ہے۔ صرف دو گواہوں کی موجودگی کی ضرورت ہے جس کا آپ بآسانی بندوبست کرسکتے ہیں، نکاح میں پڑھا دونگا۔"

مرزا بلگرامی معاملہ کے ہر پہلو پر غور کرنے کا عادی تھا۔ ہیرا بائی کے ملنے کی اُمید پر اُسکے ساتھ نکاح کرنے کی ضرورت پر کافی غور کر چکا تھا اس میں صرف یہ قباحت تھی کہ اسکی بیوی بلگرامی بانو جس کی تعریف اور توصیف سے مرزا کے اخبار اور روزنامچے بھرے پڑے تھے، نہ اس وجہ سے کہ اُسکے

ساتھ اُسے محبت تھی بلکہ محض اشتہاری نقطۂ نظر سے، اس نوجوان بار سن کے ساتھ شادی کرنے پر کیا رویہ اختیار کریگی۔ اُسے اندیشہ تھا کہ بلگرامی بانو کے ایک ہاتھ میں مرزا کی داڑھی ہو، دوسرے میں کامدار جوتی اور اس کی چندیا پر پٹاپٹ کی آواز۔ بلگرامی بانو کے غصّہ کا خیال کر کے خدائی نوجداروں کے انتقام اور افسران پولیس کی توجہ کو تھوڑی دیر کے لئے بھول گیا۔

اتنے میں کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ مرزا نے کہا۔

"کون ہے؟ مولا، اندر آؤ"

دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک آدمی اندر آیا جسے دیکھ کر مرزا چونک پڑا۔

"بندو! تم، تم....."

"جی حضور، میں حاضر ہوں"

"کیا آج بھی ناکامیاب واپس آئے؟"

"نہیں حضور، میں نے دو مرتبہ سانپ کو چھوڑا، ایک مرتبہ بجائے مسعود کے کنور بکرم سنگھ کو جا ڈسا اور مجھے یقین ہے کہ اب تک اُسکا کام تمام ہو گیا ہو گا۔ دوسری مرتبہ سانپ نے اس انداز سے جست کی کہ غریب مولا کو کاٹ لیا اور وہ مر گیا"

"ہائیں! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے مہنال میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے نشانہ صحیح نہیں لگتا۔ علاوہ اسکے حضور خیال فرمائیں آخر سانپ جانور ہی تو ہے

جس وقت کاٹنے پر آتا ہے دوست دشمن کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ بیچارہ مولا داد بر
میں مرگیا۔ شکر ہے کہ میں خود بچگیا!"

یہ کہہ کر مسکرایا۔ مرزا نے اپنے وفادار مرید کی موت کا حال خاموشی سے
سنا اور دل میں کچھ ارادہ کیا۔ پھر بندو کی طرف ہاتھ پھیلایا۔ بندو نے اپنی جیب سے
سگریٹ کیس نکالکر مرزا کے سپرد کیا، مرزا نے باقی سگرٹوں کو گنا، مُہنال کو اپنی جگہ
پایا اور بند کرکے میز کی دراز میں مقفل کر دیا۔

"بندو، تم بڑے خطرہ میں ہو، پولیس تمہاری تلاش میں ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ
تمھیں کہاں چھپایا جائے"

"حضور، تہ خانہ بڑی اچھی جگہ ہے!"

"یہ ممکن نہیں، اس وقت وہاں کوئی اور ہے تمہارے لئے کسی دوسری
جگہ بندوبست کرنا چاہیئے"

کسی نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مرزا اُٹھا اور ایک گوشہ میں الماری
کی طرف بندو کو اشارہ کیا۔ بندو نے پٹ کھولا اور سیڑھے کے تہ خانہ میں چھپ گیا
مرزا نے دروازہ کھولا، انسپکٹر وقار حسین اور اُسکے ساتھ چند کانسٹبل کھڑے۔

"آپ ہیں، انسپکٹر صاحب، خیریت تو ہے جو ایسے ناوقت تکلیف
فرمائی ہے"

"آپ مجھے اندر آنے دیں تو کچھ کہوں!"

مرزا دروازہ کا صرف ایک پٹ کھولے ہوئے باتیں کر رہا تھا تاکہ
افسر پولیس کے اندر آنے سے پہلے بندو الماری کی پشت کا تختہ اُٹھا کر کر

کے باہر چلا جائے،

"آئیے، اس وقت سردی بہت ہے، اجازت ہو تو ایک پیالی چائے پیش کروں، کیا ڈپٹی کمشنر صاحب یا کپتان صاحب نے ہندو مسلمانوں کے تعلقات کے سلسلہ میں مجھ سے مشورہ کرنے کے لئے آپ کو بھیجا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں گورنمنٹ کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر رہتا ہوں"

انسپکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔

"مرزا صاحب! آپ غلطی پر ہیں، اس وقت ہمیں نہ آپ کی جاسوسی کی ضرورت ہے نہ آپ کی سرگرمی اور اشتہار بازی سے کام لینا ہے۔ اس وقت مجھے ہیرا بائی کی تلاش ہے"

"ہیرا بائی کی تلاش ہے تو میرٹھ جاؤ۔ وہ میرے ہاں کئی دن ہوئے ملازمت کی تلاش میں آئی تھی۔ لیکن کام شروع کرنے سے پہلے واپس چلی گئی"

"چلی بیشک گئی تھی۔ لیکن ابھی تھوڑی دیر ہوئی تمہارے گرگے اسے زبردستی یہاں لے آئے ہیں، میرے پاس کافی ثبوت موجود ہے"

"انسپکٹر صاحب، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی، مجھ جیسے خدا پرست صوفی سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ کسی معصوم لڑکی کو اس طرح ستایا جائے۔ اخبار میں اشتہار دیکھ کر ہیرا بائی خود یہاں آئی تھی اور اپنی خوشی سے چلی گئی۔ لڑکی ہوشیار اور مصوری میں مشاق تھی۔ مدرسہ کی لڑکیوں کو خوب پڑھاتی، لیکن میرے پاس بہت سی درخواستیں آئی ہیں، دوسری معلمہ

ملجائے گی"

"مرزا صاحب! آپ اپنے تقدس اور قومی خدمت کا مظاہرہ میرے سامنے نہ کیجئے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ معلمہ گیری کے بہانے سے آپ اس لڑکی کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اس سے آپ کا کیا مقصد ہے اس سازش کا تمام راز مجھے معلوم ہے یہ لڑکی ایک بڑی دولت کی وارث ہے اور تم چاہتے ہو کہ ۱۶ ار فروری سے پہلے اُسے سرکار بھوپال میں باضابطہ درخواست پیش کرنے سے باز رکھو اور خود اس دولت پر قبضہ کر لو۔"

افشار راز سے اگر مرزا کو حیرت ہوئی تو اسکا اظہار اُسکے بشرے سے مطلق نہیں ہوا اور اُسنے بڑے اطمینان سے کہا

"یہ سب قصہ کہانی ہے۔ مجھے اسکی بابت کچھ نہیں معلوم، ممکن ہے کہ بہرام اور اُسکے دوستوں نے آپ کو غلط اطلاع دیکر میری جانب سے بدظن کیا ہو مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا تجربہ کار اور جہاندیدہ پولیس افسر ان لوگوں کے دھوکے میں آگیا۔ بہرام کے قزاقی کے افسانے کون نہیں جانتا۔ مگر افسوس ہے دنیا کا اسوقت رنگ نرالا ہے۔ یہ بدمعاش کھلے بندوں آزاد پھرے اور پولیس کا دست راست بنجائے اور مجھ جیسا فقیر منش صوفی جس نے برسوں ملک اور قوم کی خدمت کی ہو اسطرح مشتبہ کیا جائے۔ آپ ہیرا بائی کی کھوج میں آئے ہیں تو بسم اللہ، مکان موجود ہے، تلاشی لیجئے۔ میں آپ سے وارنٹ تلاشی کے دیکھنے کا بھی اصرار نہ کرونگا۔"

انسپکٹر وقار حسین کے آدمیوں نے گھر کا محاصرہ پہلے ہی کر لیا تھا۔ ایک

افسر کی مدد سے مکان کے تمام کمرے اور بالائی حصہ دیکھا گیا مگر بالکل خالی پایا ذوالفقار حسین نے مرزا کی نشست گاہ کے ہر ایک گوشہ کو دیکھا بالآخر المارئی کھلوائی وہ بھی خالی تھی۔ بند دشیت کا تختہ ہٹا کر بھی کا باہر جا چکا۔

"انسپکٹر صاحب، اب تو آپ کو اطمینان ہوا۔ ہیرا بائی کوئی سوئی تو نہیں ہے جو غائب ہو جاتی۔ اچھی خاصی تندرست و توانا عورت یہاں آئی ہوتی تو کیسے غائب ہو جاتی۔ اب شاید آپ احاطہ اور پرانے مکان کے کھنڈر میں تلاش کرینگے"۔

"مرزا بلگرامی، تم بڑے چالاک ہو اور میں اقرار کرتا ہوں کہ میں تمھارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر یاد رکھو محلہ بلی ماران میں چند لوگ ایسے ہیں جو تمھاری مجرمانہ زندگی کو بے نقاب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ تم میری رائے پر عمل کرتے اور اس لڑکی کو حوالہ کر دیتے تو بہتر تھا۔ تمھارے ساتھ معمولی قانونی کارروائی کی جاتی اور ممکن تھا کہ تمھاری گذشتہ خدمات کے صلہ میں حکام بالادست تمھارے قصور کو نظر انداز کر دیتے۔ لیکن خدائی فوجدار قانون کی پابندی کو چنداں ضروری نہیں سمجھتے، اُن لوگوں نے اس لڑکی کو ڈھونڈھ نکالا تو یاد رکھو کہ لال کٹھور کی تمام دولت بھی تمھیں نہ بچا سکے گی"۔

"انسپکٹر صاحب مجھے آپ کی باتوں پر تعجب ہے"۔

"تعجب ضرور ہوگا۔ مگر جو کچھ کہتا ہوں وہ ہو کر رہے گا۔ اب بھی وقت ہے۔ اپنے تقدس اور پیری مریدی کی آڑ میں تم بہت جرائم کر چکے۔ اب انتقام کا وقت قریب ہے۔ پولیس اگرچہ تمھارے

سانپ کی ماہیت معلوم کرنے میں ناکامیاب رہی، مگر یہ لوگ اس سے بھی واقف ہیں۔"

"سانپ کیسا؟ کیا میں کوئی سپیرا ہوں، صاف بتائیے معموں میں باتیں نہ کیجئے۔"

انسپکٹر وقار حسین نے کچھ جواب نہ دیا اُسنے مرزا کو متنبہ کردیا تھا۔ اگر وہ اس تنبیہ سے فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتا تو وہ دن دُور نہیں کہ بہرام اور اُسکے دوست اُسکی مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کردینگے۔

باب ۲۳

مایوسی

جس وقت مہراب جنگ اور مسعود میرٹھ پہنچے صبح ہو رہی تھی۔ موٹر کو شیریں بائی کے مکان کے سامنے سڑک پر چھوڑا۔ پھاٹک کھولکر احاطہ میں گئے، برآمدہ میں پہونچکر سوچ ہی رہے تھے کہ اتنے سویرے جگایا جائے یا نہیں، کہ شیریں بائی نے دروازہ کھولا۔ اسکی متوحش اور پریشان صورت کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ کوئی حادثہ پیش آیا۔

"بائی صاحب تسلیم۔ خیریت تو ہے؟"

شیریں بائی کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو جاری ہو گئے

"آپ اندر آئیں تو بتاؤں"

دونوں دوست نشست کے کمرے میں گئے اور کوچ پر بیٹھ گئے

شیریں بائی نے لمبی سانس لی اور کہا

"یہ میری غلطی ہے۔ میں نے ہیرا بائی کو تنہا کمرے میں سونے دیا۔ میں وہاں ہوتی تو شاید یہ بات نہ ہوتی"

"بتائیے تو سہی کہ ہوا کیا اور ہیرا بائی کہاں ہے؟"

"افسوس! میرا بائی رات کو غائب ہوگئی۔ معلوم نہیں اس وقت کہاں اور کس حالت میں ہے۔ ہائے! وہ کون سی گھڑی تھی کہ میں نے اپنی بچی کو ... ہی جانے دیا۔"

پھر رونے لگی اور ہچکیاں بندھ گئیں۔

"بائی صاحب۔ ہمیں آپ کے ساتھ بڑی ہمدردی ہے اس معاملہ میں ہم بھی قصوروار ہیں کہ اسکی حفاظت کا معقول بندوبست نہ کیا، جو آدمی پاسبانی کے لئے مقرر کئے گئے تھے انھوں نے غفلت سے کام لیا۔"

"آپ کا قصور ہے نہ آپ کے آدمیوں کی غفلت، درگا پرشاد اپنے زخم کی وجہ سے نیم بیہوشی کی حالت میں تھا، رہا ننھے خاں اس نے دن بھر اور رات کے ۱۲ بجے تک مستعدی سے پہرہ دیا۔ پھر بارش ہونے لگی۔ اور وہ پشت کے برآمدہ میں بیٹھ گیا۔ یہ گمان بھی نہ تھا کہ صدر دروازہ کی طرف سے آکر میری بچی کو اسطرح دھوکہ دیگی۔"

"تو کیا آپ کو خیال ہے کہ کسی عورت کا کام ہے؟"

"جی ہاں، غلام گردش میں زنانہ انگریزی جوتہ کے صاف نشان بنے ہیں، کوئی مرد ہوتا تو میرا بائی ہرگز دروازہ نہ کھولتی"

"لیکن بائی صاحب، برآمدہ میں دو مردوں کے پیر کے نشانات پائے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت دھوکہ دیکر اندر آگئی پھر اس کے ساتھی۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہوا ہو اور یہ دیکھئے۔"

الماری سے ایک بوتل جس میں ربڑ کی نلکی اور ایک گیند لگی تھی دکھائی
"یہ کوچ کے قریب پڑی ملی۔ معلوم ہوتا ہے میری بچی کو دوا سنگھا کر
بیہوش کیا گیا"۔
دن نکل آیا تھا اور دونوں دوست رات کی مصروفیت کی وجہ سے
بہت تھکے ہوئے تھے اور فوراً واپس جانا چاہتے تھے لیکن شیریں بائی
نے اصرار کیا کہ چائے تیار ہے۔
شیریں بائی باورچیخانہ کی طرف چائے اور ناشتہ کے انتظام کے لئے گئی۔
میز پر چند کتابیں رکھی تھیں، مسعود نے ایک کتاب اٹھائی اس کے شروع
میں ایک سادہ ورق تھا جس پر ہیرا بائی کے پورے دستخط تھے۔ اسے پھاڑ کر جیب
میں رکھا۔ سہراب جنگ نے کہا۔
"یہ کیا حرکت، اسے کیا کرو گے؟"
"کچھ نہیں، لڑکی خوشخط ہے، مجھے تحریر کے نمونوں کے جمع کرنے کا
خبط ہے"
سہراب جنگ نے ٹیلیفون کے پاس جاکر سلسلہ دہلی سے ملایا۔
"کون ہے؟..... لوک بہادر"
"تم کہاں سے باتیں کر رہے ہو؟"
"میرٹھ سے، ہم یہاں آئے تو معلوم ہوا کہ رات کو ہیرا بائی
غائب ہو گئی"؟
"یہ مجھے پہلے سے معلوم ہے"۔

"یہ کیونکر؟"

"تم لوگ رات کو لالہ بنارسی داس کی حفاظت میں اسقدر مشغول تھے کہ اس غریب لڑکی کی طرف سے غافل ہو گئے۔ مجھے اس کا اندیشہ تھا اور رات کو جمنا کے پل کے قریب کھڑا ہو گیا۔ صبح ہونے سے پہلے بلگرامی کی موٹرلاری ہیٹھر کی طرف سے آئی۔ میں بھی بلگرامی کے گھر تک پہونچا۔ پھاٹک بند تھا لیکن پھاٹک کے قریب شربتی رنگ کی چوڑی کے چند ٹکڑے ملے ہیرا بائی اُس قسم کی چوڑی اُس رات کو جب تم تھیٹر سے اُسے لا رہے تھے پہنے ہوئے تھی"

"پھر کیا ہوا"

"کچھ نہیں، میں نے انسپکٹر دقار حسین کو ٹیلیفون کیا، وہ فوراً بلگرامی کے مکان پر گئے اور تلاشی لی، مگر ناکامیاب واپس آئے۔"

جنگ بہادر اور مسعود ناشتہ کر کے شیریں بائی سے رخصت ہوئے اور دہلی پہونچے۔ رات بھر کے جاگے اور تھکے ہوئے تھے لیکن ان لوگوں کو کام کے وقت آرام اور نیند سے کیا واسطہ تھا۔ جلد جلد غسل کیا، کپڑے بدلے اور تینوں دوست معاملہ کی اہمیت پر غور کرنے لگے۔

مسعود نے کہا

"میرا قصد تھا کہ آج مرزا بلگرامی کی مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کر دوں اور خلقت کو اس اشتہاری صوفی اور دغاباز پیر کی سرگرمیوں سے نجات دلاؤں۔ لیکن ہیرا بائی جب تک اُس کی قید سے آزاد نہ ہو، مجھے اپنا ارادہ ملتوی

کرنا پڑے گا۔"

جنگ بہادر نے مسعود کے ساتھ اتفاق کیا۔

"میری بھی یہی رائے ہے۔ مگر وقار حسین اور دوسرے افسران پولیس اس معاملہ میں ہمارے شریک ہیں، ایسی حالت میں بلگرامی کا خاتمہ کرنا اپنے آپ کو قانون کی زد میں لانا ہے"

"یہ صحیح ہے، لیکن پولیس کو شک بھی نہ ہوتا کہ یہ ہمارا کام ہے۔ بلگرامی معمر آدمی ہے۔ دو تین دن بیمار رہتا اور پھر قضا کر جاتا۔ اسکا انتظام بالکل آسان تھا۔ اسوقت پہلا کام یہ ہے کہ ہیرا بائی کو آزاد کیا جائے"۔

"مسعود، اگر تم تھکے نہیں ہو تو موٹر لے آؤ، رستم جی سے آخری بار ملاقات کرنا ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ اُسکی چھوکری کملا بائی سے جو رات ہیرا بائی کے گھر گئی تھی کوئی بات معلوم ہو سکے"۔

تھوڑی دیر بعد راحت منزل پہنچکر جنگ بہادر نے کملا بائی سے ملنے کی خواہش کی۔ ملازم نے کہا۔

"بائی صاحب یہاں نہیں ہیں لیکن سیٹھ جی موجود ہیں، آپ اُن سے ملنا چاہیں تو آئیے"۔

مہراب جنگ نشست کے کمرے میں داخل ہوا جہاں رستم جی رات کی کامیابی پر بہت خوش ایک آرام کرسی پر دراز کھلی ہوئی کھڑکی سے اپنے خوشنما اور وسیع باغ کے پھولوں کو دیکھ رہا تھا۔ کرسی سے کھڑا ہوا اور بڑے تپاک سے مہراب جنگ کا خیر مقدم کیا۔

"کنور صاحب، سنتا ہوں آپ کو پھول بہت مرغوب ہیں، اِس کھڑکی سے پھولوں کی کیاریاں کیسی بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اب کی بار پھولوں کی نمائش میں غالباً میرے پھول بہترین خیال کئے جائینگے"

"لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نمائش کے وقت تک یہاں ہونگے یا نہیں۔؟"

"اس میں شک کرنے کی وجہ؟"

"صرف یہ کہ جو شخص مرزا بلگرامی جیسے خطرناک مجرم کے گروہ کا سرگرم ممبر ہو، اُس کا قانون کی سخت گیری سے بہت دنوں تک محفوظ رہنا قرینِ قیاس نہیں ہے۔ بلگرامی کے جرائم پیشہ زندگی کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے۔ پولیس اُسکے پیچھے شکاری کتّے کی طرح لگی ہوئی ہے اور آج نہیں تو کل وہ اپنی کیفرکردار کو پہونچ جائیگا۔"

"بلگرامی جیسے خدا پرست اور متقی آدمی کو آپ ناحق بدنام کرتے ہیں اگر یہ صحیح بھی ہے تو مجھ سے اِس سے کیا تعلق"

"جو شخص تمھاری طرح اپنی داشتہ عورت کملا بائی کو ہمشیرہ کے متبرک لقب سے پکارے اور پھر اُس کے ذریعہ سے ایک بے قصور، اور بھولی لڑکی کو دھوکہ دے کر اُس کے گھر سے مرزا کے اشارہ پر بھگا لیجائے، وہ مرزا کے جرائم کا ضرور جواب دہ ہوگا۔

کملا بائی کہاں ہے؟ میں اُس سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ یہاں نہیں ہے کل لاہور گئی"

"لیکن رات کو تمھارے ساتھ میٹھ گئی اور بہرآبائی کے ساتھ دہلی واپس آئی۔"

"آپ کی اطلاع غلط ہے۔ وہ اسوقت لاہور میں ہے اور وہیں کل سے کہیں باہر نہیں گیا۔"

"میری اطلاع صحیح نہ ہو، لیکن پولیس نے معتبر اطلاع کی بنا پر تمھاری گرفتاری کا وارنٹ حاصل کیا ہے۔"

اس کا سننا تھا کہ رستم جی چند لمحوں کے لئے پریشاں ہوگیا، سگرٹ ہاتھ سے گر گیا۔ اور کرسی پر سنبھل کے بیٹھ گیا۔

بہرآب جنگ مسکرایا۔

"کیوں سیٹھ صاحب، وارنٹ کا ذکر سنتے ہی آپ کے حواس باختہ ہوگئے۔ اثبات جرم کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے۔"

" سنو بہرام، تم خود دہلی کے سب سے بڑے مجرم ہو، میں تمھاری سرگرمیوں سے خوب واقف ہوں، خیریت اسی میں ہے کہ ہمارے راستہ سے ہٹ جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کسی دن بلگرامی کے سانپ کا شکار ہو جاؤ۔"

" سانپ نے ہم پر راستہ ہی کو وار کیا تھا مگر ہم سب دوست زندہ ہیں۔ تم اپنی خبر لو۔ تم سمجھتے ہو۔ کہ ہیرآبائی کو قید یا قتل کر کے اس کی دولت حاصل کر لو گے۔ لیکن یہ ہرگز نہ ہوگا، اگر بلگرامی کے سانپ نے تمھیں جلد نہ ڈسا تو یاد رکھو کہ تم ہماری دسترس سے نہ بچ سکو گے۔

ہیرا بائی کہاں ہے؟"

"تمھیں خدائی فوجداری کا دعویٰ ہے۔ جاؤ خود تلاش کرو اور میرا وقت ضائع نہ کرو۔"

اس اعلان جنگ کے بعد ملاقات ختم ہوئی۔

باب ۲۴

تہ خانہ

ہیرا بائی کو خطرہ کا پورا احساس تھا، بہت غور کیا لیکن اُسکی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس قصور کی پاداش میں اُسکے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے اور مرزا بلگرامی جو عام طور پر مذہبی اور مقدس آدمی سمجھا جاتا ہے، ایسا شقی القلب کیوں ہو گیا ہے کہ اُسے تہ خانہ میں قید کیا ہے اور اپنے سے دور رکھنا گوارہ نہیں کرتا۔ کوئی اور آدمی ہوتا تو اُسے اپنی عزت اور ناموس کو معرض خطر میں ہونے کا اندیشہ ہوتا۔ لیکن مرزا بلگرامی جو ایک تاریخی خانقاہ کا مجاور، تبلیغ و اشاعت مذہب کے کاموں میں پیش پیش، کئی ایک اخباروں کا ایڈیٹر، اور مدرس کا مہتمم ہونے کے علاوہ پیری مریدی کے سلسلے میں بھی ایسا مشہور ہو، اُس سے سوائے نیکی اور حسن سلوک کے اور کچھ اُمید نہیں ہو سکتی۔ سو کر اُٹھی تو اپنے قریب کملا بائی کو دوسرے پلنگ پر انگڑائیاں لیتے پایا۔ اُسے قدرے اطمینان ہوا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ کملا بائی نے بالوں کو درست کیا، اپنی ساری سنبھالی اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ ہیرا بائی کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور دریافت کیا،

"کہو بہن، کیسی ہو؟ مجھ سے خفا تو نہیں ہو؟"

"خبردار! مجھے بہن کہکر نہ پکارو۔ تم نے مجھے بڑا دھوکہ دیا، تمھیں شرم

نہیں آتی ۔"

" اسمیں میرا کیا قصور ہے، بھائی صاحب نے جو کہا وہ میں نے کیا، لیکن اُنھوں نے اطمینان دلایا ہے کہ تمھارا بال تک نہ بیکا ہو گا۔"

" پھر مجھے یہاں کیوں قید کیا گیا ہے؟"

" یہ مجھے نہیں معلوم، لیکن ڈرنے کی کوئی بات نہیں ۔"

" آخر کب تک اس تاریک تہ خانہ میں رہوں گی ؟"

" یہی پانچ چھ دن۔ یہاں تمھیں تکلیف ہی کیا ہے۔ ہر طرح کا آرام ہے کھانا بافراط اور مزیدار۔"

پلنگ سے اُٹھی ایک الماری سے پانی گرم کرنیکی کیتلی اور چار کا سامان نکالا، چند لکڑیاں آتش دان میں ڈالیں اور پانی کی کیتلی رکھدی۔

ہیرا بائی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ کملا بائی کو اپنی مصیبت کا ذمہ دار قرار دینا بیکار ہے، وہ دوسروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔

" کیا تم ہمیشہ اس قسم کا کام کیا کرتی ہو؟"

" نہیں، آخر ہوا ہی کیا ہے؟ تم اپنے گھر سے یہاں آگئیں"

" تمھارے نزدیک یہ کوئی بات ہی نہ ہوئی۔ کسی دن تمھیں اور تمھارے بھائی کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

" رستم جی کو کیا غرض، اُنھوں نے تو مرزا صاحب کی خاطر سے تمھیں یہاں پہونچا دیا ہے تم جانو اور مرزا۔"

"مرزا کو بھی کسی دن جواب دینا ہو گا۔"

"میری طرح تم مرزا صاحب کی حالت سے واقف ہوتیں تو ایسی باتیں نہ کرتیں اور خاموش ایک کونہ میں بیٹھی اپنی جان کی خیر مناتی۔"

"برخلاف اسکے مرزا کو چاہئے کہ اپنی خیر منائے۔ خدائی فوجداروں کا انتقام بہت ہی سخت ہو گا۔"

"کون، خدائی فوجدار؟ وہی نا جنھوں نے بندو کے کوڑے لگائے، اور جن کا سردار دہلی کا مشہور قزاق بہرام[1] ہے بندو کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ تمھارے مددگار اور دوست ہیں تو خدا جانے کیا ہو گا۔"

"بندو کون ہے؟"

"بندو کو بھول گئیں، اُس رات کو تھیٹر میں سیٹھ بالکن جی سے تم نے راز و نیاز کی اتنی باتیں کیں وہ بندو ہی تو تھا۔ کیوں کیسا بھیس بدلتا ہے؟ مگر یاد رکھو وہ آدمی کی شکل میں شیطان ہے، نیم پاگل وحشی، اُسکی توجہ تمھاری طرف ہوئی تو تمھارے دوست خدائی فوجدار بھی تمھیں نہ بچا سکیں گے۔"

"معلوم ہوتا ہے تم خدائی فوجداروں کی قوت سے واقف نہیں ہو۔"

"کیوں نہیں، بھائی صاحب نے مجھے کئی بار متنبہ کیا، وہ اُن سے بڑی نفرت کرتے ہیں۔ اور شاید ڈرتے بھی ہیں، لیکن ایسے آدمیوں سے ڈرنے کی کیا بات ہے جو خود مجرم ہوں۔"

"تم نہیں سمجھتیں، وہ مجرم نہیں بلکہ شریف اور مالدار آدمی ہیں جو خلقت خدا کی

---

[1] دیکھو نیلی چھتری۔ مؤلفہ ظفر عمر

حفاظت کرتے ہیں اور ایسے ظالموں کو سزا دیتے ہیں جو تمھارے بھائی صاحب یا مرزا بلگرامی کی طرح بے قصور لڑکیوں کو اُن کے گھر سے بھگا لاتے ہوں۔"

"خبردار رستم جی کو کچھ نہ کہنا ورنہ تمھیں نوچ لونگی، کیا تم نے نہیں دیکھا وہ کیسے ٹھاٹھ کا آدمی ہے، جب میری شادی اُس سے ہو جائیگی تو کیا لطف آئیگا"

"بائیں یہ کیا، تم اُنھیں بھائی صاحب کہتی ہو"

کملا بائی ہنسی،

"تم بڑی بے وقوف ہو، کسی کو بھائی کہنے سے کیا ہوتا ہے یہ تو دنیا کو دھوکہ دینے کیلئے کیا جاتا ہے تاکہ کوئی انگشت نمائی نہ کرے، یہ آجکل کا فیشن ہے۔ ایک نہیں بیسیوں نئی وضع کی عورتیں جب باہر کسی کے ساتھ دیکھی جاتی ہیں تو اپنے مرد دوستوں کی بہن بنجاتی ہیں۔ آخر ہو نہ دیہاتی، دہلی، بمبئی، یا شملہ، اور منصوری کی سوسائٹی کو کبھی دیکھتیں تو تمھیں تعجب نہ ہوتا۔"

"خدا مجھے ایسی سوسائٹی سے بچالے۔ اگر دہلی ایسے ہی لوگوں سے آباد ہے تو میں کبھی بھولکر بھی اس طرف رُخ نہ کروں گی۔"

"تعجب ہے، تمھاری طرح میں ایک بڑی دولت کی وارث ہوتی تو شملہ اور بمبئی کیا ہر سال پیرس اور لندن جایا کرتی۔"

"میں دولتمند نہیں ہوں، بلکہ بہت غریب ہوں، دولتمند ہوتی تو ملازمت کی تلاش میں دہلی کیوں آتی؟"

"مگر بھائی صاحب تو کہتے ہیں تم سچ مچ سونے کی چڑیا ہو اور بے اندازہ دولت کی مالک ہو اسی لئے تو تم یہاں لائی گئی ہو۔"

ہیرا بائی کو سخت تعجب تھا کہ مرزا بلگرامی جیسا چاق چوبند آدمی اور ایسی غلطی کرے شاید کسی اور کے دھوکے میں اُسے نظر بند کیا گیا ہے۔

زینہ کی طرف سے کسی کے نیچے اُترنے کی آواز آئی، اور چند منٹ میں مرزا بلگرامی کمرے میں داخل ہوا۔

ہیرا بائی کرسی سے کھڑی ہو گئی اور نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگی۔ مرزا صاحب نے آج معمول سے زیادہ اپنے لباس اور سنگار پر توجہ کی تھی۔ کشمیری کام کا چوغہ، پھولدار ریشمی گلوبند، لمبی کاکلوں میں خوب تیل لگا ہوا اور آنکھوں میں دنبالہ دار سرمہ۔

"بائی صاحب، مزاج کیسا ہے؟ یہاں بالکل خاموشی اور تنہائی ہے، اُمید ہے کہ آپ نیند بھر کے سوئی ہوں گی"

"مرزا صاحب، یہ خاموشی کی جگہ آپ کو مبارک۔ میرا قلب اُلٹا جاتا ہے مہربانی کر کے مجھے گھر جانے دیجئے۔"

"فی الحال آپ اسے ہی اپنا گھر سمجھئے، چند روز کی تکلیف سہی، لیکن پھر آپ ہر چیز کی مالک ہوں گی۔ آپ جانتی ہیں میرا کاروبار تمام ملک میں پھیلا ہوا ہے، ہر جگہ میرے مرید بکثرت ہیں اور میری کتابیں اور رسالے تمام ملک میں شائع ہوتے ہیں، میری اخباری نکتہ چینی سے بڑے بڑے والیان ملک کانپتے ہیں اور اُن کے درباروں میں کھلبلی پڑ جاتی ہے۔ جہاں جاتا ہوں عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہوں، دنیا کے لئے میں زاہد خشک ہوں، لیکن آپ یقین کریں کہ باوجود ان سب باتوں کے میرا دل اچھی صورت کو

دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اچھی آواز کان میں جاتی ہے تو میں مسرور ہوتا ہوں۔
خدا نے آپ کو حسین بنایا ہے اور علم موسیقی میں آپ اسقدر مہارت رکھتی ہیں۔"
ہیرا بائی کو مرزا کی گفتگو پر تعجب تھا۔
"بزرگی اور برتری کا یہ دعویٰ لیکن یہ بتائیے کہ ایک بیکس اور غریب لڑکی کو اس طرح مقید رکھنا کس مذہب میں جائز ہے؟"
"آپ اپنے آپ کو قید میں کیوں سمجھتی ہیں، آپ اس وقت بڑے خطرہ میں ہیں، چند آدمی آپ کی تلاش میں سرگرداں ہیں، یہ بڑے سفاک مجرم ہیں، اُن کی طرف سے آپ کو محفوظ رکھنا ضروری تھا۔ ان کتابوں سے دل بہلائیے، میں پھر آؤں گا اور آپ کو سیر کے لئے لے چلوں گا۔"
مرزا نے واپس جانے کا ارادہ کیا کملا بائی نے دریافت کیا۔
"مرزا صاحب مجھے باہر جانے کی کب اجازت ملے گی؟"
"گھبراؤ نہیں، آج شام کو، رستم جی تمھیں لیجائیں گے، اُس وقت تک ہیرا بائی کا دل بہلاؤ، کسی بات کی تکلیف نہ ہو، لیکن دیکھو جو بوتل آتش دان کے پاس غلاف سے ڈھکی ہوئی رکھی ہے اُسے ہرگز نہ چھونا، نہ اُس کے پاس جانا"
مرزا کے چلے جانے کے بعد دونوں لڑکیاں باتیں کرتی رہیں کملا بائی نے رستم جی کے کارنامے تفصیل سے بیان کئے، تہ خانہ میں ہوا صاف کرنے کے لئے بار بار اگر کی بتیاں جلاتی رہیں۔

باب ۲۵

نازک مہم

ہیرا بائی کو غائب ہوئے دو دن ہو گئے تھے۔ پولیس اور بہرام کی تلاش کے باوجود اُس کے قید ہونیکی جگہ کا پتہ نہ چلا، تجدید معاہدہ کے صرف ۴ دن باقی رہ گئے۔ اگر اس عرصہ میں ہیرا بائی کی درخواست پیش نہ ہوئی تو لال کٹھور کا اجارہ اُسے نہ مل سکیگا، اور یہ دولت یا تو مرزا بلگرامی کے قبضہ میں چلی جائیگی کیونکہ اُسکے گروہ کے آدمی مدت سے اس کی تلاش میں ہیں، اور یا بدستور زیر زمین دفن رہے گی، ریاست بھوپال کی اصلی سند نیز لال کٹھور کے معلوم کرنے کی کنجی اسوقت خدائی فوجداروں کے قبضہ میں تھی، ڈاک کے ذریعہ سے دربار بھوپال میں کسی کاغذ کا بھیجنا خطرہ سے خالی نہ تھا، کیونکہ مرزا کے آدمی ہر جگہ لگے ہوئے تھے۔ کسی معمولی آدمی کو ایسے اہم اور نازک کام پر مامور کرنا دوراندیشی کے خلاف تھا، علاوہ اس کے بلگرامی کے سانپ سے بچ کر کسی آدمی کا بھوپال تک صحیح سلامت پہونچنا مشکل تھا۔

کنور بکرم سنگھ البتہ اپنے رتبہ اور دیانت اور سرگرمی کے لحاظ سے بھروسہ کے قابل تھا، علاوہ اس کے سانپ کے زہر سے وہی محفوظ رہ سکتا تھا۔ اسلئے خدائی فوجداروں نے اُسے بلا بھیجا، کمرہ میں داخل ہوتے ہی بکرم سنگھ نے کہا

"میں نے بہت غور کیا اور اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ جس چیز نے مجھے اُس رات کو کاٹا ہرگز سانپ نہ تھا، سانپ کے زہر میں یہ سوزش اور تکلیف کہاں یہ کوئی اور کوئی شیطانی چیز تھی۔ اس تکلیف کو کبھی نہ بھولوں گا۔"

مہاراجہ جنگ نے بکرم سنگھ کو اپنی قریب کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کہا۔

"ہمیں آپکے ساتھ اتفاق ہے، یہ معمولی سانپ نہیں ہے بلکہ ایک خطرناک مجرم کے ہاتھ میں مہلک آلہ ہے۔"

"تم یہ سب جانتے ہو تو پولیس میں اطلاع کیوں نہیں کرتے؟"

"پولیس کو بھی معلوم ہے، لیکن سرِدست پولیس بھی مجبور ہے، کنور صاحب اس وقت ہم نے آپکو سانپ جیسے دلچسپ جانور کے متعلق بحث کرنے کے لئے تکلیف نہیں دی بلکہ ہم آپکو ایک نہایت رازداری اور نازک مہم پر بھیجنا چاہتے ہیں"

"تم لوگ اسقدر دلچسپ اور تمہارا کام اسقدر پُرفریب ہے کہ میں تمہاری خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہوں لیکن رات جیسا سانپ میری طرف رُخ نہ کرکر میں نے اُس کے مالک کو دیکھ پایا تو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

میز پر زور سے ہاتھ مارا اور جوش میں آکر ٹہلنے لگا،

"کنور صاحب آپ پر زہر کا اثر نہیں ہوتا۔ پھر سانپ سے کیا ڈرنا لیکن ہم آپکو بتانا چاہتے ہیں کہ یہ سفر خطرہ سے خالی نہ ہوگا، اور آپکو نہایت ہوشیاری سے کام لینا پڑے گا۔"

"اور کام کیا ہے؟"

"ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھوپال جائیں اور ایک ضروری خط حضور نظام صاحب

کی خدمت میں خود پیش کریں۔ معاملہ نہایت اہم اور نازک ہے، اور سوائے آپکے ہم کسی اور کو اس کا اہل نہیں پاتے "۔

" یہ آپ کی مہربانی ہے جو مجھپر اسقدر بھروسہ کرتے ہیں اور جانا کب ہوگا؟"

" آج رات کو اکسپریس سے، کل کسی وقت یہ کاغذات اعلحضرت کے ہاتھ میں پہونچ جانا چاہئیں "

" لیکن ریاست کا معاملہ ہے۔ والئ ملک سے ملاقات کرنا آسان نہیں ہے" لوگ مہینوں سلام کرنے کی آرزو میں پڑے رہتے ہیں، کیا معلوم کب شرف باریابی حاصل ہو، ریاستوں کی کل فردائے قیامت اور پرسوں برسوں کی طرح ہے"

" کنور صاحب، بھوپال اُن ریاستوں کی طرح نہیں ہے جن کا آپ کو ایسا تجربہ ہے، وہاں کئی پشت تک بیگمات کی فرمانروائی رہی ہے جن کے حسن انتظام اور تدبر نے ہر طرف سے خراج تحسین حاصل کیا ہے، اور حضور سرکار عالیہ نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کا عہد حکومت نہ صرف بھوپال بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یادرہے گا، اور اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر موقع دیا جائے تو ہمارے ملک کی عورتیں زندگی کے ہر شعبہ میں کارنمایاں کرسکتی ہیں۔"

" لیکن اب تو وہاں مرد کی حکومت ہے، کثرت مشاغل میں مجھ جیسے آدمی کی وہاں کیا پرسش ہوسکتی ہے"۔

" آپ غلطی پر ہیں، موجودہ فرمانروائے بھوپال نے سرکار عالیہ کے آغوش شفقت میں تربیت پائی، ہندوستان کے بہترین درسگاہ علی گڑھ کالج میں تعلیم حاصل کی اور اگرچہ انھیں مسند حکومت پر بیٹھے زیادہ عرصہ نہیں گذرا، انھوں نے

اپنی روشن خیالی، تدبر اور حسنِ انتظام کی تمام ملک میں قابل تقلید نظیر قائم کی ہے سادگی اور سچائی کے لحاظ سے یہ سیاہی منش حکمراں عدیم المثال ہے، اور باوجود نوعمری کے والیان ملکوں کی انجمنوں میں انھوں نے اپنے سیاسی تدبر اور ہوشمندی کی بدولت ممتاز ترین درجہ حاصل کیا ہے، یہ بھی سنا جاتا ہے کہ نہ صرف دوسرے والیان ملک، بلکہ سرکار انگلشیہ کے اعلیٰ حکام اور ہندوستانی لیڈر آج کل کے سیاسی مسائل کی گتھیاں سلجھانے میں اُن سے مشورہ کرتے ہیں، بھوپال میں ہر چیز قاعدہ اور قانون کی پابندی کے ساتھ ہوتی ہے، جو شخص کسی کام سے جاتا ہے، ممکن نہیں کہ اُسے وقت ضایع کرنا پڑے، میں نے آپ کی آمد کے متعلق ملیٹری سکریٹری کو تار دیدیا ہے، اگر وہ بھوپال میں موجود ہیں تو آپ کو کسی قسم کی زحمت نہ ہوگی۔"

"اگر وہ موجود نہ ہوئے تو اعلیحضرت تک پہونچنے کا کیا ذریعہ ہوگا؟"

"آپ براہِ راست محل پر جائیے اور کامدار ڈیوڑھی خاص میجر سامان اللہ خاں سے ملئے اور اپنے کام کی اہمیت بیان کیجئے، اُن کو اول کچھ پس و پیش ہوگا، دو ایک بار کلمہ کی اُنگلی پیشانی پر مار کر اپنے دماغ کی نیم خوابیدہ قوتوں کو بیدار کرینگے اور اُن کی سمجھ میں آجائے گا کہ اعلیحضرت کی خدمت میں آپ کو پیش کرنا ضروری ہے۔ اس طرح کل کسی وقت آپ نواب صاحب کی خدمت میں یہ کاغذات پیش کر سکینگے۔"

"پھر تو یہ کام چنداں مشکل نہیں۔"

"کنور صاحب! ہم آپکو صاف بتا دینا چاہتے ہیں کہ بھوپال کا سفر خطرہ سے خالی نہیں ہے، مرزا بلگرامی معمولی آدمی نہیں ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ

سخت نگرانی میں ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ آپ پر کس وقت اور کس نہج پر حملہ کیا جائے گا۔ ان کاغذات کی مرزا کو ہم سے زیادہ ضرورت ہے۔"

"میں خطرہ کے کاموں سے نہیں ڈرتا۔ کاغذات مجھے دیجئے، میں تیار ہوں"

مہراب جنگ نے اپنے آہنی صندوق سے ایک لفافہ سربمہر نکالا اور بکرم سنگھ سے دریافت کیا۔

"کیا آپ آج سفر میں یہی کپڑے پہنے ہوں گے؟"

"جی ہاں!"

"مہربانی کرکے اپنا کوٹ اُتاریئے"

بکرم سنگھ نے کوٹ اُتارا۔ مہراب جنگ نے کوٹ کے استر میں قینچی سے سوراخ کیا، اور لفافہ اندر رکھدیا۔ مسعود نے سوئی ڈورہ لے کر اس عمدگی سے استر کو رفو کر دیا کہ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کہیں سے کاٹا گیا ہے"

بکرم سنگھ نے جوش سے کہا۔

"تم لوگ کپڑا سینے کا کارخانہ کھولو تو بڑی آمدنی ہو، کمال کرتے ہو۔"

مہراب جنگ نے ایک چرمی بیگ جسمیں دو تین لفافے سربمہر تھے، بکرم سنگھ کو دیا اور ہدایت کی کہ اس بیگ کا تسمہ اپنی پیٹی میں باندھ لیں۔

"اسکی کیا ضرورت ہے؟"

"یہ بلگرامی کے مریدوں کو دھوکہ دینے کے لئے کیا جاتا ہے، اُنھیں یہ خیال ہوگا کہ اصلی کاغذات اس بیگ میں ہیں اور اگر وہ اپنے حملہ میں کامیاب ہوئے اور یہ بیگ لے بھاگے تو چنداں نقصان نہ ہوگا، آپ کے لئے اکسیر کا

ایک درجہ محفوظ کر دیا گیا ہے تاکہ بآرام سفر کر سکیں، یہ تو بتائیے کہ آپ کو روپیہ کتنا درکار ہو گا؟"

"اسکی فکر نہ کیجئے۔ میرے پاس کافی روپیہ ہے؟"

خدائی فوجداروں سے رخصت ہو کر سڑک پر آیا تو ایک تانگہ والا جو دیر سے یہاں کھڑا تھا، تانگہ دوڑاتا ہوا لایا، بظاہر یہ شخص مرزا کا جاسوس تھا، بکرم سنگھ اس تانگہ میں نہیں بیٹھا، بلکہ بھی ماران کے چوراہے پر جا کر دوسرا تانگہ کرایہ پر لیا اور اپنے ہوٹل کو روانہ ہو گیا، وہاں پہونچکر اُسنے دیکھا کہ خالی تانگہ اُس کے پیچھے پیچھے کچھ فاصلہ پر آیا، اُسے یقین ہوا کہ اُس کی نقل و حرکت کی پوری نگرانی ہو رہی ہے۔

باب ۲۶

ریل کا سفر

رات کا کھانا کھا کر کنور بکرم سنگھ اسٹیشن پہونچا۔ بمبئی اکسپریس حسب معمول مسافروں سے بھری ہوئی تھی، بکرم سنگھ کے لئے درجۂ اول کے ڈبہ میں دو سیٹ کا کمرہ پہلے سے محفوظ ہو چکا تھا، ٹکٹ بھی خرید لیا گیا تھا، ڈھلیر کی دوکان سے چند اخبار اور رسالے خرید کر اپنے کمرہ میں بیٹھ گیا اور اخبار پڑھنے لگا، گھنٹی بجی اور گاڑی چھوٹنے ہی کو تھی کہ ایک عورت نئی وضع کا برقع پہنے ہوئے ایک چھوکرہ کو ساتھ لیے بکرم سنگھ کے کمرہ کے سامنے آکر رکی، چھوکرہ نے بڑی لجاجت اور گھبراہٹ سے کہا۔

"حضور! ان بیگم صاحب کو متھرا تک جانا ہے۔ گاڑی چھوٹنے والی ہے، کیا آپ مہربانی کرکے اپنے درجہ میں بیٹھنے دیں گے؟"

بکرم سنگھ شریف اور مہذب بیش زادہ تھا، کسی عورت کو تکلیف میں دیکھنا اسے کب گوارہ ہو سکتا تھا، اخبار ہاتھ سے رکھا اور کمرہ کا پٹ کھول دیا۔

"آپ خوشی سے یہاں بیٹھئے، آپ تنہائی چاہتی ہوں تو میں کسی دوسرے کمرہ میں بیٹھ جاؤں گا۔"

"عورت کے کمرہ میں داخل ہوتے ہی گاڑی روانہ ہو گئی، بکرم سنگھ نے

ایک سیٹ سے اپنے اخبار اُٹھائے اور کہا۔

"آپ آرام سے بیٹھئے، دوسرے اسٹیشن پر میں کسی اور ڈبہ میں جا بیٹھونگا"

"یہ درجہ آپکے لئے محفوظ ہے، آپکی یہ مہربانی کیا کم ہے کہ آپ نے مجھے بیٹھنے کی اجازت دی، میرا سفر جلد ختم ہو جائیگا۔ آپ دوسرے ڈبہ میں جانیکی تکلیف نہ اُٹھائیں۔"

بکرم سنگھ کھڑکی کے قریب بیٹھ گیا اور اخبار پڑھنے لگا، برقع کی ساخت، انگریزی جوتوں کی چمک اور قیمتی دستی بیگ سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ نئی وضع کی متمول عورت ہے، جو مردوں سے گفتگو کرنے کی عادی ہے۔ یہ دیکھ کر کہ عورت بار بار روشنی کی طرف منہ اُٹھاتی ہے، بکرم سنگھ نے خیال کیا کہ غالباً تیز برقی روشنی اُسے ناگوار ہے، اخبار علیحدہ رکھا، اور روشنی کے بٹن کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"آپکو تیز روشنی ناگوار ہو تو میں گُل کئے دیتا ہوں۔"

عورت نے شکریہ ادا کیا۔ بکرم سنگھ کھڑکی سے تکیہ لگا کر لیٹ گیا، اور آنکھیں بند کر لیں، غسلخانہ سے نیلی اور دھیمی روشنی کسی قدر آرہی تھی، تھوڑی دیر خاموشی رہی عورت نے دو تین مرتبہ بکرم سنگھ کی طرف دیکھا۔ یہ خیال کرکے کہ بکرم سنگھ پر غنودگی کا عالم طاری ہے، اُس نے اپنا دستی بیگ کھولا۔ پھر آہستہ سے ہاتھ بیگ میں ڈالا، اور ایک سیاہ رنگ کی چھنال سگریٹ پینے کی نکالی، بکرم سنگھ سویا نہیں تھا اپنی بڑی بڑی پلکوں کے نیچے سے کبھی کبھی عورت کی طرف دیکھتا تھا، جب اُس نے عورت کو اپنی طرف رُخ بدلتے اور بیگ سے کوئی چیز نکالتے دیکھا تو اُسے اپنی نازک مہم کا خیال آیا اور خطرہ کا احساس کیا، عورت نے ایک بار پھر بکرم سنگھ کیطرف

دیکھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی، اُسنے پھر ہاتھ اُٹھایا اور بیگ میں ڈالا، دستانہ کلائی سے کچھ نیچے کھسک آیا تھا، اور بکرم سنگھ نے دیکھا کہ وہ کسی عورت کی نازک اور خوبصورت کلائی نہیں ہے بلکہ اُسپر سیاہ بال ہیں۔ فوراً خیال آیا کہ یہ عورت کے لباس میں کوئی مرد ہے جو اُسے ہلاک کرکے کاغذات چرانے کے لئے بھیجا گیا ہے، بلگرامی کے سانپ کی تکلیف ابھی تازہ تھی اور قبل اسکے کہ اُس کا ہمسفر بیگ سے ہاتھ نکالے، بکرم سنگھ نے جست لگائی اور اُسکی گردن پکڑ لی لیکن عورت نے اپنی کمر سے پستول نکال بکرم سنگھ پر وار کیا، بکرم سنگھ تیزی کے ساتھ دوسری طرف جھکا اور وار خالی گیا، اسی اثنا میں گردن کی گرفت ڈھیلی ہوئی اور قاتل کھڑا ہو گیا، بکرم سنگھ مضبوط اور تجربہ کار شکاری تھا، باوجود اس کے اُسنے اپنے آپکو سخت مشکل میں پایا، اُسکی جیب میں پستول موجود تھا، لیکن جیب کی طرف ہاتھ بڑھانے کا موقع یا گاڑی روکنے کی زنجیر کھینچنے کا وقت نہ ملا، کچھ دیر گاؤ زوری ہوتی رہی اور بکرم سنگھ نے موقع پاکر اپنے دشمن کو زور سے دھکا دیا، اور علحدہ ہو گیا، دروازہ کی چٹخنی کھلی ہوئی تھی اور دروازہ کھل گیا، بکرم سنگھ دوبارہ حملہ بھی نہ کرنے پایا تھا کہ دشمن نیچے کود گیا، ایک پل جسکی مرمت ہو رہی تھی قریب تھا اس لئے ریل بہت آہستہ چل رہی تھی، اور غالباً اسی خیال سے یہ جگہ حملہ کرنے کے لئے تجویز کی گئی تھی بکرم سنگھ نے گاڑی کی زنجیر کھینچی، اور کچھ دور چلکر گاڑی رُکی، لیکن دشمن رات کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

رات اندھیری گھُپ اور بدلی چھائی ہوئی تھی اور کچھ بارش ہو رہی تھی، منصور جو عورت کے بھیس میں بکرم سنگھ کے قبضہ سے کاغذات لانے پر مامور

ہوا تھا، چلتی گاڑی سے کودا، کہنیاں اور گھٹنے ضرور چھلے، مگر ریل کے کنارے کی جھاڑیاں پھاندتا ہوا سڑک پر جا پہونچا، کچھ دُور نہر کے پُل پر اُسکے لئے موٹر پہلے سے بھیجدی گئی تھی، اُس میں سوار ہو دہلی چلا گیا، راستہ بھر اپنی ناکامیابی اور اپنے پیر مُرشد کی ناراضگی کا خیال کرتا رہا۔

آدھی رات گذر چکی تھی، لیکن مرزا اپنے فدائی بندو کی آمد کے انتظار میں سویا نہیں تھا، بندو نے آہستہ سے دروازہ کھولا، اور اندر آیا، برقع اتار کر علیحدہ پھینکا، اور ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا، مرزا بلگرامی نے اُسے دیکھتے ہی یقین کر لیا کہ ناکامیاب واپس آیا ہے۔ لیکن بجائے ناراضگی کا اظہار کرنے کے نرمی سے کہا۔

" مجھے تمھاری ناکامیابی پر افسوس ہے، لیکن تمھاری ہیئت کذائی اور گھٹنوں پر زخم دیکھ کر یقین ہے کہ تم نے حتی المقدور کوشش کی، اگرچہ شکار تمھارے ہاتھ سے نکل گیا۔"

بندو نے سب واقعات بیان کئے اور مرزا کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا۔

" بندو تم بڑے کارگذار اور وفادار مُرید ہو، میں جانتا ہوں کہ اپنے پیر مرشد کی خوشنودی کے لئے تم اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنے کیلئے ہر وقت تیار رہتے ہو۔"

سماود سے پانی لیکر چار کی پیالی بنائی اور بندو کے سامنے رکھی۔

" بندو تم بہت خستہ ہو رہے ہو، چا پیو اور میرے قریب آکر بیٹھو، تم نے اپنی کارگذاریوں سے مجھے بہت خوش کیا ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ

تمھارے ساتھ معمولی شاگرد اور مُرید کا برتاؤ نہ کیا جائے، تم اس بڑے کام میں ہمارے شریک ہو، اور انصاف اس کا مقتضی ہے کہ تم سے اس راز کا حال صاف صاف بیان کر دیا جائے۔"

بندو کو مرزا کی اس غیر معمولی عنایت پر تعجب تھا، تخت کے کنارے پر بیٹھ کر چاء پینے لگا، مرزا نے ایک تکیہ اُس کی طرف بڑھایا،

"آرام سے بیٹھو، اور غور سے سنو، چند روز میں ہم ایک بہت بڑی دولت کے مالک ہو جائیں گے، یہ معمولی دولت نہیں ہے بلکہ سونے کی پہاڑی ہے، پھر تمام عمر آرام سے بسر ہوگی، یہ لڑکی ہیرا بائی جو اس وقت ہماری قید میں ہے اس دولت کی وارثہ ہے میں اس کے ساتھ شادی کروں گا یا اس کا خاتمہ کر دیا جائیگا، اور دولت ہماری ہوگی، لیکن ہماری راہ میں دو ایک کانٹے ہیں جن کا ہٹانا کامیابی کے لئے ضروری ہے"

مرزا نے بہت تفصیل کے ساتھ لال کھٹو کے تمام حالات بندو کو سنائے،

"ہمارے گروہ میں دو ایک آدمی ایسے ہیں جو ہماری محنت سے خود فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں اور مجھے اور نیز تمھیں اس دولت سے محروم کرنا چاہتے ہیں، زنجیر میں جب کوئی کمزور حلقہ ہوتا ہے تو تمام زنجیر معرض خطر میں ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کب ٹوٹ جائے، اس زنجیر کی سب سے کمزور کڑی اسوقت رستم جی ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ پولیس سے ملکر مجھے اور تمھیں دونوں کو گرفتار کرانا چاہتا ہے۔ تم قتل کے مجرم اشتہاری ہو اور رستم جی کے ذرا سے اشارہ پر پولیس تمھیں گرفتار کرکے ایسی جگہ پہونچا دیگی جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔"

بندو کو جوش آیا، اور آنکھیں لال ہوئیں، اور کہنے لگا۔

"یا حضرت! آپنے مجھے بڑے خطرہ سے آگاہ کیا، اگر رستم جی کا کام تمام ہوجائے تو اُسکے حصّہ کی دولت کسے ملے گی؟"

"تمھیں"

"اندازاً کتنی ہوگی؟"

"چالیس پچاس لاکھ روپیہ سے کم نہ ہوگی، جب آدمی کے پاس اتنی بڑی دولت ہو تو پولیس اور قانون کی گرفت بھی اُسکے لئے ڈھیلی ہوجاتی ہے اور وہ بآسانی کسی دوسرے ملک میں جاکر آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کرسکتا ہے، بندو یقین کرو کہ ایسی زندگی تمھارے اپنے ہاتھ میں ہے۔"

"یا حضرت! آپ کے حکم کی دیر ہے۔"

"شاباش، اطمینان رکھو، تمھیں جلد موقع دیا جائیگا، اگر رستم جی کی یہی حالت رہی تو اُس کا خاتمہ تمھارے ہاتھ سے ہونا ضروری ہے، جاؤ، رات زیادہ آگئی آرام کرو!"

باب ۲۷

شادی کون کریگا

دولت بُری چیز ہے، اسکے ملنے کی اُمید پر دُنیا میں کتنے جرائم ہوتے ہیں، بیٹا باپ کا دشمن، اور انسان اپنے بہترین دوست کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے، زہد وتقویٰ رخصت، راہ ورسم برباد، مرزا بلگرامی جنکی دینداری اور مذہبیت کا اسقدر چرچا ہے اپنے دیرینہ رفیق اور شریک کار رستم جی کی جان لینے کا قصد کرتا ہے دوسری طرف خود رستم جی جو مرزا کی جرائم پیشہ زندگی سے بخوبی واقف ہے، دلمیں سوچتا ہو کہ لال کھٹور کی دولت پر خود قبضہ کرلے، اور جسقدر جلد ہو سکے مرزا کے سانپ کی ماہئیت پولیس پر ظاہر کرکے قتل کے جرم میں اُسے گرفتار کرادے۔ اور ہیرا بائی سے شادی کرکے اُسکی تمام دولت پر بلاشرکت غیر قابض ہو جائے۔

چند روز سے رستم جی کی مالی حالت سقیم ہو رہی تھی، گھوڑ دوڑ میں بہت سا روپیہ ہار گیا۔ تاش بازی میں بھی قسمت نے ساتھ نہ دیا، اسی دھیڑ بُن میں رات کو نیند بھی اچھی طرح سے نہ آتی تھی، افسردگی کی حالت میں کملا بائی کے ساتھ دل بہلایا کرتا تھا، مگر وہ بھی ہیرا بائی کی حفاظت کے لئے تہ خانہ میں بند تھی، یہ خیال کرکے کہ کملا بائی اُس تاریک کمرہ میں پریشان ہوگی اُسکی طبیعت میں ہیجان پیدا ہوا اور ارادہ کرلیا کہ آج اُسے قید خانہ سے نکلا جائے۔ اگرچہ مرزا بلگرامی سے وعدہ کرچکا تھا کہ جب تک لال کھٹور کا معاملہ

خاطر خواہ طے نہ پا جائے کملا ہیرا بائی کے ساتھ رہے گی، شام ہونے بھی نہ پائی تھی کہ رستم جی مرزا بلگرامی کے مکان پر پہونچا، مرزا بلگرامی جو لوگوں کے خیالات اور ارادوں کا اندازہ لگانے میں خوب ماہر تھا، اُسکی آمد کا منتظر تھا۔

"کہئے مرزا صاحب، بندو واپس آیا یا نہیں؟"

"وہ رات ہی واپس آگیا"

"مگر آپنے مجھے اطلاع نہیں دی میں اُسکی مہم کی کامیابی کی خبر سننے کیلئے بیچین تھا، غالباً اُسکا وار خالی گیا، ورنہ آپ مجھے فوراً اطلاع دیتے"

"جی ہاں، بندو ناکامیاب رہا، اور بکرم سنگھ بھوپال صحیح سلامت پہونچ گیا ہوگا، کیونکہ راستہ میں جو اور مُرید مامور ہوئے تھے اُن کا بھی تار نہیں آیا، لیکن جو کاغذات اُسکے قبضہ میں تھے اُن کا حاصل کرنا چنداں ضروری نہیں ہے، میں نے دوسری ترکیب سوچی ہے۔"

رستم جی نے ایک سگریٹ سُلگایا اور اپنے شریک کار سے صاف صاف باتیں کرنیکا ارادہ کرلیا۔

"آپ کے قیدیوں کا کیا حال ہے؟"

"بہت اچھا، قیدی کیوں کہتے ہو، وہ بڑے آرام سے ہیں۔"

"اس تنگ و تاریک تہ خانہ میں کیا کوئی آرام سے رہ سکتا ہے، کملا بائی اسکی عادی نہیں ہے، وہ بہت پریشان ہوگی۔"

"کیوں نہو، ایک بھائی کو اپنی ہمشیرہ کی پریشانی کا خیال ضرور چاہئیے، پھر تم جیسا محبت کرنے والا بھائی کملا کے بغیر کیسے اطمینان سے رہ سکتا ہو، بہتر ہو کہ اُسے نکلنے لیجاؤ،

اور اُسکی پریشانی اور نیز اپنے دلکی بے چینی رفع کرو!"

مرزا بلگرامی اُس نسے اور کملا کے اصلی تعلقات سے بخوبی واقف تھا، ان طنز آمیز باتوں کو سُن کر رستم جی کو غصہ آیا، مگر ضبط کیا،

"لیکن ہیرا بائی کے ساتھ کسی کا رہنا ضروری ہے"

"ہیرا بائی تنہا کب ہے، میں یہاں موجود ہوں"

"لیکن تمھارا مُرید بندہ بھی یہاں موجود ہے، ایسے بتذل مجرم کا ہیرا بائی جیسی لڑکی کے قریب رہنا مناسب نہیں"

"رستم جی مجھے تعجب ہے، تم ہیرا بائی کے خیر خواہ کب سے ہو گئے؟"

"مرزا صاحب! آپ نہیں سمجھتے، کیا کبھی آپکو یہ خیال نہیں آیا کہ لال کٹھور کی دولت حاصل کرنیکا سب سے آسان اور محفوظ طریقہ یہ ہے کہ ہیرا بائی کے ساتھ شادی کرلیجائے۔"

"بے شک! میں نے اسپر غور کیا ہے، لیکن میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمھارے موٹے دماغ میں بھی ایسا خیال آسکتا ہے، شکر ہے، اب تم سوچنے اور غور کرنے لگے ہمارکبادا!"

"مرزا صاحب اس طنز آمیز گفتگو کو ختم کرو، تم ایسے بھونڈے اور بھدے طریقے استعمال کرتے ہو کہ اگر میں تمھاری مدد پر نہ ہوتا تو اتنک کسی جیلخانہ میں پڑے سڑتے، واقعہ یہ ہے کہ ہیرا بائی بڑی نازک طبیعت کی لڑکی ہے، اس تہ خانہ میں بند رہنے سے وہ پھول کی طرح کملا جائے گی، میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ اُسے لیجا کر اپنے گھر رکھوں، جب وہ پہلی مرتبہ میرے ہاں آئی تو میری نرالی سج باتوں اور شاید عمدہ شکل وصورت کا اُس پر بہت اثر ہوا تھا، وہ میرے ساتھ شادی کرنے پر جلد راضی ہو جائے گی۔"

"لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اُسکی شادی میرے ساتھ ہونا چاہئے، تمھارے لئے کملا بائی

جیسی عورت دل بہلانے کیلئے کافی ہے "

" رستم جی کو بے اختیار ہنسی آئی۔

" تم جیسے لنگور کے پہلو میں ہیرا بائی جیسی حور، تمھیں شرم نہیں آتی، اپنے بڑھاپے اور بے ہنگم پنے پر خیال کرو۔ اور پھر یاد رکھو تمھاری چندیا پر اتنے بال نہیں ہیں جو تمھاری بیوی کی جوتیوں کی مار کو سہ سکیں، تمھیں ہیرا بائی کی دولت سے مطلب ہے، وہ اتنی زیادہ ہے کہ ہم سب کے لئے کافی ہے۔ ہیرا بائی کے ساتھ میں شادی کروں گا۔"

مرزا نے رستم جی کو غور سے دیکھا، اور نرمی سے کہا۔

" ہم کیسے بے وقوف ہیں، ایک عورت کی وجہ سے لڑنے پر آمادہ ہیں، اسکا فیصلہ کرنے کا ابھی وقت نہیں، کل مفصل باتیں ہونگی، سردست کیا یہ کافی نہ ہوگا کہ کملا بائی کی صحبت کو غنیمت سمجھو، ہیرا بائی کا تہ خانہ سے ابھی نکالنا مناسب نہیں، پولیس کے علاوہ بہرام کے گرگے اسکی تلاش میں ہیں"

اس خیال سے کہ رات لطف کیساتھ گذریگی رستم جی نے کہا۔

" بہتر ہے ہیرا بائی کے متعلق کل غور کیا جائیگا، کملا بائی کو لے آئیے "

تھوڑی دیر بعد مرزا بلگرامی کملا بائی کو تہ خانہ سے لے آیا، کملا بائی جو تہ خانہ میں اسقدر پریشان تھی، رستم جی کو دیکھ کر پھول کی طرح کھل گئی۔

" خوب ہوا آپ آ گئے ورنہ ایک دن اور نہ آتے تو میں اس تہ خانہ میں سنیاگل ہو جاتی، چلو کسی سنیما یا تھیٹر میں بیٹھ کر دل بہلائیں"

مرزا بلگرامی نے کملا بائی کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا، اور دراز کھولکر ایک پرچہ کاغذ کا نکالا۔

"رستم جی، مجھے کملا بائی کے ساتھ اتفاق ہے انھیں تھیٹر لیجاؤ، آج تماشہ بہت دلچسپ ہے، ایک دوست نے میرے لئے ایک بکس محفوظ رکھا تھا جسکا ٹکٹ پیش کرتا ہوں، میں آج باہر نہیں جا سکتا، آپ جائیں، اور تماشہ دیکھیں،،

رستم جی نے شکریہ کے ساتھ ٹکٹ لیلیا، اور کملا بائی کو ساتھ لیکر رخصت ہوا، موٹر میں بیٹھ کر کملا بائی نے رستم جی کا ہاتھ اپنی انگلیوں میں دیا اور سر اُسکے شانہ پر رکھدیا، رستم جی اپنی کلفتوں کو بھول گیا اور اُسے خیال بھی نہ ہوا کہ موت اس قدر قریب ہے۔

رستم جی کو رخصت کرکے مرزا بلگرامی معاملہ کی اہمیت پر غور کرنے لگا۔ رستم جی بلگرامی کے غول کا زبردست ممبر، اور مرزا کا دوست راست، اور قوت بازو خیال کیا جاتا تھا، لیکن جب کسی جسم کا کوئی عضو ماؤف ہو جائے اور اُسکی وجہ سے تمام جسم میں بیماری پھیلے اور آخر کار موت لازمی نتیجہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ اُس عضو کو کاٹ کے پھینک دیا جائے علم الابدان کے اس صریح اصول سے بلگرامی بخوبی واقف تھا، اور اُسے فیصلہ کرنے میں دیر نہ لگی، رستم جی کی رقابت خطرہ سے خالی نہ تھی، اور اس خطرہ کا اپنی راہ سے دور کرنا ضروری تھا، اپنے مُرید بندو کو بلایا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"بندو، تمھیں خوش ہونا چاہئے کہ تمھاری دینی اور دنیاوی معراج ترقی کا وقت قریب پہونچا ہے، کسی مُرید کی سب سے بڑی سعادت یہ ہے کہ اپنے پیر و مُرشد کو خطرہ سے بچالے اور اُسکے دُشمن سے انتقام لے، میں اپنے آپکو اس وقت سخت خطرہ میں پاتا ہوں، میرا دشمن نہ صرف میری جان کی فکر میں ہے بلکہ میری شہرت اور نیکنامی کو بھی خاک میں ملانا چاہتا ہے، عین اُس وقت جبکہ ہم ایک بڑی دولت کے مالک ہونے والے ہیں اور

اور آئندہ زندگی آرام واطمینان سے بسر کرنیکی امید کر رہے ہیں، ایک شخص ہمیں ہماری محنت کے ثمرہ سے نہ صرف محروم کرنا چاہتا ہی بلکہ ہمیشہ کیلئے ذلت اور افلاس کے تاریک غار میں پھینکنا چاہتا ہی، کیا تم نہیں چاہتے کہ اپنے پیر و مرشد کو اس خطرہ سے بچاؤ، اور وہ دولت اس وقت بھوپال میں زیر زمیں دفن ہے اُس کے ایک حصہ کے مالک بنو۔"

"یا حضرت! آپکے حکم کی تعمیل فرض عین ہی، آپکو خطرہ سے بچانا میرے لیے باعث سعادت ونجات ہی، آپکے حکم کی دیر ہے، حضور بتائیں کہ یہ دشمن کون ہے، اور کیسا ب اُسے جہنم واصل کرنا چاہئے، مال و دولت کی مجھے اتنی پرواہ نہیں ہے جتنی اپنے پیر و مرشد کو خوشش کرنے کی۔"

شاباش! مجھے تم سے ایسی ہی اُمید تھی۔ اس وقت ہمارا سب سے زیادہ خطرناک دشمن رستم جی ہے، جو مجھے اور تمھیں پولیس کے حوالہ کرکے ہیرا بائی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے، اور پھر لال کٹھور کی بے اندازہ دولت پر قبضہ کرلے گا۔"

"اگر حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں"

"ضرور، بے تکلف بیان کرو۔"

"حضور کا مُرید ہونیکی حیثیت سے مجھے تعمیل حکم کرنا چاہئے، لیکن حضور خیال تو فرمائیں کہ کسی کو اور وہ بھی اپنے شریک کار کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اگر اس دولت پر ہیرا بائی کے ساتھ شادی کرنے سے قبضہ ہو سکتا ہی تو کیا یہ مناسب ہوگا کہ حضور اس لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دیں، میں آپکا غلام اور مُرید ہوں، آپ میرے مالک ہیں، اسی طرح اس دولت پر آپکا قبضہ ہو جائیگا، مجھے کھانے بھر کو چاہئے اور قتل جیسے گناہ عظیم کی کیا ضرورت ہے؟"

مرزا بلگرامی چونکا مگر اپنے تعجب اور غصہ کو ضبط کیا۔

"میں معاملہ کے مذہبی پہلو کو خوب جانتا ہوں ایک مرتبہ انتقام کا مسئلہ تمھیں سمجھا چکا ہوں، یہ حفاظت خود اختیاری کا معاملہ ہے اپنی جان کی حفاظت کرنا آدمی پر فرض ہے، حفاظت کیلئے اگر دشمن قتل کیا جائے تو کوئی گناہ نہیں ہوتا، لیکن تمھاری تجویز قابل غور ہے، ممکن ہے کہ میرا سپر راضی ہو جاؤں، دیر کی گنجائش نہیں۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی رستم جی یہاں آیا تھا، اُسکی گفتگو سے اندازہ کرتا ہوں کہ ممکن ہے کہ آج رات ہی کو وہ ہمیں گرفتار کرا دے۔ جیت ہمیشہ اُسی کی ہوتی ہے جو پہلے حملہ کرے، اول کام یہ ہے کہ رستم کا خاتمہ ہو جائے، خیال کرو ہیرا بائی جیسی شکیل بیوی اور لال کٹھور کی بے اندازہ دولت پر قبضہ کر کے تم دنیا کے خوشحال ترین آدمیوں میں شمار کئے جاؤ گے۔"

"یا حضرت! حفاظت نفس کا مسئلہ میری سمجھ میں آگیا آپ کے حکم کی بسر و چشم تعمیل کروں گا۔"

"خدا کا شکر، آج رستم جی کملا بائی کو لیکر سنگم تھیٹر جائے گا، تم بھی وہاں جاؤ، لیکن آج تمھارے بھیس بدلنے کی قابلیت کا پورا امتحان ہے، مجھے یقین ہے کہ علاوہ پولیس کے بہرام اور اُس کے خدائی فوجدار بھی وہاں ضرور ہوں گے۔ بھیس ایسا ہو جو تمھیں ان سب کی تیز نظر سے محفوظ رکھے اور تم اپنا کام کر جاؤ۔"

"یا حضرت! بھیس کا معاملہ مجھپر چھوڑ دیجیے آج ایسا بھیس بدلوں گا کہ خدائی فوجدار بھی نہ پہچان سکیں گے۔"

"مرزا نے اپنی جیب سے سگریٹ کیس نکالا اور نند و کو دیا"

"بسم اللہ، اسے حفاظت سے رکھو، میں تمھاری کامیابی کے لئے دست بدعا ہونگا،

یاد رکھو، آج رات کی کامیابی پر ہیرا بائی اور لال کنھور کی دولت تمھاری ہے۔"

مرزا بلگرامی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بندو جیسا مطیع اور فرمانبردار مرید اُس کا رقیب بنجائے گا، اور ہیرا بائی کے ساتھ شادی کرنے کی آرزو کرے گا، رستم جی کی رقابت کا اندیشہ کیا کم تھا کہ نیا خطرہ رونما ہوا، رستم جی آج بندو کے ہاتھ سے مارا جائیگا مگر بندو کا ایسی آسانی کے ساتھ خاتمہ نہو سکیگا، مار آستین سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے، مگر کامیابی کے لئے یہ سب کانٹے راہ سے ہٹانا ضروری تھا، دیر کی گنجائش نہ تھی، کیونکہ بھوپال کی سند کی تجدید کا وقت ختم ہو رہا تھا۔

سماور گرم تھا، دو تین پیالی چاء کی پی، اور کھڑا ہو گیا، لباس کے معاملہ میں مرزا بلگرامی لاپرواہ تھا، لیکن آج اُسنے صندوق سے اپنے بہترین کپڑے نکال کے پہنے، بالوں میں تیل ڈالا، کاکلوں میں کنگھا کیا، ایک چھوٹی شیشی سے عطر لے کر ملا، آئینہ میں اپنی شکل دیکھی اور مسکرایا، میز سے دو تین انگریزی ناول جو آج ہی خریدے گئے تھے، بغل میں دبالے اور تہ خانہ کی طرف رُوانہ ہوا،

کملا جبتک پاس تھی ہیرا بائی سے ہر وقت باتیں کرتی رہتی تھی، کملا کے نزدیک لباس زیور، اور تھیٹر کے علاوہ اور کوئی مضمون بحث کے قابل نہ تھا، تعلیم یافتہ اور سنجیدہ ہیرا بائی کو اِن باتوں کے سننے سے اُلجھن ہوتی تھی۔ کملا کے جانے کے بعد تہ خانہ میں سکون ہو گیا اور ہیرا بائی کو سوچنے اور غور کرنے کا موقع ملا وہ اپنی بے بسی اور معذوری کا بخوبی احساس کرتی تھی، اور اُسکی سمجھ میں آتا تھا کہ اُس کے ساتھ یہ بدسلوکی کیوں روا رکھی جاتی ہے، اُس کا کوئی عزیز مرد نہ تھا جس سے یہ اُمید ہوتی کہ اُسے تلاش کریگا، لیکن یہ خیال کر کے کہ خدائی فوجدار اُس کی مدد ضرور کریں گے اور اُس کی رہائی کی

فکر سے غافل نہ ہوں گے، قدرے اطمینان ہوا خصوصًا مسعود جسکی ہمت اور بہادری کا مظاہرہ چند روز ہوئے وہ خود دیکھ چکی تھی بار بار اُسے یاد آتا تھا، اسکے ساتھ مسعود کی نوجوانی، اُسکی بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں، بات کرنے اور مسکرانے کے انداز کا خیال اُسکے دل میں ایک نئی کیفیت اور گرمی پیدا کرتا تھا جس کا احساس اُسے اب تک کبھی نہ ہوا تھا۔ دلکی حرکت تیز ہوئی، رخساروں کی سُرخی بڑھی، اور کرسی سے اُٹھ کر ٹہلنے لگی، اور خود ہی سوال کیا۔

" معلوم نہیں مسعود کو میرا خیال ہے یا نہیں؟ اور اُس سے باتیں کرنے کا پھر موقع ملے گا یا نہیں؟"

پھر یکایک شرمائی اور منہ پر ہاتھ رکھ لئے اتنے میں آہٹ ہوئی اور ہیرا بائی چونکی، مرزا بلگرامی سامنے کھڑا ہوا مسکرا رہا تھا۔

اُس نے دیکھا کہ آج مرزا بلگرامی نے معمول سے زیادہ اپنے لباس و رسنگار پر توجہ کی ہے، عطر کی خوشبو تہ خانہ میں پھیل گئی، مرزا کے ایک ہاتھ میں پھولوں کا گجرا، اور دوسرے میں کتابیں تھیں۔

" بائی صاحبہ آپ تنہائی سے پریشان ہونگی، آج آپکے لئے یہ ناول لایا ہوں، میں ناول کبھی نہیں پڑھتا، کیونکہ ان کے پڑھنے سے انسان کے سکون میں فرق آتا ہے، اور عشق و محبت کے خیالات برانگیختہ ہوتے ہیں، میرے لئے مذہبی کتابیں اور تاریخ و فلسفہ دل بہلانے کے لئے کافی ہیں، آپ نوجوان ہیں، نئی قسم کی تعلیم پائی ہے، یہ ناول آپ کے پڑھنے کے قابل ہیں۔"

ہیرا بائی کو مرزا کی بیباکی اور عشق و محبت کے تذکرے پر غصہ آیا۔

مرزا صاحب! معاف کیجئے، کتابیں پڑھنے کے لئے سکون ضروری ہے جو قید کی حالت میں مجھے میسر نہیں۔ اس تہ خانہ میں پڑے پڑے میں پاگل ہو جاؤنگی، مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے:"

" بائی صاحب، آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں اور اسے قید خانہ کیوں سمجھتی ہیں یہ آپکا گھر ہے، میں بہت جلد آپکو اپنے ساتھ لے چلوں گا، تنہائی بے شک تکلیف دہ ہوگی لیکن آپ زیادہ دیر تک تنہا نہ رہینگی، وہ وقت قریب ہے، کہ آپ میرے ساتھ ہر وقت رہا کریں گی، اور رنج و راحت میں میری شریک ہوں گی،"

ہیرا بائی غصہ اور خوف سے کانپنے لگی

"مرزا صاحب، آپکو شرم نہیں آتی کہ ایک بے بس لڑکی سے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، مجھے مرنا گوارہ ہوگا مگر آپ کے ساتھ ہرگز نہ رہونگی"

مرزا نے قہقہہ لگایا۔

"ہیرا بائی! آپ میرا مطلب غلط سمجھیں، آپ خیال نہ کریں کہ جس طرح کملا بائی رستم جی کے ساتھ رہتی ہے اسی طرح آپ بھی میرے ساتھ رہیں گی، میں مذہبی آدمی ہوں، آپکے ساتھ نکاح کر دوں گا، اور آپ میری بیوی اور اس گھر اور سارے سامان کی مالک ہوں گی۔"

" یہ ہرگز نہ ہو گا۔ اوّل تو آپ مسلمان اور میں پارسی پھر آپ اپنی صورت کو دیکھئے اپنی عمر اور اپنی سیہ کاری اور جرائم پیشہ زندگی کا خیال کیجئے۔"

" تم ناتجربہ کار ہو، مرد کی صورت کا خیال کرنا بیکار ہے، اُسکی قابلیت دیکھی جاتی ہے؟ بڑے بڑے بزرگان دین نے زیادہ عمر میں نو عمر لڑکیوں کے ساتھ شادی کی ہے جو

بڑی کامیاب ثابت ہوئی ہے، رہا پارسی اور مسلمان کا فرق، عشق و محبت کے معاملہ میں قوم اور مذہب کوئی چیز نہیں، کیا تم نے نہیں سنا کہ بمبئی کے مشہور قومی لیڈر نے جو مسلمان ہے وہاں کے بڑے متمول اور پارسی کی لڑکی سے شادی کی ہے جو ہر لحاظ سے کامیاب ہے۔ ملک کی ترقی جب ہی ہو سکتی ہے کہ شادی بیاہ کے معاملہ میں ذات پات اور مذہب و ملت کی تفریق مٹا دی جائے، کیا میری طرح تم اپنے ملک کی ترقی کی خواہاں نہیں ہو؟ تم ایک بڑی دولت کی مالک ہونیوالی ہو، دولت اتنی زیادہ ہی کہ ہم ہندوستان میں سب سے بڑے امیر سمجھے جائینگے۔ بمبئی، پونہ، منصوری اور شملہ میں ہمارے بڑے بڑے مکانات ہوں گے۔ ہر سال یورپ کی سیر ہوا کریگی، بڑے بڑے قومی لیڈر اور والیان ملک تمھاری میزبانی کی تمنا کرینگے، ہماری دولت ہندوستان کی غربت اور افلاس اور کیا تعجب ہے کہ سیاسی کمزوری کو دور کردیگی۔ میرا تجربہ، اور عجیب غریب دماغی قوت، تمھاری نوجوانی، خوبصورتی اور رعنائی متحد ہو کر جب ہندوستان کی فضا پر نظر آئے گی تو عجیب نظارہ ہوگا۔ کیا یہ عظیم الشان زندگی تمھارے تخیل کو متحرک نہیں کرتی؟ آؤ، پیاری ہیرا یہ پھولوں کا گجرا اپنے گلے میں ڈال لو، اور کل شادی کے لئے تیار ہو جاؤ"

مرزا مسکراتا ہوا آگے بڑھا، اور پھولوں کا گجرا ہیرا بائی کے گلے میں ڈالنا چاہا مگر ہیرا بائی نے گجرہ کو زمین پر پھینک کے پاؤں سے کچل دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

" اے ظالم اور سفاک آدمی! یہ ہرگز نہ ہوگا۔ میں بھیک مانگنا گوارہ کروں گی اور موت کو ترجیح دوں گی مگر تمھارے ساتھ شادی کرنے پر کبھی راضی نہ ہوں گی، خدا میری مدد کرے گا اور تم اپنے ظلم کی سزا پاؤ گے"

مرزا نے قدرے سکوت کیا، اور پھر سنجیدگی سے کہا۔

"بہتر ہے، میں تمھیں رات بھر غور کرنے اور سوچنے کے لئے دیتا ہوں، کل آؤنگا، اور تمھیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا، اور تمھارے ساتھ شادی کروں گا، سب انتظام ہو چکا ہے۔ میرا فیصلہ اٹل ہے۔"

باب ۲۸

چالیس چوروں کا تماشہ

عین اُسوقت جبکہ مرزا بلگرامی اپنے جرائم کی بساط پر اپنی بدست چالیں چل رہا تھا، اور فرزیں کو بیٹ کرمات دینے اور بازی جیتنے کا انتظام کر رہا تھا خلائی فوجدار خاموشی کے ساتھ محلہ تلی باران میں بیٹھے ہوئے اُسے شہ دینے اور بازی ہرانے کی فکر میں تھے، شام کو تار پر خبر آ چکی تھی کہ بکرم سنگھ زندہ سلامت بھوپال پہونچ گیا، اُسکی طرف سے اطمینان ہوگیا تھا، لیکن باوجود تلاش کے ہیرا بائی کا ابتک کچھ پتہ اور نشان نہ ملا تھا، یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مُردہ، دیر کی اب گنجائش نہ تھی، ہر طرف تلاش جاری تھی سیتھے خاں جو بہرام کا خاص آدمی تھا، بلگرامی کے مکان اور احاطہ کا جائزہ لینے کیلئے خاص طور پر مامور کیا گیا تھا، مگر ابتک اُسے بھی کوئی مفید بات معلوم نہوئی تھی، تینوں دوست معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہے تھے، مسعود ضرورت سے زیادہ سنجیدہ، اور قدرے متفکر معلوم ہوتا تھا، دن کے وقت تھوڑی دیر کے لئے سو گیا تھا مگر ہیرا بائی کو خواب میں دیکھا اور چونک پڑا، اُسے یقین تھا کہ ہیرا بائی قید کی حالت میں مسعود کی آمد کا انتظار کر رہی ہے، تیرتھ سے رخصت ہوتے وقت ہیرا بائی نے مسعود سے دریافت کیا تھا کہ اُسکی شادی ہو چکی ہے یا نہیں اُسوقت سے اس مسئلہ پر کافی غور کیا گیا،

اور ہیرا بائی کے سوال کا جواب دینے کیلئے بیچین تھا، مگر ہیرا بائی کا کہیں پتہ نہ تھا،
اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور کسی مخبر نے اطلاع کی کہ سنگم تھیٹر میں ایک
کوچ مرزا بلگرامی نے محفوظ کیا ہے اور اُس کے گروہ کے دو ایک آدمی شام کے وقت
تھیٹر کے آس پاس دیکھے گئے ہیں، بہرام نے کہا۔
"مسعود تمہاری کیا رائے ہے آج تھیٹر میں علی بابا اور چالیس چوروں کا
تماشہ ہے۔"
"بظاہر تماشہ معمولی قسم کا ہے، لیکن مجھے آپکے ساتھ اتفاق ہے کہ بلگرامی جیسے
مذہبی آدمی کو تماشہ دیکھنے کا شوق ہوا ہے تو وہ ہمارے لئے دلچسپ
ضرور ہونا چاہئے۔"
"یہ اُمید تو نہیں کیجا سکتی کہ مرزا بلگرامی ہیرا بائی کو تھیٹر لے آئے گا۔ لیکن
ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آج بلگرامی سے آخری گفتگو کی جائے، اگر دلیل کارگر ہو تو
جب تک ہیرا بائی کا پتہ نہ چلے مرزا کی آزادی سلب ہونا چاہئے۔"
"اُس کے پتھر جیسے دل میں خدا کا خوف ڈالنا مشکل ہے، مگر گرم لوہے سے
داغنے کی دلیل ایسی ہے جو ضرور کارگر ہوگی، آخر دنیا کب تک اس دغاباز مجرم کے ظاہری
تقدس اور اشتہاری سرگرمی کے دھوکے میں رہے گی، آؤ کھانا کھاکر تھیٹر چلیں!"
تھیٹر میں آج معمول سے زیادہ ہجوم تھا، علاوہ معمولی تماشائیوں کے بہت سے
ممبران اسمبلی، اور اعلیٰ افسران گورنمنٹ تماشہ دیکھنے آئے تھے، تھیٹر کے باہر گاڑیوں اور
موٹروں کی قطاریں دُور تک لگی ہوئی تھیں، مسعود نے گھوم پھر کر دیکھا مگر ابھی تک
مرزا بلگرامی کی موٹر وہاں نہ تھی، صدر دروازہ پر کسی قدر تاریکی میں کھڑے ہو کر

انتظار کرنے لگے۔ تماشائیوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ایک تانگہ تھیٹر کی سیڑھیوں کے مقابل رُکا اور ایک بڈھا سکھ موٹی لکڑی کے سہارے سے نیچے اترا، کمر میں خم پڑا ہوا۔ بایاں شانہ کسی قدر اُٹھا ہوا مشکل سے چلا جاتا تھا۔ پولیس کے کنسٹبل نے جو صدر دروازہ پر گاڑیوں کے انتظام پر معمور تھا کہا۔

"سردار جی، جلد اوپر چڑھیے، موٹر آرہا ہے"

بیچارہ سکھ لڑکھڑایا اور پولیسمین کی طرف مدد کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

مسعود قریب ہی اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑا ہوا سگریٹ پی رہا تھا اس بڈھے کی پریشانی دیکھکر نیچے آیا اور ہاتھ کا سہارا دے کر سیڑھیوں پر چڑھایا دل میں تعجب کرتا تھا کہ اس بڈھاپے اور بیماری کی حالت میں تھیٹر دیکھنے کا کیا شوق سمایا ہے۔ مگر کیوں نہیں تفریح کو کس کا دل نہیں چاہتا۔ دروازہ پہ پہونچکر بڈھا ہانپنے لگا۔

"بھیّا، گٹھیا بڑی بری بیماری ہے آپ نے بڑی مہربانی کی اتنی اور عنایت کر دو کہ مجھے اندر بٹھا دو میرے پاس درجہ اول کا ٹکٹ ہے"

درجہ اول کی کرسیاں درجہ خاص کی کوچوں کی پشت پر تھیں کنارہ کی کرسیاں بھری ہوئی تھیں، لیکن چار کرسیوں کے بعد جگہ خالی تھی بڈھے کو وہاں تک پہونچنے میں تکلیف ہوتی اس لئے ایک شریف تماشائی نے کنارہ کی کرسی خالی کردی۔

"سردار جی آپ اس کرسی پر بیٹھیں، میں کسی اور جگہ بیٹھ جاؤں گا"

بڈھے نے اس تماشائی کا نیز مسعود کا شکریہ ادا کیا۔ اور کرسی پر

بیٹھ گیا۔

اُسکے سامنے خاص درجہ کی کوچ جو پہلے سے محفوظ تھی خالی تھی، تماشہ شروع ہونے والا تھا۔ مسعود اور اُس کے دوست بھی درجہ خاص کے کوچ پر جو وسط میں تھی بیٹھ گئے۔ مگر بار بار پھاٹک کی جانب دیکھتے تھے اور تعجب تھا کہ مرزا بلگرامی جس کے لئے کنارہ کی کوچ محفوظ تھی کیوں نہیں آیا۔

بڈھا سکھ کرسی پر بیٹھ کر اپنے دل میں بہت خوش تھا اور اپنے بھیس پر ناز کر رہا تھا کہ آج خدائی نو جداروں کو دھوکہ دیا۔

یہ بندہ وہ تھا کہ جو مرزا بلگرامی کی تعمیل حکم کیلئے تھیٹر آیا تھا۔

پردہ اُٹھنے ہی کو تھا کہ مسعود نے کہنی سے نہرآب جنگ کو صدر دروازہ کی طرف متوجہ کیا۔ کملا بائی گہرے رنگ کی ساری پہنے ہوئے جسمیں سے گورے گورے سڈول ہاتھ شانہ تک باہر نکلے ہوئے۔ نصف سینہ کھلا ہوا جس پر ایک جڑاؤ نکلس (ہار) انگریزی وضع کا برقی روشنی میں جگمگا رہا تھا۔ ہونٹوں اور رخساروں پر بہت سا غازہ، آنکھوں میں سرور، چال میں اٹھلاہٹ، رستم جی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آگے بڑھی۔ سرے کی کوچ پہلے سے محفوظ تھی، رستم جی نے کملا بائی کا کوٹ کوچ کے تکیہ پر رکھا۔ دونوں آرام سے پیر پھیلا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں پردہ اُٹھا اور تماشہ شروع ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد کملا نے کہا۔

"کیسا عمدہ تماشہ ہے اور کیسا لطف ہے۔ اُس تہ خانہ میں بند بندیں

پاگل ہوئی جاتی تھی"

رستم جی نے کملا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"کملا، تم کسقدر نازک اور خوبصورت ہو، اطمینان رکھو اب تم اُس تنگ و تاریک تہ خانہ میں کبھی نہ جاؤ گی"۔

کملا یکایک چونکی اور بیچ کی کوچ کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"بھائی صاحب، ادھر دیکھئے، خدائی فوجدار یہاں بھی موجود ہیں، خدا خیر کرے"

"تم ان بدمعاشوں سے ڈرتی کیوں ہو؟ وہ ہمارا کیا کر سکتے ہیں؟"

رستم جی نے دیکھا کہ تینوں دوست کوچ پر بیٹھے ہوئے آپس میں ہنسی مذاق کررہے ہیں۔ اور بظاہر اُن کی طرف اُن کا خیال بھی نہیں ہے۔

اتنے میں وہ سین آیا جب رات کے اندھیرے میں علی بابا کی ہوشمند باندی مرجینا تیل نکالنے کے لئے سوداگر کے کپّوں کے پاس جاتی ہے جس کپّے کو کھولتی ہے اُسمیں بجائے تیل ایک قزاق کو بند پاتی ہے اور قزاق کے سوال "کیا وقت آگیا" کا بڑے اطمینان سے "ابھی نہیں" کہہ کر جواب دیتی ہے اور پھر گرم تیل ڈال کر انھیں ہلاک کرتی ہے۔

رات کا سماں پیدا کرنے کے لئے نہ صرف اسٹیج کی بلکہ سارے تھیٹر کی اندرونی بتیاں گل کردی گئی تھیں۔ تماشہ کا یہ حصہ اسقدر دلچسپ تھا کہ ہر شخص کی توجہ اسٹیج کی طرف تھی، بالکل خاموشی اور سناٹا۔ کملا آگے جھکی ہوئی مرجینا لونڈی کی نقل وحرکت دیکھ رہی تھی اور اس کی ہمت اور چالاکی

پر تعجب کر رہی تھی ۔ رستم جی بہت اطمینان سے کے ساتھ کوچ کے تکیہ سے سر لگائے غالبًا لال کیٹھور کی دولت اور اپنی کامیابی اور ہیرا بائی کے ساتھ شادی کرنیکا خواب دیکھ رہا تھا ۔

تھوڑی دیر بعد سین بدلا اور تمام تھیٹر روشنی سے جگمگانے لگا ۔ تعریف اور تحسین کی تالیاں بجنے لگیں ۔

کملا بائی بہت مسرور تھی اور زور زور سے تالیاں بجائیں ۔ رستم جی کیطرف رُخ کیا اور حیران ہوگئی ۔

رستم جی کی آنکھیں کھلی تھیں کوچ کے تکیہ پر گردن رکھے ، اور بحس و حرکت اسٹیج یا کملا بائی کی طرف نہیں ، بلکہ تھیٹر کی چھت کیطرف دیکھ رہا تھا ۔ کملا بائی نے گھبراہٹ سے کہا ۔

"ہائیں تمھیں کیا ہوگیا ؟"

ہاتھ پکڑ کر کھینچا مگر کچھ اثر نہیں ہوا ۔ ہاتھ سرد اور سخت تھا ۔

کملا بائی سمجھی اور زور سے چیخی

بہرام اور اُسکے دوست اپنی کوچ سے دوڑے اور آن واحد میں رستم جی کے کوچ کے سامنے پہونچے ، ایک نظر ڈالتے ہی سمجھ گئے کہ رستم جی مرگیا ہے ۔ کان کے نیچے گردن پر سُرخ نشان دیکھ کر یقین ہوگیا کہ رستم جی کو بلگرامی کا سانپ ڈس گیا ۔ بہرام نے کہا ۔

"کوئی ڈاکٹر یہاں ہوں تو مہربانی کرکے آئیں"

پیچھے کی نشست سے ایک انگریز ڈاکٹر آیا ۔ نبض دیکھی اور دل پر ہاتھ

رکھا اور سنجیدگی سے کہا۔

"وہ مرگیا"

اسکا سننا تھا کہ کملا بائی نے چیخ ماری اور کوچ پر بیہوش گرگئی۔ تھیٹر کا منیجر اور کئی ملازم آچکے تھے۔ پردہ کے اُٹھنے میں جو دیر ہوئی تو پیچھے کی نشستوں کے تماشائیوں نے سیٹیاں اور تالیاں بجاکر اپنی بیچینی کا اظہار کیا۔ سوائے اُن چند لوگوں کے جو رستم جی کی کوچ کے گرد جمع تھے کسی کو نہیں معلوم تھا کہ کیا معاملہ ہے۔ اسٹیج کیطرف سے ایک عورت جو نرس کا لباس پہنے تھی اسطرف آئی اور کہنے لگی۔

"میری مدد کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں"

منیجر نے کملا بائی کی طرف اشارہ کیا اور وہ کملا بائی کو اسٹیج کے دروازہ سے اندر لے گئی۔

منیجر نے بآواز بلند کہا۔

"حاضرین! آپ بے چین نہ ہوں تماشہ فوراً شروع ہوتا ہے بائی جی کو ہسٹیریا کا دورہ پڑا ہے اور ان کے ساتھی بیہوش ہوگئے ہیں اس توقف کا مجھے افسوس ہے"

ڈراپ سین اُٹھا اور بینڈ بجنے لگا اور سوائے چند کے سب تماشہ اپنی جگہ بیٹھکر تماشہ دیکھنے لگے۔

دو تین آدمی رستم جی کو اُٹھاکر اسٹیج کے دروازہ سے اندر لے گئے اور دو ڈاکٹروں نے ازسرنو معائنہ کیا ہاتھ کی رگ میں پچکاری سے رنگا ہوں

مگر رستم جی کبھی کا مرچکا تھا۔

جس وقت یہ ہو رہا تھا خدائی فوجداروں نے سکھ بڈھے کو تلاش کرنا شروع کیا مگر اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ پشت کی جانب سے اسٹیج کے اندر گئے۔ کملا بائی کو ہوش آ گیا ہو گا اور اُس سے قاتل کا پتہ نہ چلا تو ہیرا بائی کے پوشیدہ ہونے کی جگہ تو معلوم ہو ہی جائے گی۔ مگر انھیں یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ کملا بائی وہاں نہیں ہے۔ ذرا دیر ہوئی ایک آدمی آیا جس نے کہا کہ وہ بائی صاحبہ کا ملازم ہے اور موٹر میں بٹھا کر لے گیا۔

مسعود نے غصہ سے اپنی انگلی کاٹی اور کہا۔

"افسوس کیا دھوکہ ہوا میری آنکھ کیا پھوٹ گئی تھی۔ بڈھے سکھ کے بھیس میں بندو تھا۔ جو رستم جی کو مار کر کملا بائی کو لے بھاگا"!

مہراب جنگ نے مسعود کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور ہمدردی سے کہا

"بے شک بندو نے آج کمال کا بھیس بدلا تھا اور میں بھی نہ پہچان سکا بلگرامی کی قابلیت کی تعریف کرنا چاہیے کہ کس عمدگی سے اُس نے جال بچھایا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ نرس پہلے سے متعین تھی اور ایک آدمی اول سے ہی پہلی نشست پر بٹھا دیا گیا تھا تاکہ جس وقت بندو آئے اُسے رستم جی کی بلگرامی کے پیچھے باسانی جگہ مل جائے۔

رستم جی کی زندگی کا پیالہ لبریز ہو چکا تھا اور میری پیشین گوئی کے بموجب اُسے سانپ ڈس گیا۔ یہاں وقت ضایع کرنے سے کچھ فائدہ نہیں، گھر

چلیں شاید ہیرا بائی کے متعلق ننھے خاں کوئی خبر لایا ہو، معلوم نہیں بیچاری کس حال میں ہے، یہ بھی نہیں معلوم کہ زندہ ہے یا مرگئی"

مسعود نے سنجیدگی سے کہا

"اگر اُس کا بال بھی بیکا ہوا تو مرزا بلگرامی کتے کی موت مارا جائیگا"

گھر پہونچے تو ننھے خاں کو موجود پایا۔ ننھے خاں مرزا بلگرامی کے گھر کی خفیہ نگرانی پر کئی دن سے مامور تھا۔ اُسنے سنجیدگی سے کہا۔

"حضور اندھیرا ہو جانے کے بعد میں مرزا کے احاطہ میں گیا اور کھنڈر میں گھومنے لگا۔ مجھے وہاں اگر کی بتی کی خوشبو معلوم ہوئی۔ میں ایک سوراخ کی طرف گیا جہاں سے یہ خوشبو آرہی تھی۔ ایک پتھر ہٹایا تو روشندان نظر آیا۔ پھر مجھے کسی کے بات کرنے کی آواز معلوم ہوئی۔ آواز مرد کی نہ تھی بلکہ عورت کی"

"شاباش تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہیرا بائی اس تہ خانہ میں قید ہے"

"اس کے بعد میں احاطہ کی دیوار کے قریب ایک درخت پر چڑھ گیا اور دیکھتا رہا۔ پھر کسی کو کھنڈر کی طرف آتے اور تھوڑی دیر بعد باہر جاتے دیکھا۔ آدھی رات کے قریب ایک بڑی موٹر آئی اور احاطہ کے پشت پر جہاں ایک دروازہ ہے کھڑی ہوگئی"

بہرام کرسی سے کھڑا ہوا۔ ننھے خاں کو شاباشی دی اور کہا۔

"مسعود دیر کی گنجائش نہیں، معلوم ہوتا ہے بندو کی رپورٹ سننے کے بعد بلگرامی ہیرا بائی کو کہیں لیجائے گا۔ میں بلگرامی کی خبر لیتا ہوں

تم احاطہ کے باہر جو موٹر کھڑا ہے اُس پر قبضہ کرو۔ اُسکے شوفر کو بیہوش کر کے خود اس کے کپڑے پہن لینا۔ میں صدر دروازے سے براہ راست بلگرامی کے پاس جاؤنگا۔ خدا حافظ"

باب ۲۹

مرزا بلگرامی کا خواب

جس وقت تھیٹر میں ڈاکٹر اور دوسرے آدمی رستم جی کے گرد جمع تھے اور انکی بیہوشی اور موت پر تعجب کر رہے تھے، بندو جو بڈھے سکھ کے بھیس میں اپنا وار کر چکا تھا، خاموشی سے باہر گیا اور موٹر میں بیٹھ گیا ذرا دیر بعد مرزا کے عزل کا ایک آدمی اور نرس کملا بائی کو حالت بیہوشی میں لیکر آئے اور بندو کے سپرد کر دیا۔ موٹر فوراً تیزی سے روانہ ہوئی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی کملا بائی نے نیم بیہوشی کی حالت میں آنکھیں کھولیں اور خیال کیا کہ تماشہ ہو چکا اور وہ رستم جی کے ساتھ گھر واپس جا رہی ہے۔ لیکن فوراً یاد آیا کہ رستم جی کو سٹیج پر مُردہ پایا گیا۔ پھر وہ کہاں جا رہی ہے اور موٹر میں اُسکے ساتھ کون بیٹھا ہے۔ موٹر ایک چوراہے سے گذری اور برقی روشنی موٹر میں آئی تو بندو کو اپنے پاس پاکر چونکی اور موٹر سے کودنے کی کوشش کی بندو نے کمر پکڑ کر بٹھا دیا اور کہا:-

"پریشان کیوں ہوتی ہو، رستم جی کو غش آگیا تھا اور اب اچھے ہیں"۔

"تم جھوٹ کہتے ہو، تم بڑے ظالم اور بے رحم قاتل ہو تم نے ہی

میرے پیارے رستم کو مار ڈالا ہے۔ ہائے ہائے"
یہ خیال کر کے کہ سڑک پر کوئی جا رہا ہوگا اور اُس کی آواز سنکر مدد کو پہونچیگا زور سے چیخنے لگی۔ بندو نے ایک ہاتھ منھ پر رکھا اور سختی سے کہا
"تم رستم جی کی طرح مرنا نہیں چاہتی ہو تو چپ رہو"
اگرچہ بول نہیں سکتی تھی لیکن ہاتھ پاؤں چلانا اور بندو کو نوچنا شروع کیا۔
بندو نے اپنی جیب سے چھوٹی سی پچکاری جس میں بیہوشی کی دوا بھری ہوئی تھی نکالی اور کملا بائی کے بازو میں چبھو دی۔ کملا بائی نے اپنے آپ کو بندو کی گرفت سے چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر بے بس تھی، ذرا دیر میں بیہوش ہو گئی۔
مرزا بلگرامی بے چینی کے ساتھ بندو کی آمد کا انتظار کر رہا تھا آج رات کی کامیابی پر سب کچھ منحصر تھا اگر بندو ناکامیاب رہا تو رستم جی کی رقابت اُسے لال کٹھور کی دولت سے محروم کر دے گی۔ بھوپال کی سندگی میعاد ختم ہو رہی تھی اور دیر کی گنجائش نہ تھی۔ کیا حسن بن صبّاح سے برتری اور فوقیت کا جو دعوےٰ تھا وہ غلط ثابت ہوگا؟ ہیرا بائی سے شادی کرنے اور لال کٹھور کی دولت پر قبضہ کر کے اپنی آیندہ شاندار زندگی کی جو تصویر اُس کے ذہن میں تھی، حرفِ غلط کی طرح مٹ جائیگی؟ نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ اُس کا انتظام مکمل تھا اور ہر ایک بات کا پہلے سے خیال کر لیا گیا تھا۔ مشین کے سب پرزے اپنی جگہ پر کام کر رہے تھے اور ناکامی کا احتمال بہت کم تھا۔ پھر بھی قسمت کو انسانی انتظامات

میں دخل تھا مگر بلگرامی اس کا قائل نہ تھا، اور تقدیر پر تدبیر کی فوقیت کو مطابق قانون قدرت سمجھتا تھا۔

اتنے میں موٹر برآمدے کے سامنے رُکی اور بندو اندر آیا۔ اور دو زانو ہو کر اپنے پیر و مرشد کے ہاتھ چومنے لگا اور جوش میں آکر بولا،

"یا حضرت آپ کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ رستم جی مر گیا!"

مرزا بلگرامی نے اپنے مُرید کو شاباشی دی اور کہا،

"بندو آج تم نے اپنی کارگذاری سے مجھے بہت خوش کیا۔ میں تمہارے لئے دعا کروں گا، اب تمہاری عاقبت درست ہو جائیگی"

"یا حضرت! عاقبت کی خبر خدا کو ہے۔ یہ بتائیے ہیرا بائی کے ساتھ میری شادی کب ہوگی؟ اور میرے حصہ کی دولت کب ملیگی۔ پولیس والے اور خدائی فوجدار میری فکر میں ہیں۔ جلدی کیجئے"

بندو کے تیور دیکھ کر مرزا متفکر ہوا مگر حکمت عملی سے کام لینے کا وقت تھا،

"بندو، اطمینان رکھو، تمہاری خوشحالی کا زمانہ قریب ہے۔ ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ اس وقت تمھیں کسی محفوظ جگہ چھپانا ضروری ہے۔ پولیس تمہاری تلاش میں کوئی دم میں آیا چاہتی ہے۔ اور کملا بائی کہاں ہے؟

"موٹر میں بیہوشی پڑی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اندھیرے میں بیہوشی کی دوا بدن میں زیادہ پہونچ گئی"

بندو نے کملا بائی کو گود میں اُٹھایا۔

مرزا نے موٹر کو احاطہ کے باہر بھیجا اور پھاٹک بند کرکے کملا کو تہ خانہ میں لیگئے

ہیرا بائی آہٹ پاکر بستر سے اُٹھ بیٹھی اور ایسے ناوقت مرزا بلگرامی اور بندو کو کمرہ میں دیکھ کر سہم گئی۔ مرزا بلگرامی نے کملا کو خالی بستر پر لٹا دیا اور کہا

"بائی صاحب! مجھے افسوس ہے کہ آپ کی نیند میں خلل پڑا۔ کملا بائی تماشہ دیکھنے تھیٹر گئی تھی، واپسی کے وقت دورہ پڑا اور بے ہوش ہو گئی تھوڑی دیر میں ہوش آجائیگا!"

ہیرا بائی خاموش رہی اُس نے دیکھا کہ بندو مرزا کے پیچھے کھڑا ہوا اُسے للچائی نظروں سے گھور رہا ہے۔ مرزا بلگرامی اور بندو زینہ چڑھ کر اوپر گئے اور تہ خانہ کا پٹ بند ہو گیا۔

ہیرا بائی بستر سے اُٹھی، تسلہ میں پانی بھر کر لائی۔ منہ پر چھینٹے دیے پھر تولیہ بھگو کر پیشانی اور سر پر رکھا، تھوڑی دیر بعد کملا بائی نے آنکھیں کھولیں، اور ہیرا بائی کیطرف دیکھ کر زور سے چیخی اور منہ پر ہاتھ رکھ لیے۔

"مجھے نہ مارو، سانپ وہ آرہا ہے!"

ہیرا بائی نے منہ کھولکر حلق میں پانی ڈالا اور گلے لگا کر کہا۔

"ڈرو نہیں، میں ہوں ہیرا بائی!"

کملا نے پھر آنکھیں کھولیں۔ ہیرا بائی کو پہچانا، اور زار و قطار رونا شروع کیا جب کسی قدر طبیعت سنبھلی، ہیرا بائی نے ہمدردی سے کہا

"اچھی کملا، پریشان نہو خیر تو ہے، کیا ہوا؟"

"غضب ہوا، میں برباد ہو گئی، مرزا کے سانپ نے میرے رستم

کو ڈس لیا، ہائے ... ہائے"

"کملا، طبیعت کو سنبھالو، بتاؤ تو سہی کیا ہوا؟"

کملا نے تھیٹر کا واقعہ بیان کیا۔

"ہائے میرے رستم کو، بندو نے مار ڈالا! مجھے بھی زندہ نہ چھوڑیگا۔ کاش خدائی فوجدار اُسے پکڑ لیتے"

"کیا خدائی فوجدار تھیٹر میں تھے اور اُنھیں یہ سب حال معلوم ہے؟"

"ہاں، بہرام، مسعود اور ایک اور آدمی، سب وہاں تھے۔ لیکن میرے رستم کو نہ بچا سکے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ بڈھے سکھ کے بھیس میں بندو ہمارے پیچھے بیٹھا ہے۔ میں تماشہ دیکھنے میں ایسی محو تھی کہ بندو اپنا وار کر گیا"

کملا گھبراؤ نہیں، خدائی فوجدار ضرور بندو کو ڈھونڈھ نکالیں گے اور سزا دیں گے"۔

ہیرا بائی کو یقین تھا کہ مسعود ضرور پتہ لگائے گا اور اُسے تہ خانہ کی قید سے آزاد کریگا۔ لیکن پھر مرزا کی باتوں کا خیال آیا اور کانپنے لگی۔

اتنے میں کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی کملا نے بھی سُنا اور کہا۔

"خدا خیر کرے، بندو آرہا ہے!"

ہیرا بائی نے مڑکر دیکھا، دروازہ آہستہ سے کھلا اور بندو تہبند باندھے ایک میلا کوٹ پہنے آگے بڑھا۔ اُسکی آنکھوں سے شکاری جانوروں کی ایسی خونخواری اور بے رحمی جھلک رہی تھی۔ اُسکے تیور دیکھ کر دونوں لڑکیاں سہم گئیں

ہیرا بائی کیطرف بڑھا۔

"بائی جی، جلد تیار ہو جاؤ اور میرے ساتھ چلو۔ رستم جی جو تمھارے ساتھ شادی کرکے لال کٹھور کی دولت پر قابض ہونا چاہتا تھا بڑے لمبے سفر کو چلدیا، اب میں تمھارے ساتھ شادی کروں گا، پونہ اور بمبئی چلکر رہیں گے جہاں بہت اچھے تھیٹر ہیں اور روز تھیٹر جایا کرینگے۔"

ہیرا بائی نے اپنی بے بسی پر خیال کرکے دلمیں دعا مانگی۔

"اے خدا، اپنی رحمت سے کسی کو بھیجکر مجھے ان ظالموں کی قید سے آزاد کرایا موت دے"

اُسے یقین تھا کہ بہرام یا مسعود اُس کی آزادی کی فکر سے غافل ہونگے مرزا بلگرامی کے ساتھ شادی کا خیال کیا کم جان سوز تھا کہ یہ قاتل اور بے تمیز آدمی اُسکے ساتھ شادی کی آرزو کرنے لگا۔ اگر اس کمینہ اور خونخوار آدمی کی دسترس سے بچتی ہے تو صبح کو مرزا بلگرامی سے سابقہ ہوگا۔ سخت پریشان تھی بندو کو اپنی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھ کر کہا۔

"خبردار جو تم آگے بڑھے، میں بہت غریب لڑکی ہوں میرے پاس کوئی دولت نہیں ہے، تم مرزا بلگرامی کے دھوکہ میں آگئے ہو۔ اُس نے تمھیں میری دولتمندی کا سبز باغ دکھا کر تمھارے ہاتھ سے رستم جی کو قتل کرایا۔ اور میں اندازہ کرتی ہوں کہ مرزا آیا تو تمھیں مار ڈالیگا۔ یا جیل میں بھجوا دیگا۔ اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔ پولیس اور رضا لی فوجدار تمھاری تلاش میں ہیں تم گرفتار ہوگئے تو رستم جی کے قتل کے جرم میں سولی پر لٹکائے جاؤگے۔"

اگر تمھارے دل میں ذرا بھی رحم ہے تو میری مدد کرو۔ خدائی فوجداروں سے جن کا سردار بہرام ہے میرے قید ہونے کی جگہ کی اطلاع کر دو۔ بہرام چاہیگا تو تمھیں پولیس کی گرفت سے بچا لیگا"

مگر بندو انسان نہیں تھا جس کا دل ایک بے بس لڑکی کی فریاد سے نرم پڑتا، وہ اپنی کامیابی پرست تھا اور اس لڑکی سے شادی کرنے اور دولتمند بننے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ ہیرا بائی کو للچائی نظروں سے اس طرح دیکھ رہا تھا جس طرح بلی چوہے کو اپنی گرفت میں پاکر خوش ہوتی ہے۔

"تم دولتمند نہیں غریب سہی۔ تمھاری خوبصورتی کوئی معمولی دولت نہیں۔ سر دست مجھے یہی کافی ہے۔ پولیس اور بہرام کا خوف مجھے نہیں ہو اور نہ وہ تمھیں میرے قبضے سے چھوڑا سکتے ہیں۔ چلو وقت کم ہے۔ موٹر تیار ہے۔"

غریب ہیرا بائی کی مایوسی کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ اس خونخوار جانور کے چنگل سے رہائی مشکل نظر آتی تھی۔ بندو کو اپنی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھ کر کملا بائی کے پیچھے ہوگئی اور ساری جان سے کانپنے لگی۔ یکایک کملا بائی نے جست کی اور بندو کو چمٹ گئی۔

"ہیرا بائی دروازہ کھلا ہوا ہے، بھاگ جاؤ۔ اس کمبخت نے میرے رستم کو مار ڈالا ہے مجھے بھی مار ڈالے گا تو غم نہیں۔ میں رستم کے پاس پہونچ جاؤں گی"۔

کملا بائی کی بساط ہی کیا تھی، ہیرا بائی دروازہ کی طرف جانے بھی نہ پائی تھی

بندو نے کملا کا گلا دبایا، اُسکی آنکھیں نکلی پڑتی تھیں اور نیم جان ہوگئی۔ بندو نے اُسے پلنگ پر پھینکا جہاں وہ بیہوش ہوکر گر پڑی۔ بندو نے ہیرا بائی کا ہاتھ پکڑا دوسرا ہاتھ ٹھوڑی پر رکھ کر اسکے منہ کو اوپر اُٹھایا۔ ہیرا بائی پر وہی عالم طاری تھا جو جنگل کی ہرنی پر اژدہا کے منہ پر پہونچکر ہوتا ہے، آنکھیں کھلی تھیں مگر کچھ دکھائی نہ دیتا تھا بےحس و حرکت کھڑی تھی۔ بندو نے اُسے اپنی طرف کھینچا اور قریب تھا کہ اپنا گندہ منہ اُسکے رخسار پر رکھے کہ آواز آئی۔

"بندو خبردار!"

بندو ایسا بدمست اور محو ہو رہا تھا کہ اُسے مرزا بلگرامی کے آنے کی آہٹ بھی محسوس نہ ہوئی آواز سنکر چونکا اور ہیرا بائی کو چھوڑ کر مرزا کی طرف رُخ کیا۔ مرزا بلگرامی دو قدم کے فاصلہ پر ایک ہاتھ میں پستول سنبھالے اور منہ میں سگرٹ کی دُھنال دبائے، غصہ اور غضبناکی کا پتلا بنا کھڑا تھا۔ بندو نے خطرہ کو اسقدر قریب دیکھ کر مرزا کی طرف جست کی مرزا نے داؤ بچایا اُسی کے ساتھ مرزا کی دُھنال سے زہر کی گولی نکلی اور بندو کی گردن پر لگی وہ آن واحد میں زمین پر مردہ ہوکر گر پڑا۔

ہیرا بائی نے اس تائید غیبی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ مگر اس کی مثال اُس گولر کی سی تھی جو درخت سے گر کر ببول میں اٹک جاتا ہے۔ پھر بھی یہ کیا کم تھا کہ بندو جیسے وحشی سے اسکی گلو خلاصی ہوئی۔

مرزا نے پستول کو نیچے کیا۔

"بائی صاحب! مجھے افسوس ہے کہ اس ناپاک سندھی نے آپکے ساتھ

ایسا برتاؤ کیا۔ تمھاری قید کا زمانہ ختم ہوا۔ اور آزادی اور خوشحالی کا وقت آ گیا۔ آؤ
میرے ساتھ باہر چلو۔ صبح ہوا چاہتی ہے۔ دیر کی گنجایش نہیں موٹر تیار ہے چند
گھنٹوں میں آگرہ پہونچ جائیں گے جہاں نکاح کا سب انتظام ہو چکا ہے۔ قاضی
اور گواہ کسی معمولی جگہ نہیں بلکہ تاج محل کے باغ میں موجود ملیں گے۔ شاہ جہاں
اور ممتاز محل کی پاک روحیں ہمارے گرد ہوں گی اور چند منٹ میں نکاح کی رسم
ادا ہو گی۔ تم بلگرامی بیگم بنکر میرے ساتھ ہوائی جہاز میں بیٹھکر بھوپال چلو گی،
وہاں تمھاری آمد کا انتظار ہے اور تمھارے والد کی سند کی تجدید تمھارے نام پر
ہو جائیگی اور ہم لال کٹھور کی بے اندازہ دولت پر قابض ہو جائیں گے۔ اور
جس شاندار زندگی کا میں شروع رات میں ذکر کر چکا ہوں اُس کا آغاز ہو گا۔
تم سمجھدار اور تعلیم یافتہ لڑکی ہو، مجھے یقین ہے کہ بے چون وچرا میری تجویز پر عمل
کرو گی اور میری نیز اپنی آیندہ زندگی کو کامیاب اور خوشحال بناؤ گی۔ خیال کرو وہ
دن کیسا شاندار ہو گا جب ہم اس تاریخی خزانہ کو پاکر بحیثیت وفادار جاگیردار کے
اپنی شکرگذاری کے اظہار کے لئے والیٔ بھوپال کی دعوت کریں گے۔ بھوپال کا
مشہور تال بجلی کی قمقموں سے بالکل اسی طرح چمکیگا جس طرح تاروں بھرا آسمان۔
رنگ برنگ کی روشنیوں سے منور کشتیاں تالاب میں دوڑتی ہوئی مہمانوں کو
لائیں گی۔ بینڈ بجیگا۔ آتشبازی چھوڑی جائے گی، ملک کے بہترین مغنی
"خوش آمدید" کے راگ گائیں گے۔ زرق برق وردیاں پہنے ہاتھوں میں سونے
اور چاندی کے عصا لئے ہوئے چوبدار "سلام پرنگاہ" کے نعرہ بلند کریں گے،
شاہی خاندان کے اراکین، اعلے عہدہ دار، اور غالباً اُن کی بیگمات بھی،

کیونکہ اب وہاں پردہ کی دقیانوسی رسم ترک ہوگئی ہے، دعوت میں شریک ہوں گی۔ تمہارا قیمتی لباس، اور ہیرے جواہرات کے زیور اور سب سے زیادہ تمہارا خوبصورت چہرہ برقی روشنی میں چمکتا ہوگا اور تم لال کٹھور کی مالکہ ہونے کی وجہ سے سب نظروں کی مرکز ہوگی۔"

مرزا بلگرامی نے اپنی پُرجوش تقریر ختم کی۔ کوئی معمولی عورت ہوتی تو اس خوش آیند اور دلفریب نظارہ کا خیال کرکے مسحور ہوجاتی۔ مگر ہیرا بائی پر کچھ اثر نہ ہوا اور بڑی تمکنت کے ساتھ بولی

"مرزا صاحب یہ سبز باغ تمھیں مبارک۔ تم شوق سے لال کٹھور پر اگر واقعی کوئی خزانہ ہے قبضہ کرو اور جشن مناؤ، مگر میں ہرگز تم سے شادی نہ کروں گی۔ غربت اور افلاس کو اس شان دار زندگی پر جسکا نقشہ ابھی تم نے کھینچا ہے ہمیشہ ترجیح دوں گی، تم ظالم ہو قاتل ہو، ابھی ایک قتل میری نگاہ کے سامنے کیا ہے۔ رات کو تمھارے حکم سے رستم جی قتل کیا گیا۔ اور معلوم نہیں اس سے پہلے کتنے قتل اور جرائم کے مرتکب ہو چکے ہو۔ خدا تمھیں جلد تمھارے جرائم کی سزا دیگا اور مجھے تمھاری قید سے آزاد کرے گا۔"

بلگرامی کا چہرا سخت ہوا آنکھیں غصہ سے چمکنے لگیں، پستول اونچا کیا آگے بڑھا اور نال کو ہیرا بائی کی پیشانی کے قریب لاکر گرجا۔

"آگے بڑھو، اپنا کوٹ پہنو اور باہر چلو"

کوٹ پہنکر ہیرا بائی آگے بڑھی، پیچھے مرزا ہاتھ میں پستول لئے چلا۔

"تم نے بھاگنے کی کوشش کی یا ایک لفظ منھ سے نکالا تو تمھارا خاتمہ ہے"

ہیرا بائی ایک قتل ابھی دیکھ چکی تھی۔ سوائے اسکے چارہ نہ تھا کہ اسکے حکم کی تعمیل کی جائے۔ مگر دل میں دعا مانگتی تھی اور بار بار مسعود کو یاد کرتی تھی۔ کیا وہ اسکی مدد کو نہ پہونچیگا؟

زینہ چڑھ کر مرزا نے چاروں طرف نظر ڈالی، ہر طرف سناٹا اور خاموشی پائی ابھی رات باقی تھی۔ اور کہرہ کا گھٹاٹوپ چھایا ہوا تھا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ آس پاس کوئی نہیں ہے، ہیرا بائی کا ہاتھ پکڑے اپنے مکان کی طرف نہیں بلکہ دوسری جانب احاطہ کی دیوار کے قریب گیا۔ یہاں درختوں میں چھپی ہوئی ایک کھڑکی تھی اسکے قریب پہونچکر سیٹی بجائی۔ باہر سے جواب میں سیٹی کی آواز آئی۔ جیب سے کنجی نکالکر کھڑکی کا قفل کھولا، اور ہیرا بائی کو ساتھ لئے باہر پہونچا۔ ایک بڑی موٹر موجود تھی۔ شوفر پٹ کھولے حاضر تھا۔ مرزا نے ہیرا بائی کو سوار کیا اور خود اسکے برابر بیٹھ گیا۔

"ابھی روشنی نہ کرو اور جسقدر تیز ہو سکے آگرہ کی سڑک پر چلو"

شوفر بھاری لمبا کوٹ اور اور سر پر اونی کنٹوپ پہنے جسمیں سے صرف آنکھیں اور چہرہ کا ذرا سا حصّہ کھلا ہوا تھا۔ مگر وہ بھی رات کے اندھیرے اور کہرے کے دھندلے میں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ حکم کو ادب کے ساتھ سنا اور پٹ بند کر کے اپنی سیٹ پر بیٹھا اور موٹر تیزی کے ساتھ لیگیا۔

باب ۳۰

ہیرا بائی کا خواب

ہیرا بائی نے انگریزی ناولوں میں اس قسم کے افسانے پڑھے تھے، اور اپنی ناتجربہ کاری سے سمجھا کرتی تھی کہ محض لوگوں کا دل بہلانے اور روپیہ کمانے کی غرض سے ذہین ناول نویس ایسے حیرت انگیز اور ہولناک مناظر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں جن کا وجود سوائے اُن کے دماغ کے اور کہیں نہیں ہوتا۔ لیکن گذشتہ چند دنوں میں یہ واقعات تابڑ توڑ خود اُسے پیش آئے تو آنکھیں کھلیں اور اُسے معلوم ہوا کہ اس دنیا میں جہاں بظاہر سکون اور راحت کے اس قدر سامان ہیں، کیسے مظالم اور جرائم ہوتے ہیں۔ بعض لوگ جو مرزا بلگرامی کی طرح عوام میں مقدس اور پارسا سمجھے جاتے ہیں، حد درجہ کے ظالم اور دغاباز ہوتے ہیں۔ اُن کے نزدیک انسان کو اپنی مطلب براری کیلئے قتل کرتے وقت اتنا بھی تامل نہیں ہوتا جتنا مکھی یا چیونٹی کو مارتے وقت کرتے ہیں۔

اپنی بے بسی پر دل بیٹھا جاتا تھا۔ نہ باپ نہ بھائی نہ کوئی اور عزیز مرد جو اس کی تلاش میں نکلتا۔ اور اس کی مدد کرتا۔ صرف ایک پھوپھی تھی جو اُسکی حالت سے بےخبر تھی اور اُس کی جدائی پر ہزار آنسو بہاتی ہوگی۔ زمانہ موجودہ

کی آزاد خیالی کے بموجب شادی کو مرد کی غلامی اور عورت کی تحقیر کے مترادف سمجھا کرتی تھی، لیکن اب اُسے اپنی نادانی پر سخت افسوس تھا اور جب سے مسعود کو دیکھا تھا اُسکے دل میں عجیب قسم کا ہیجان پایا جاتا تھا اور شادی کے متعلق اُس کے خیالات میں تبدیلی ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے مسعود سے سوال کیا تھا کہ اُسکی شادی ہو چکی ہے یا نہیں۔ مگر اُس نے ہنسکر ٹالدیا تھا۔ اُسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مسعود کی شادی ہو چکی ہے یا نہیں۔ مسعود کو اُسکی دلی کیفیت کی کچھ خبر نہیں تھی اور ایک غریب لڑکی کے ساتھ شادی کرنا اُسے کب پسند ہوگا، مسعود کے دل میں اُسے دیکھ کر ویسے ہی خیالات موجزن ہوتے جو خود اُسکے دل میں تھے تو اب تک وہ مرزا کی قید سے آزاد ہو گئی ہوتی اور فوراً اُسکے ساتھ شادی کر لیتی تاکہ اس عبرت ناک دنیا میں وہ تنہا اور بے یار مددگار نہ رہے۔

مرزا بلگرامی کو اپنے پاس بیٹھے دیکھ کر خطرہ کا احساس کیا اور رونے لگی۔ رات بھر کی جاگی ہوئی تھی، دل میں مایوسی کا ہجوم تھا۔ موٹر تیزی سے جا رہی تھی، ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے غنودگی آگئی اور بحالت خواب میں اُسنے اپنے آپ کو تاج محل آگرہ کے باغ میں پایا جہاں ایک لمبی داڑھی والا مولوی اُسے مرزا بلگرامی کی قید نکاح میں لانے کے لئے موجود تھا جس امداد غیبی کا خدا کے انصاف اور رحم سے اُسے یقین تھا، کہیں نظر نہ آئی اور اُس نے آزادی کے لئے آخری کوشش کی۔ اُس ہرنی کی طرح جو شکاری سے بچنے کے لئے چوکڑیاں بھرتی ہے، تیزی کے ساتھ بھاگی اور تاج محل کے اونچے

مینار پر چڑھ گئی۔ مرزا اُس کے پیچھے تھا، مینار کی چوٹی پر چڑھ کر اُس نے ایک لحظہ قیام کیا اور صبح کے دلفریب منظر پر جو تاج کے میناروں سے دکھائی دیتا ہے حسرت کی نظر ڈالی۔ مرزا بلگرامی کو اپنی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھ کر آنکھیں بند کیں اور مینار سے کود پڑی تاکہ مرزا بلگرامی کا ناپاک ہاتھ اُسے نہ چھو سکے۔ اور نیچے پتھروں پر گر کر مر جائے اور اس المناک زندگی کا خاتمہ ہو۔ مگر بجائے پتھر پر گرنے اور پاش پاش ہو جانے کے اُسنے اپنے آپ کو کسی مرد کے مضبوط ہاتھوں پر پایا۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو مسعود تھا!

باب ۳۱

انجام

عین اُسوقت موٹر رُکی اور اُس ہیبت ناک خواب سے بیدار ہوئی۔ شوفر نے موٹر کا دروازہ کھولا۔ مرزا جو ہیرا بائی کے ساتھ شادی اور لال کٹھور کی دولت پر قبضہ کرنے اور شاید بھوپال کے جشن کا خواب دیکھ رہا تھا، چونکا اور کڑک کے بولا۔

"بغیر حکم موٹر کیوں روکی؟ کیا کچھ بگڑ گیا ہے؟"

"بگڑا کچھ نہیں، نماز کا وقت ہو گیا۔ کیا آپ آخری مرتبہ نماز نہ پڑھینگے؟"

لباس مرزا کے شوفر کا تھا مگر آواز دوسری تھی، مسعود کی آواز کو فوراً ہیرا بائی نے پہچان لیا۔ مرزا کے ہاتھ میں پستول تھا فیر کے لئے ہاتھ اُٹھایا البلبی دبی مگر اسی کے ساتھ ہیرا بائی نے زور سے اُسکے ہاتھ کو اوپر کیطرف جھٹکا دیا۔ گولی بجائے شوفر کے سینہ کے موٹر کی چھت میں لگی۔ دوسرے لمحہ میں مسعود کا ہاتھ مرزا کی گردن پر تھا اور پستول ہیرا بائی کے ہاتھ میں۔ مرزا بلگرامی بے بس تھا، شوفر کی اُنگلیاں فولاد کی کیلوں کی طرح اُسکی گردن میں گھسی جاتی تھیں، ہاتھ پاؤں اپنا کام کرنے سے عاجز تھے۔ بولنا چاہتا تھا مگر مجبور تھا، ہیرا بائی نے خیال کیا کہ کوئی دم میں مرزا کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے۔ مگر مسعود نے مرزا کو موٹر کے نیچے اس طرح پھینک دیا جس طرح بلی نیم مردہ چوہے کو۔

جیب سے سُتلی کا گولا نکال کر مرزا کے ہاتھ پشت پر باندھے۔ اور کہا۔
"مرزا صاحب، مجھے آپ کے معاملات میں دخل دینے کا افسوس ہے، مگر اسکے ذمہ دار خود آپ ہیں، ہمارے سردار بہرآم نے آپ کو متنبہ کر دیا تھا کہ ہیرآبائی سے تعرض نہ کرو۔ مگر لال کٹھور پر قبضہ کرنے اور دولت مند بننے کا جنون تم پر سوار تھا۔ تم موجودہ زمانہ کے حسن بن سباح ہونا چاہتے تھے، ہندو مسلمانوں کو تم نے آپس میں لڑایا۔ پیری مریدی کے گورکھ دھندے سے ہزار ہا آدمیوں کو گمراہ کیا۔ مدتوں پولیس کی آنکھ میں خاک جھونکی۔ قتل پر قتل کئے اور خلقت کو لوٹا۔ ایسی حالت میں تم بہرآم کی قوت اور برتری کو کب خیال میں لا سکتے تھے۔ اب تمہارا آخری وقت آ گیا۔ دنیا تمہارے ناپاک وجود سے پاک ہو جائیگی، بتاؤ کیسی موت تمھیں پسند ہے؟ یہ بالکل آسان ہے کہ تھیں سڑک پر ڈالکر اوپر سے موٹر گذار دی جائے۔ لوگ خیال کرینگے کہ کوئی حادثہ پیش آیا۔ لیکن تم جیسے آدمی کا جو اپنے زعم میں حسن بن سباح کو طفل دبستاں سمجھتا ہے، ایسی عام موت مرنا کیا پسند ہوگا۔ سامنے دریا کا پل ہے، ٹھنڈی موت پسند ہو تو تمھیں پل سے نیچے پھینک دیا جائے، گھڑیال منہ کھولے تمہارا خیر مقدم کریں گے اور تمھاری بوٹیاں نوچکر کھا جائیں گے۔ مگر یہ موت بھی عامیانہ ہی، تم خلقت کو یہ یقین کرانا کب گوارہ کر سکتے ہو کہ ایسے مقدس اور مذہبی آدمی نے خودکشی کرکے اپنی عاقبت خراب کی۔"

مرزا مسعود کو غصّہ اور حقارت کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اس نوجوان آدمی کے ہاتھ میں بے بس پاکر حکمت عملی کو مناسب خیال کیا اور کہا۔

"میاں مسعود، تم بڑے دھوکہ میں ہو۔ یہ سچ ہے کہ میں تمہارے سردار بہرام کو اس زمانہ کا سب سے بڑا قزاق اور مجرم سمجھتا ہوں جب سے تم اُس کے رفیق بنے، مجھے تعجب تھا کہ تم جیسا شریف خاندان اور ہونہار نوجوان ایسے آدمی کی صحبت میں رہے۔ مجھے تم سے باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا تا کہ تمہیں آگاہ کرتا۔ بہرام تمہیں اپنی شطرنج کی بساط پر ایک پیادہ کی حیثیت سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ خود پس پشت رہتا ہے اور تمہیں خطرہ میں ڈالتا ہے۔ وہ خود ہیرا بائی پر قبضہ کر کے لال کٹھور کا مالک بننا چاہتا ہے میری موجودگی میں اُسے کامیابی مشکل نظر آتی تھی تم نے مجھے مار ڈالا تو اُس کے لئے میدان صاف ہے، تم بھی جلد مارے جاؤ گے اور بہرام لال کٹھور کا مالک بن جائیگا۔ سنو اور غور سے سنو، اب بھی وقت ہے۔ بہرام کا مقابلہ اس ملک میں سوائے میرے کوئی نہیں کر سکتا۔ تم میرے شریک ہو جاؤ۔ خیال کرو میرا تجربہ اور تمہاری بہادری اور ہمت ملکر کتنی بڑی قوت ہو سکتی ہے۔ اور جس وقت لال کٹھور کی دولت ہمارے قبضہ میں ہو گی ہم ہندوستان کی آیندہ تاریخ کا ورق اپنی مرضی کے موافق لکھ سکیں گے۔ میرا بڑھاپا ہے اور تم کچھ دن بعد میرے جانشین ہو گے حسن بن صباح کے جانشینوں نے دنیا میں کیا کچھ نہیں کیا۔ ممالک فتح کئے، سلاطین کے تخت اُلٹے، عباسیہ خاندان کو تہ خاک کیا اور آج بھی اُسکے پیرو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ آج کل اسلامی دنیا میں بڑا خلفشار ہے، خلافت کا خاتمہ ہوا اور مسلمان آنے والے مہدی اور رہبر کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا تم اس بڑے کام میں میرے ساتھ شرکت نہ کرو گے۔ سب انتظام مکمل ہے

لال کٹھور پر قبضہ کرنے کی دیر ہے۔ میرے ساتھ آگرہ چلو جہاں ہوائی جہاز تیار ملے گا۔ شام تک بھوپال پہونچ جائیں گے اور لال کٹھور کی سند سرکار بھوپال سے کل ہمیں ملجائیگی۔"

ہیرا بائی موٹر سے اُتر کر مسعود کے پاس کھڑی ہوگئی تھی۔ صبح کی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی افق مشرق سے سُورج نکلنے والا تھا، ہلکی سنہری روشنی میں مسعود کا خوبصورت چہرہ اُسکے دل میں عجیب قسم کی اُمنگیں پیدا کر رہا تھا۔ وہ اُسے بہادری کا پتلا اور رحمت کا فرشتہ خیال کر رہی تھی جسنے اُسے مرزا کی قید سے آزاد کیا۔ اسوقت وہ گذشتہ ہفتہ کی سب کلفتیں بھول گئی تھی۔ اور بیتاب تھی کہ جس قدر جلد ہوسکے تنہائی کا موقع ملے تاکہ وہ اپنی دلی کیفیت کا اظہار مسعود پر کر دیے۔ مرزا کی تقریر کو اُسنے غور سے سُنا اور ایک لمحہ کیلئے بھی خیال نہ کیا کہ مسعود اُسے سچ سمجھیگا اور اُسکے دام تذویر میں آجائیگا۔ آگے بڑھی اور مسعود کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

"ان حضرت سے یہ تو پوچھیے کہ آگرہ میں قاضی اور گواہ کا انتظام کیوں کیا گیا ہے"

اس کا سُننا تھا کہ مسعود کو غصہ آیا، مرزا کو زمین سے اُٹھایا۔ پاس کے درخت سے باندھا، اپنی جیب سے پستول نکالا۔

"بائی صاحب اس مکار اور ظالم آدمی نے آپ کو بہت اذیت دی یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ آپ کو قید نکاح میں لاکر آپ کی زندگی خراب کرنا چاہتا تھا۔ اس کی سزا یہی ہے کہ آپ خود اس پستول سے اس کی مجرمانہ زندگی

کا خاتمہ کریں"

ہیرآبائی نے ہاتھ میں پستول لیا اور مرزا کے سینہ پر نشانہ لیا۔

"مرزا صاحب! مجھے آپ کے ساتھ ہمدردی ہے۔ وہ لڑکی جسے آپ بلگرامی بیگم بناکر بھوپال لیجانا اور لال کٹھور پر قبضہ کر کے جشن منانا چاہتے تھے، آج آپ کو دنیا کے علائق سے آزاد کرتی ہے اور آپ کی مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے"!

مسعود موٹر کے پاس گیا اور بونٹ اٹھا کر انجن کے پرزوں اور تیل وغیرہ کو دیکھنے لگا کہ اس لمبے سفر کیلئے سب چیز ٹھیک ہے یا نہیں۔

مرزا بلگرامی نے محسوس کیا کہ اب آخری وقت آگیا ہے، اور مسعود کو وہاں سے علٰحدہ پاکر اپنی عیاری کے ترکش سے آخری تیر نکالا اور اس امید پر کہ یہ ناتجربہ کار اور نرم دل لڑکی اس کے فریب میں آجائے، بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"ہیرآبائی، تم بڑے دھوکے میں ہو۔ اب تک میں نے تمھیں بہرام اور اسکے دوستوں کی دسترس سے محفوظ رکھا۔ مجھے تعجب ہے کہ بجائے شکر گذار ہونے کے تم مجھے گولی مار کر ایک بڑے گناہ کی مرتکب ہوتی ہو۔ تم ناتجربہ کار ہو اور ان قزاقوں کی جو اپنے آپ کو خدائی فوجدار کہتے ہیں اور جن کا سردار ملک کا مشہور جرائم پیشہ بہرام ہے، ماہیت سے ناواقف ہو۔ وہ تمھارے ذریعے سے لال کٹھور پر قبضہ کر کے اپنے ارادوں میں کامیاب ہونگے اور تمھیں یا تو مار ڈالیں گے یا ہمیشہ کے لئے باندی اور لونڈیوں کی طرح اپنی خدمت میں رکھیں گے۔ تم میرا

ہاتھ نہ جھٹکتیں تو مسعود ختم ہو گیا ہوتا۔ اب بھی موقع ہے تمھیں اپنی جان اور ناموس عزیز ہے تو اپنے پستول کا رُخ مسعود کی طرف کر دو اور لبلبی دبا دو۔ اُسکا خاتمہ ہو جائیگا اور میں تم سے کچھ تعرض نہ کروں گا اور تم لال کنٹھور پر قبضہ کر کے ملک کی بڑی دولت مند عورت بنجاؤ گی۔ مسعود اس طرف آتا ہے جلدی کرو۔ ایسا موقع پھر کبھی نہ ملیگا"

مسعود ہیرا بائی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ ہیرا بائی نے اُس کے خوبصورت چہرہ کو دیکھا اور دل میں جوش پیدا ہوا۔ اپنا بایاں ہاتھ اُٹھا کر مسعود کے شانہ پر رکھا اور کہا۔

"اے مکار مرزا تو موت کے وقت بھی اپنی عیاری سے باز نہیں آتا ہے اور مجھے صلاح دیتا ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے اُس شخص کو ہلاک کروں جسنے مجھے تیرے پنجے سے آزاد کیا اور جو مجھے دُنیا میں سب سے عزیز ہے۔ اگر اس نے اجازت دی تو میں عمر بھر اسکی لونڈی ہونے کو اپنی خوش نصیبی سمجھوں گی"

سورج جاڑے کی صبح کا رُخ لحاف ہٹا کر برآمد ہوا اور اُسکی شعاعیں اُنکے خوبصورت چہروں پر پڑیں۔ ایک نے دوسرے کو محبت کی نظر سے دیکھا۔ ہیرا بائی کا ہاتھ کھسک کر مسعود کی کمر پر آیا۔ مسعود کے جسم میں کوئی چیز بجلی کی طرح کوندی اور اسکے ہاتھ نے ہیرا بائی کے گرد حلقہ کر لیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ بلگرامی نے اس عجیب نظارہ کو مایوسی کی نظر سے دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں مسعود نے اپنے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی کی اور کہا۔

"پیاری ہیرا - اِس وقت جبکہ خدا نے ہمیں ایسا خوشحال کیا ہے، مناسب نہیں ہے کہ اپنے ہاتھوں کو اس ناپاک آدمی کے خون میں آلودہ کریں اور خلقت کو اس کی موت کے متعلق شک میں چھوڑیں - کوئی دم میں پولیس اسکی تلاش میں یہاں آئے گی اور درخت سے بندھا ہوا پائے گی، عدالت میں مقدمہ ہوگا، اس کی مکاری اور مظالم کی داستان طشت ازبام ہوگی اور یہ اس کا مستحق ہے کہ تمھارے نازک اور پاک ہاتھوں سے نہ مارا جائے بلکہ جلاد پھانسی کا حلقہ اسکی گردن میں ڈالے اور اس مکار اور اشتہاری صوفی کی ناپاک زندگی کا خاتمہ کردے - آؤ بھوپال چلیں"

"مجھے آپ کے ساتھ اتفاق ہے" کہکر پستول مسعود کے حوالہ کیا - دو تین قدم موٹر کی طرف چلکر رکی، مرزا کیطرف رخ کیا اور شوخی سے کہا -

"مرزا صاحب خدا حافظ، جب ہم بھوپال پہونچکر جشن منائینگے اور فرمانروائے ریاست کی دعوت کرینگے تو آپ وہاں نہونگے، افسوس!"

تمّت